مجموعہ مقالات مظاہر فیض کمالات شبلیہ

سلسلۂ دار المصنفین

(نمبر ۵۱)

مقالاتِ شبلی

(تاریخی حصہ دوم)

جلد ششم

مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

کے

ان تاریخی مضامین کا مجموعہ جو انھوں نے اہم تاریخی مباحث پر لکھے اور جن کو رسائل شبلی

مقالات شبلی سے یکجا کیا گیا ہے

باہتمام مولوی مسعود علی ندوی

در مطبع معارف اعظم گڈھ طبع شد

سنہ ۱۳۵۶ھ
۱۹۳۷ء

فہرستِ مضامین

مقالاتِ شبلی (تاریخی حصہ دوم) جلد ششم

شمار	مضمون	صفحہ
۱	تراجم،	۱ - ۱۱۲
۲	کتب خانۂ اسکندریہ،	۱۱۳ - ۱۵۱
۳	اسلامی کتب خانے،	۱۵۲ - ۱۷۵
۴	اسلامی حکومتیں اور شفاخانے،	۱۷۶ - ۱۹۳
۵	ہندوستان میں اسلامی حکومت کے تمدن کا اثر،	۱۹۴ - ۲۱۶
۶	مسلمانوں کی علمی تعصبی اور ہمارے ہندو بھائیوں کی ناسپاسی،	۲۱۷ - ۲۳۴
۷	مکینکس اور مسلمان	۲۳۵ - ۲۴۰



بسم اللہ الرحمن الرحیم

تراجم

مسلمانون کو آج کل غیر قومون سے جو اجتناب ہے اور جس کی وجہ سے وہ دنیا کے تمام مفید علوم و فنون سے محروم ہین، اس کے لحاظ سے حقیقت مین مشکل سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ انھون نے کسی زمانہ مین غیر زبانون سے کچھ فائدہ اوٹھایا ہوگا، لیکن واقعہ یہ ہے اور اس سے کوئی شخص انکار نہین کر سکتا کہ عہد وسطیٰ مین مسلمانون نے دنیا کی تمام قومون کا علمی سرمایہ اپنی زبان مین منتقل کر لیا تھا اور اگر دنیا مین مسلمانون کا قدم نہ آتا تو یونان، مصر، ہند، فارس کے تمام علمی ذخیرے آج برباد ہو چکے ہوتے، چونکہ اس واقعہ سے **یورپ** کو بھی انکار نہین ہو سکتا تھا، اس لئے عیسائی مورخون نے اس امر کی نسبت بہت بحثین کی ہین، کہ مسلمانون نے کسی زمانہ مین غیر زبانون پر اس قدر کیون توجہ کی تھی؟ اور نیٹل کانفرنس مین ایک فرنچ مضمون نگار نے اس بحث پر ایک آرٹیکل پیش کیا تھا، نوفل آفندی نے جو بیروت کا ایک عیسائی مورخ ہے اور جس نے مسلمانون کی تہذیب و تمدن پر **صناجۃ الطرب** نام ایک مستقل کتاب لکھی ہے، مسلمانون کے علمی ترقی کے ذکر مین لکھتا ہے کہ

"یہ امر نہایت تعجب انگیز ہے کہ اہل عرب جو ہر قدم پر تہذیب و تمدن کو برباد کرتے جاتے تھے، جنھون نے حضرت عمرؓ کے اشارے سے اسکندریہ کے کتبخانہ کو برباد کیا، جنھون نے حضرت عثمانؓ کے حکم سے فارس کے علوم و فنون تباہ کر دیئے، جن کے علم فتح کے نصب ہوتے ہی انطاکیہ و بیروت کے مدرسے فنا ہو گئے، جنھون نے سنہ میں دمشق کا کالج برباد کر دیا، جنھون نے مصر کی مشہور یادگارون اہرام اور ابوالہول کو مٹا دینا چاہا، ان کو غیر قومون کے علوم و فنون پر کیونکر توجہ ہوئی، ؟" مصنف مذکور اس عقدہ کو اس طرح حل کرتا ہے کہ اہل عرب زمانۂ جاہلیت سے نجوم اور پیشین گوئیون کے معتقد تھے، خلفا رکے دربار مین جو عیسائی اور یہودی طبیب ملازم تھے اونھون نے خلفا کو یہ یقین دلایا کہ اگر یونان وغیرہ کی کتابین ترجمہ ہو جائین تو علم نجوم کے ذریعہ سے بہت سی باتین جو پردۂ غیب مین ہین معلوم ہو جائین گی، یہ شوق تھا جس نے اہل عرب کو غیر زبانون کے ترجمہ پر مائل کیا،"

اس موقع پر ہم مورخ مذکور کی اُن بیہودہ افتراؤن سے بحث نہین کرتے جس کا اُس نے اس موقع پر مینہ برسا دیا ہے، البتہ اصل مسئلہ غور کے قابل ہے اور ہم اس کے متعلق کسی قدر تفصیل سے لکھنا چاہتے ہین، حقیقت یہ ہے کہ مسلمانون کے موجودہ تعصب اور تنگ خیالی نے اس قسم کے قیاسات پیدا کرنے بعید نہین، لیکن واقعہ یہ ہے کہ مسلمان جب مسلمان تھے تو اونھون نے کبھی غیر قومون اور غیر زبانون سے کسی قسم کا تعصب نہین ظاہر کیا، اورون کا تو کیا ذکر ہے خود شارع علیہ السلام نے غیر قومون کی بہت سی باتین پسند فرمائین اور اختیار کین، جنگ احزاب مین حضرت سلمانؓ فارسی نے جب ایران کے طریقہ کے موافق خندق کھودنے اور طائف کے محاصرہ مین منجنیق کے استعمال کرنے کا مشورہ دیا،

تو آنحضرت صلعم نے بے تکلف منظور فرمایا، اور اس پر عمل کیا، ملکی انتظامات مین بھی آپ نے غیر قومون کے اصول و آئین پسند فرمائے اور اختیار کئے، شاہ ولی اللہ صاحب جن سے بڑھکر محدث اور اسرار شریعت کا نکتہ شناس کون ہوگا، تحریر فرماتے ہین کہ و کان قباد و ابنہ نوشیروان وضعا علیہم الخراج والعشر فجاء الشرع بنحومن ذلک[1] یعنی قباد اور اس کے بیٹے نوشیروان نے لوگون پر خراج اور عشر لگایا تھا، تو شریعت اسلامی نے بھی اوس کے قریب قریب حکم دیا، آنحضرت صلعم سے چونکہ یہودیون سے اکثر خط کتابت رہتی تھی اس لئے آپ نے زید بن ثابت رض کو حکم دیا اور اونھون نے عبرانی زبان سیکھ لی،[2] زید نے اسی قسم کی ضرورتون سے سریانی زبان بھی سیکھ لی تھی، حضرت عمر رض کے زمانہ مین جب فتوحات کو نہایت ترقی ہوئی تو ولید بن ہشام نے کہا کہ مین نے شام کے سلاطین کو دیکھا ہے کہ ان کے ہان فوج اور خزانہ کا جداگانہ دفتر مرتب رہتا ہے، چنانچہ حضرت عمر رض نے اسی اصول کے موافق فوج اور خزانہ کا دفتر قائم کیا، یہان تک کہ نام بھی وہی عجمی یعنی دیوان رکھا جو بعینہ فارسی لفظ ہے صحابہ مین سے بہتون نے فارسی زبان سیکھ لی تھی، چنانچہ ہرمزان جو عجم کا ایک رئیس تھا جب حضرت عمر رض کے دربار مین آیا تو مغیرہ رض نے فارسی مین اس سے سوال و جواب کئے،[3]

غرض یہ امر محتاج شہادت نہین کہ قرن اول کے مسلمانون نے جب موقع اور ضرورت ہوئی تو معاشرت اور تمدن کے متعلق بے تکلف غیر قومون کے اصول اور آئین اختیار کئے، البتہ تاریخی طور سے یہ امر بحث طلب ہے کہ مسلمانون نے غیر قومون کے علوم و فنون پر کس زمانہ مین توجہ کی اور کن اسباب سے کی،

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۱، [2] فتوح البلدان ص ۴۷۶و ۴۶۰، [3] ایضاً ص ۴۵۷،

اصل یہ ہے کہ ابتدا ہی مین مسلمانون کو فتوحات کی وسعت کی وجہ سے مختلف قومون سے ملنے جلنے کا اتفاق ہوا اور جس قدر یہ روابط بڑھتے گئے اسی قدر اون کو دوسری قومون کے علوم و فنون اور خیالات سے زیادہ واقفیت ہوتی گئی، حضرت عمرؓ کے زمانہ مین جب مصر فتح ہوا تو وہان وہ یونانی مشہور فلاسفر موجود تھا جس کو انگریزی مین جان اور عربی مین یحیی نحوی کہتے ہین[1]، وہ عمرو بن العاصؓ کی خدمت مین حاضر ہوا اور عمرو بن العاصؓ نے اس کی نہایت قدر و عزت کی چنانچہ وہ اکثر اون سے ملتا رہتا تھا، اور یہ اوس کی علمی تقریرین سنکر محظوظ ہوتے تھے[2]، امیر معاویہؓ نے اپنے عہد حکومت مین غیر قومون کو زیادہ دخل دیا، ان سے پہلے کسی خلیفہ نے دفتر خراج کے سوا عیسائیون اور یہودیون کو کوئی ملکی خدمت نہین دی تھی، اونھون نے ایک عیسائی کو دربار کا میر منشی مقرر کیا اور ابن آثال ایک عیسائی کو ضلع حمص کی کلکٹری کی خدمت دی، ابن آثال طبیب بھی تھا، اس نے امیر معاویہؓ کے لئے طب کی بعض کتابین یونانی زبان سے ترجمہ کین، اور گویا یہ ترجمہ کے رواج کا پہلا دیباچہ تھا،

اگرچہ یہ وہ زمانہ تھا کہ اسلامی علوم و فنون یعنی تفسیر، حدیث، فقہ، انساب، اس حد تک پہونچ گئے تھے کہ سیکڑون آدمی اُن کے پڑھنے پڑھانے مین مصروف تھے، اور بجز اس کے کہ تصنیف و تالیف کا رواج نہین ہوا تھا، تعلم و تعلیم مین اور کسی بات کی کمی نہ تھی، لیکن اب تک اہل عرب نے غیر قومون کے علوم و فنون حاصل کرنے کی طرف خاص توجہ نہین کی تھی، امیر معاویہؓ کا پوتا خالد جو اسلامی علوم و فنون مین یکتا تھا اس نے فن طب اور کیمیا مین کمال پیدا کرنا چاہا، اور چونکہ اس وقت علمی طور سے اس فن کے ماہر عیسائی

[1] اس کا مفصل حال اور اسکی تصنیفات کا ذکر آگے آئیگا، [2] کتاب الفہرست صفحہ ۲۵۴ و طبقات الاطبا ذکر یحیی نحوی،

یا یہودی تھے خالد کو عیسائی طبیبون کی شاگردی کرنی پڑی، اس تعلق سے اس نے غیر قومون کے اور علوم سے بھی واقفیت حاصل کی، ایک یونانی راہب سے جسکا نام مریانس تھا اس نے علم کیمیا سیکھا، اور خود اِس فن مین تین مختصر کتابین لکھین، ایک کتاب مین اس نے مریانس سے تعلیم پانے کا ذکر تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، خالد کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اُس نے بڑے حوصلہ کے ساتھ غیر زبانون کے ترجمہ پر توجہ کی، اس زمانہ مین فلسفہ وغیرہ کی تعلیم یونان سے منتقل ہو کر مصر مین آگئی تھی، اور یونانی نسل کے بڑے بڑے حکما اور اہلِ فن یہین کے مدرسون مین پڑھتے پڑھاتے تھے، اور چونکہ مصر جس دن سے اسلام کے قبضہ مین آیا تھا اوسی وقت سے وہان عربی زبان رواج پانے لگی تھی، یہان تک کہ تھوڑے دن کے بعد کل مصر کی زبان قبطی کے بجائے عربی ہو گئی، اسی لئے اِن حکما مین بہت سے ایسے بھی تھے جو عربی زبان لکھ پڑھ سکتے تھے، خالد نے ان لوگون کو بلا کر یونانی اور قبطی زبان کی کتابون کے ترجمہ پر مامور کیا[1]، علامہ ابن الندیم نے کتاب الفہرست مین لکھا ہے کہ اسلام مین یہ پہلا موقع ہے کہ ایک زبان سے دوسری زبان مین ترجمہ کیا گیا، خالد کے عہد کا مشہور مترجم اصطفن تھا، معلوم ہوتا ہے کہ خالد کی اس کوشش کا اور لوگون پر بھی اثر ہوا اور خود سلطنت کو اس کام کی طرف توجہ ہوئی، چنانچہ مروان بن الحکم جو سلطنتِ بنی امیہ کا پہلا تاجدار ہے اس کے دربار کے ایک مشہور یہودی طبیب نے جس کا نام ماسرجیس تھا، شاہرن کی قرابادین کا سریانی زبان سے عربی مین ترجمہ کیا، اور یہ ترجمہ شاہی کتب خانہ مین داخل کیا گیا،

علامہ جمال الدین قفطی نے لکھا ہے کہ قدیم زمانہ کے جس قدر قرابادین ہین یہ سب سے

---

[1] فہرست ابن الندیم صفحہ ۲۴۲ و ابن خلکان تذکرہ خالد بن یزید،

بڑھکر ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے اپنے عہدِ خلافت مین اسکو خزانہ شاہی سے نکلوا کر بہت سی نقلین کرائین اور عام طور پر شائع کین، حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کو ایک بڑی وجہ یونانی معلومات کی طرف رغبت کی یہ تھی کہ جب وہ سلیمان بن عبد الملک کے زمانہ مین مصر کے گورنر تھے تو اسکندریہ کی یونانی تعلیم کا پروفیسر اور افسر کل ابن ابجر نام ایک حکیم تھا، معلوم نہین کن اسباب سے وہ عمر بن عبد العزیزؓ کے ہاتھ پر اسلام لایا، جب یہ خلیفہ ہوئے تو انھون نے اسکو اپنے دربار مین بلا لیا، اور طبی صیغہ کی افسری اسکو دی، مورخون نے لکھا ہے کہ عمر بن عبد العزیزؓ کی تخت نشینی کے سال یونانی تعلیم اسکندریہ سے انطاکیہ و حران کو منتقل ہو گئی، غالباً اس کی وجہ یہی ہو گی کہ اسکندریہ مین جس کے دم سے یہ تعلیم قائم تھی، (یعنی ابن ابجر) وہ عمر بن عبد العزیزؓ کے پاس چلا آیا،[1]

بعض ملکی ضرورتون نے بھی ترجمہ کے رواج مین مدد دی، اس وقت تک مالگذاری اور خراج کے جس قدر دفتر تھے سب غیر زبانون مین تھے، چنانچہ عراق کا دفتر فارسی مین، شام کا لاطینی مین، مصر کا قبطی مین تھا، اور اسی وجہ سے دفترِ خراج کے جس قدر عہدہ دار تھے سب مجوسی یا عیسائی تھے، حجاج بن یوسف کے زمانہ مین دربار کا میر منشی ایک مجوسی تھا جس کا نام فرخ تھا، اس نے ایک موقع پر یہ دعوی کیا کہ میرے بغیر دفترِ خراج کا کام انجام نہین پا سکتا، وہ تو ایک ہنگامہ مین اتفاق سے مارا گیا، لیکن اسکے اس مغرورانہ دعوی کی خبر حجاج کو پہونچی، اتفاق یہ کہ حجاج کے دربار مین صالح بن عبد الرحمن ایک شخص موجود تھا جو عربی و فارسی دونون زبانون مین کمال رکھتا تھا، حجاج نے اس کو حکم دیا کہ خراج کا جس قدر دفتر ہے فارسی زبان سے عربی مین ترجمہ کر دیا جائے، دربار مین جو پارسی موجود تھے، ان کو

---

[1] طبقات الاطبا جلد اول صفحہ ۱۱۶،

نہایت اضطراب پیدا ہوا کہ اتنا بڑا محکمہ ہمارے ہاتھ سے نکلا جاتا ہے، چنانچہ اونھون نے صالح کے پاس رشوت کے ایک لاکھ درہم پیش کئے کہ تم حجاج سے کہہ دو کہ عربی زبان مین ترجمہ نہین ہوسکتا، لیکن صالح نے نہ مانا، اور ۷۸ھ مین عراق کا تمام دفتر عربی زبان مین ترجمہ ہوگیا، اس کے بعد ولید بن عبد الملک کے زمانہ مین ۸۷ھ مین عبد اللہ بن عبد الملک کی کوشش سے مصر کا دفتر عربی زبان مین منتقل ہوا، پھر ہشام بن عبد الملک نے شام کا دفتر عربی مین ترجمہ کرایا، ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے، کہ پہلی صدی ہجری کے اخیر تک مسلمانون مین بہت سے آدمی پیدا ہوگئے تھے جو فارسی، لاٹین، قبطی وغیرہ زبانون سے واقفیت رکھتے تھے،

ہشام بن عبد الملک جو ۱۰۵ھ مین تخت نشین ہوا حکومتِ بنی امیہ کا گل سر سبد تھا، اس کے عہد مین ملکی انتظامات کے نظم ونسق کے ساتھ علوم وفنون کو بہت ترقی ہوئی، اور غیر قومون کے معلومات وخیالات سے واقفیت کے نئے سامان پیدا ہوگئے، سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ ہشام نے خالد بن عبد اللہ قسری کو عراق کا گورنر مقرر کیا، جو بے تعصبی اور علمی فیاضی مین یگانۂ روزگار تھا، فرقہ مانویہ جس کے پیشوا مانی کو شہنشاہِ ایران نے قتل کروا دیا تھا، اور حکم دیا تھا کہ اس فرقہ کا ایک شخص بھی دنیا مین زندہ نہ رہنے پائے، عجم کے اخیر سلطنت تک مارا مارا پھرتا تھا، اسلام کی حکومت مین اون کو امن حاصل ہوا اور خالد نے اُن کے ساتھ اس قدر مراعات کی کہ درحقیقت اُن کا مربی بن گیا[۱] ہشام کا میر منشی جس کا نام سالم تھا مشہور صاحب قلم اور فصیح وبلیغ تھا، اس کے ساتھ غیر زبانون مین نہایت مہارت رکھتا تھا، اس نے ارسطو کے رسالون کا جو سکندر کے نام تھے عربی زبان مین ترجمہ کیا،[۲] اس کا بیٹا جبلہ فارسی زبان مین کمال رکھتا تھا چنانچہ اُس نے فارسی زبان کی بہت سی

---

[۱] کتاب الفہرست صفحہ ۳۳۷، [۲] ایضاً صفحہ ۱۱۷،

کتابین عربی مین ترجمہ کین جن مین سے جنگ رستم و اسفندیار و داستان بہرام چوبین کا ذکر علامہ ابن الندیم نے کتاب الفہرست مین کیا ہے، سالم کی ترغیب اور فیاضی سے اور لوگون نے بھی بہت سی کتابین ترجمہ کین،

ہشام کو خود اس کام کے ساتھ نہایت شوق و شغف تھا، شاہانِ عجم کے علمی ذخیرے جو ہاتھ آئے تھے اُن مین ایک نہایت مبسوط تاریخ تھی جس مین تمام شاہانِ عجم کی سوانحمریان قواعدِ سلطنت، تعمیرات، علوم و فنون تفصیل سے درج تھے، اور ایک خاص بات یہ تھی کہ جس بادشاہ کا حال تھا اوس کی تصویر بھی تھی، تصویرون مین حلیہ و لباس و وضع کو اصلی طور سے دکھایا تھا، ہشام نے اس کتاب کے ترجمہ کا حکم دیا اور ۱۱۳ھ مین یہ ترجمہ تیار ہو کر مرتب ہوا، مورخ مسعودی نے لکھا ہے کہ مین نے ۳۰۳ھ مین بمقام اصطخر یہ کتاب مع تصاویر دیکھی، سلطنت فارس کے متعلق جس قدر کتابین قدیم فارسی مین موجود ہین کوئی اس قدر مفصل اور مبسوط نہین ہے، ہشام بن عبد الملک نے ۱۲۵ھ مین وفات پائی، اور اسکی وفات کے ساتھ گویا حکومت بنی امیہ کا بھی خاتمہ ہو گیا،

دولت عباسیہ کا پہلا تخت نشین سفاح تھا، جس نے صرف دو ڈھائی برس حکومت کی پھر منصور مسند آرا ہوا اور دولت عباسیہ کا آغاز بھی اسی وقت سے خیال کیا جاتا ہے، منصور خود بہت بڑا عالم اور صاحب فضل و کمال تھا، اس کی حوصلہ افزائی نے علوم و فنون کا دریا بہا دیا، اس کا مبارک عہد تھا کہ اسلامی علوم کی تدوین شروع ہوئی یعنی امام ابو حنیفہ نے فقہ کو مدون کیا، ابن اسحاق نے غزوات نبوی لکھے، امام مالک، اوزاعی، سفیان ثوری وغیرہ نے حدیثین جمع کین، منصور کا مذاق اتفاق سے عجمی واقع ہوا تھا، وہ ہر ہر بات مین اہل عجم

[1] کتاب الفہرست صفحہ ۲۴۴، [2] کتاب التنبیہ والاشراف للمسعودی صفحہ ۱۰۶،

کی تقلید کرتا تھا، یہان تک کہ دربار کا لباس بھی عجمی رکھا منصور ہی پہلا شخص تھا جس نے عرب کے زور گھٹانے کے لئے عجمیون کا رسوخ بڑھایا، اور تمام بڑے بڑے عہدے اون کے ہاتھ مین دیدیئے، اگرچہ منصور کی یہ کارروائی پولٹیکل حیثیت سے نہایت خراب تھی، لیکن اس غلطی سے اتنا فائدہ ہوا کہ عرب مین فلسفہ کی بنیاد قائم ہوئی اور آج مسلمانون مین عقلی علوم کا جو کچھ رواج ہے وہ اسی غلطی کی بدولت ہے، منصور نے جن عجمیون کو دربار مین رسوخ دیا وہ عموماً صاحب فضل وکمال تھے، اور اس وجہ سے اونھون نے طب وفلسفہ کی نادر نادر کتابین منصور کے لئے بہم پہونچائین، اور اون کے ترجمے کئے، ان مین ایک عبد اللہ بن المقفع تھا جس کی نسبت ہمارے علمائے عربیت نے تسلیم کیا ہے کہ شروع اسلام سے آج تک عربی زبان مین ایسا فصیح وبلیغ مقرر اور صاحب قلم نہین گذرا، چنانچہ اوس کی کتاب یتیمہ کو ملحدون نے (نعوذ باللہ) قرآن مجید کے مقابلہ مین پیش کیا ہے، وہ مجوسی تھا، اور اوس کی مادری زبان فارسی تھی، اسلام قبول کر کے اوس نے عربی زبان مین کمال پیدا کیا، اور منصور نے اس کو دربار کا میر منشی مقرر کر دیا، چونکہ وہ مختلف زبانون کا ماہر اور اس کے ساتھ نہایت فصیح وبلیغ تھا، اس کے ترجمے نہایت اعلیٰ درجہ کے خیال کیے جاتے ہین، ان مین سے کلیلہ دمنہ کا ترجمہ اب بھی یادگار ہے اور چھپ کر شائع ہو چکا ہے، اس نے یونانی زبان کی کتابین بھی ترجمہ کین، مثلاً قاطیغوریاس، باریناس، انالوطیقا وغیرہ، فرفوریوس مصری کی کتاب ایساغوجی کا ترجمہ بھی اسی نے کیا، فارسی زبان اسکی مادری زبان تھی، اس لئے اس زبان کی کتابین کثرت سے ترجمہ کین، ان مین سے خدائی نامہ، آئین نامہ، مزدک نامہ، نوشیروان نامہ، جو تاریخ کی نادر کتابین ہین زیادہ

---

[۱] عبد اللہ بن المقفع کیلئے دیکھو کتاب الفہرست ص ۱۱۸ وطبقات الاطبا جلد اول ص ۳۰۸،

مشہور ہوئین، پارسیون کی علم الاخلاق کی دو بڑی کتابین جو اس نے ترجمہ کین وہ الادب الکبیر اور الادب الصغیر کے نام سے مشہور ہین، چنانچہ ان کتابون کا ذکر علامہ ابن الندیم نے کتاب الفہرست مین کیا ہے،[1]

اہل عجم مین سے ایک اور بڑا صاحب اثر شخص جو منصور کے دربار مین تھا، نوبخت نام ایک آتش پرست تھا، وہ منصور کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا اور دربار مین اوس کو وہ جاہ و اقتدار حاصل تھا کہ اکابر دولت مین گنا جاتا تھا، اس کا خاندان ایک مدت تک علم و فضل کا سرپرست رہا، اور اون کی وجہ سے فارسی زبان کے بہت سے ذخیرے عربی مین آئے، ابو سہل اور حسن بن موسیٰ جو بڑے پایہ کے متکلم تھے، اور جن کے ہان مترجمین کا جمگھٹا رہتا تھا اسی نوبخت کے خاندان سے تھے،[1]

انہی عجمیون مین سے جابرج بن جبریل بھی تھا جو مشہور مترجم گذرا ہے، یہ جندی ساپور مین افسر الاطبا کے منصب پر ممتاز تھا، ۱۴۸ھ مین منصور نے اسکو علاج کے لئے طلب کیا، اور پھر اس کا تمام خاندان دربار مین داخل ہو گیا، منصور نے اس کی یہ قدردانی کی کہ باوجود اس کے کہ اس نے اپنے مذہب کو نہین بدلا تھا دربار کا طبیب مقرر کیا، اور جب مرض الموت کی بیماری مین اس نے وطن کو واپس جانا چاہا، تو سفر خرچ کے لئے پچاس ہزار روپئے عنایت کئے، جابرج پہلا شخص ہے جس نے دولت عباسیہ مین طب کی تصنیفات عربی زبان مین ترجمہ کین[2]، اس کی کوشش سے طب کا بڑا ذخیرہ عربی مین فراہم ہوا، اس نے خود بھی ایک نہایت مفصل اور عمدہ تجربات کی کتاب سریانی زبان مین لکھی، جس کا ترجمہ حنین بن اسحاق نے عربی مین کیا، منصور کے عہد سے

---

[1] کتاب الفہرست صفحہ ۱۱۷، ۱۲۶، ۲۴۴، ۲۴۴ و مروج الذہب ذکر خلافت قاہر باللہ،

[2] جابرج کے لئے دیکھو طبقات صفحہ ۱۲۳ و ۲۰۳،

لیکن ۵۴۴ھ تک یہ خاندان قائم رہا، اور دولت عباسیہ کے اخیر عہد ترقی تک یہ خاندان برابر علوم طبیہ کا سرپرست علم و فضل کا حامی اور دربار کا زیب و زینت رہا،

طب کی کتابون کا ایک اور مشہور مترجم جو منصور کے دربار مین تھا بطریق[1] نام ایک عیسائی تھا، اس نے منصور کے حکم سے یونان کی بہت سی کتابین ترجمہ کین، بقراط اور جالینوس کی تصنیفات کے جو ترجمے اس نے کئے ساتوین صدی ہجری تک متداول رہے[1]،

منصور کے ذوق علمی کا یہ حال تھا کہ یونان کے علوم و فنون کا جو سرمایہ خود اس کے ملک مین بہم پہنچ سکتا تھا اس پر اکتفا نہ کرکے قیصر روم کو خط لکھا چنانچہ اس کی درخواست کے موافق قیصر نے فلسفہ وغیرہ کی بہت سی کتابین منصور کے پاس روانہ کین،

منصور کے ذوق کا یہان تک چرچا پھیلا کہ دور دراز ملکون سے ہر قوم و ملت کے اہل کمال نے اس کے دربار کا رخ کیا، ۱۵۶ھ مین ہندوستان کا ایک بڑا ریاضی دان عالم بغداد مین آیا اور سنسکرت کی مشہور زیچ جس کا نام سدھانتا ہے، اور جس کے متعلق آگے چل کر ہم کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھین گے منصور کی خدمت مین پیش کی، محمد ابن ابراہیم فزاری نے منصور کے حکم سے اس کا ترجمہ کیا، مامون الرشید کے زمانہ تک اعمال کواکب مین اسی زیچ پر اعتماد کیا جاتا تھا[2]،

مذاہب کی تحقیقات کے لئے منصور نے اجازت دی کہ تمام مختلف فرقون کی مذہبی کتابین ترجمہ کی جائین، اس وقت ایران مین جس مذہب کا بہت چرچا تھا وہ مانی کا مذہب تھا، مانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، اور چند کتابین پیش کی تھین کہ خدا کی طرف سے اس پر نازل ہوئی ہین، بادشاہ وقت نے اوس کو قتل کرادیا، اور حکم دیا کہ اس کے

---

[1] بطریق کے لئے دیکھو طبقات صفحہ ۲۰۰، [2] جامع القصص الهندیہ مطبوعہ فرانس،

پیروؤن مین سے ایک متنفس بھی زندہ نہ رہنے پائے، چنانچہ عجم کی اخیر سلطنت تک اس فرقے والے ادھر اودھر مارے مارے پھرے لیکن جب اسلام کا زمانہ آیا تو اُس نے تمام مذاہب کو آزادی دی، اس وقت یہ فرقہ بھی عراق کو واپس آیا، اور چونکہ خالد بن عبداللہ قسری گورنر عراق نے ان پر خاص توجہ کی[۱] وہ امن و اطمینان کے ساتھ اپنے مذہب کی ترویج مین مصروف ہوئے، عباسیہ کا عہد آیا تو مانی کی تمام تصنیفات ملک مین پھیلی ہوئی تھین عبداللہ ابن المقفع اور اور مترجمون نے ان کا عربی زبان مین ترجمہ کیا، مانی کے سوا مجوسیون کے اور بانیانِ مذاہب مثلاً دیصان مرقون کی کتابون کے ترجمے ہوئے، اور یہ پہلا موقع تھا کہ مسلمانون کو دوسری قومون کے مذہب اور مذہبی معلومات سے واقفیت حاصل ہوئی اگرچہ اول اول اس کا یہ اثر ہوا کہ لوگون مین اعتدال سے زیادہ مذہبی آزادی آگئی اور بعض لوگ الحاد کی طرف مائل ہو گئے، یہان تک کہ ابن ابی العرجاء، حماد عجرد، یحییٰ ابن زیاد، مطیع بن ایاس نے مانی وغیرہ کی تائید مین کتابین لکھین[۲]، تاہم منصور نے آزادی کے لحاظ سے کچھ روک نہین کی، اور سچ پوچھو تو اس سے بڑا نفع یہ ہوا کہ مسلمانون مین ایک نیا علم جو علم کلام کہلاتا ہے پیدا ہوا جس کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے الحاد و زندقہ کا راستہ رُک گیا،

اس کی ابتدا یون ہوئی کہ مانی وغیرہ کی کتابون کے پھیلنے سے جب الحاد کی ہوا چلی تو منصور کے فرزند خلیفہ مہدی نے اپنے عہدِ حکومت مین اُس آگ کو آبِ تیغ سے بجھانا چاہا، چنانچہ سیکڑون ہزارون آدمی قتل کرا دیئے، لیکن خیالات کی آزادی جبر و تعدی سے رک نہین سکتی تھی، آخر اُس نے علمائے اسلام کو حکم دیا کہ ملحدون کے رد مین

[۱] کتاب الفہرست صفحہ ۳۳۸، [۲] مروج الذہب ذکر خلافت قاہر باللہ،

کتابین لکھین، اس طرح علم کلام کی بنیاد پڑی، ایک بڑا فائدہ اس سے یہ ہوا کہ مخالفون کے مذہب اور خیالات کے رد کرنے کے لئے ان کی مذہبی تصنیفات سے زیادہ واقفیت حاصل کرنے کی ضرورت پیش آئی اور اس وجہ سے خواہ مخواہ غیر زبانون کے سیکھنے اور ترجمہ کرنے کی ضرورت کا زیادہ تر رواج ہوا،

مہدی کے بعد جب ہٰرون الرشید تخت خلافت پر بیٹھا تو اس وقت تک یونانی، فارسی، سُریانی، ہندی تصنیفات کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہو چکا تھا، ہٰرون الرشید نے اون کو منتظم صورت مین رکھنے کے لئے ایک عظیم الشان محکمہ قائم کیا جس کا نام بیت الحکمۃ رکھا اور ان مین ہر زبان اور ہر مذہب کے ماہرین فن ترجمہ کے کام پر مامور کئے، ان مین فضل بن نوبخت مجوسی بھی تھا اور وہ خاص فارسی کتابون کے ترجمہ پر مامور تھا، رشید کے دور مین فلسفہ کا بڑا سرمایہ ایک خاص وجہ سے ہاتھ آیا، شاہانِ روم کا معمول تھا کہ خلافتِ عباسیہ کو سالانہ نذرانہ بھیجا کرتے تھے۔ نائیس فورس جو رشید کے عہد مین روم کے تختِ سلطنت پر بیٹھا، اس نے نذرانہ بھیجنے سے انکار کیا، اور رشید کو گستاخانہ خط لکھا، اس کے انتقام مین رشید نے ایشیاے کوچک پر جو اس وقت رومیون کا پایۂ تخت تھا پے در پے حملے کئے اور دار السلطنت ہرقلہ کو برباد کر دیا، یونان کے بعد یونانی فلسفہ کی تعلیم و تعلم انہی ممالک مین منتقل ہو کر آگئی تھی، چنانچہ رشید نے انگوریہ اور اموریہ وغیرہ کو فتح کیا تو بے شمار یونانی کتابین ہاتھ آئین، رشید نے اون کو نہایت احتیاط سے محفوظ رکھا، اور اس زمانہ کے مشہور مترجم کو جس کا نام یوحنا بن ماسویہ تھا، ان کے ترجمہ پر مامور کیا[1]، یہ تمام کتابین خزانۃ الحکمۃ مین داخل کی گئین، اور یوحنا خزانۃ الحکمۃ کا افسر

[1] طبقات صفحہ ۱۷۵،

مقرر کیا گیا،

سنسکرت کی علمی تصنیفات اگرچہ منصور کے عہد مین بغداد پہنچ چکی تھین لیکن اس زمانہ مین اور نئے سامان پیدا ہوگئے، ہارون الرشید ایک دفعہ سخت بیمار پڑا اور گو بغداد طبیبون سے معمور تھا تاہم اوس کو کسی کے علاج سے شفا نہین ہوئی، اس وقت ہندوستان کا ایک طبیب جو فلاسفر بھی تھا شہرتِ عام رکھتا تھا، اور چونکہ دربارِ خلافت اور فرمانروایانِ ہندوستان سے دوستانہ مراسم قائم تھے، اور باہم خط کتابت رکھتے تھے، سب نے اس کے بلانے کی رائے دی، غرض وہ طبیب طلب کیا گیا اور بغداد مین برامکہ کا جو ہسپتال تھا اس کا مہتمم اور افسر مقرر کیا گیا، سنسکرت کی علمی کتابین اکثر اوس نے ترجمہ کرائین، چنانچہ شسترت کی کتاب جو ۱۰ بابون مین ہے، اور سامیکا جس مین زہرون کے علاج کا بیان ہے اس نے ترجمہ کی[۱]، رشید کے دربار مین اور بھی ہندو طبیب تھے جن کی وجہ سے ویدک کی معلومات عربی زبان مین منتقل ہوئین، ان مین سے صالح (اصلی نام سالی ہوگا) کا حال علامہ ابن ابی اصیبعہ نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے،

ہارون کے بعد مامون کا دور آیا اور اس کی بدولت عربی زبان تمام دنیا کے علوم و فنون سے مالامال ہوگئی، مامون کی شہزادگی اور ابتدائی خلافت کا زیادہ زمانہ مرو مین گذرا، مامون مان کی طرف سے عجمی نژاد تھا، اور عجم کی صحبت مین رہکر خود بھی عجمی بن گیا تھا، ہر ہر بات مین وہ شاہانِ عجم کی تقلید کرتا تھا، اور اردشیر کا آئین سلطنت اسکا دستورالعمل تھا[۲]، دربار مین جس قدر وزرا اور اُمرا تھے مجوسی النسل تھے جن مین سے اکثر اس کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئے تھے، ان باتون کے ساتھ چونکہ وہ علومِ قدیمہ کا نہایت شائق تھا اسلئے

---

[۱] طبقات جلد دوم صفحہ ۳۳ و کتاب الفہرست صفحہ ۲۰۳ و ۲۴۵، [۲] مسعودی ذکر خلافت قاہر باللہ،

فارسی لٹریچر اور علوم و فنون کا بے انتہا سرمایہ اس کے خزانہ مین جمع ہو گیا۔ ۲۰۴ھ مین وہ خراسان سے بغداد مین آیا، یہان یونانی فلسفہ کا زور تھا، اس نے اس مین بھی کمال بہم پہنچایا اور خزانۃ الحکمۃ کو زیادہ وسعت دی، فلسفہ کے ساتھ اس کی شیفتگی اس حد تک پہونچی کہ ایک دن خواب مین دیکھا کہ ایک شخص جس کا یہ حلیہ ہے، اسفید رنگ کشادہ پیشانی، پیوستہ ابرو، آنکھون مین سیاہی کے ساتھ نیلا پن تخت پر بیٹھا ہے، مامون نے ہیبت زدہ ہو کر نام پوچھا، اس نے کہا، ارسطو، مامون خوشی سے پھڑک اٹھا، اور اس سے سوال و جواب کئے، اس خواب نے مامون کو فلسفہ کا اور دلدادہ بنا دیا، چنانچہ ۲۱۰ھ مین[۱] قیصر روم کو خط لکھا کہ ارسطو وغیرہ کی جس قدر کتابین بہم پہنچ سکین بھیجائی جائین، یہ وہ زمانہ تھا کہ خلفاے عباسیہ کے خطوط قیصر روم پر فرمان کا اثر رکھتے تھے، قیصر تعمیل ارشاد پر آمادہ ہوا، اور کتابون کے بہم پہنچانے کی کوشش کی، ایک عیسائی خانقاہ نشین نے پتہ دیا کہ یونان مین ایک مکان ہے جو قسطنطین کے زمانہ سے مقفل چلا آتا ہے، قسطنطین نے اس مین فلسفہ کی کتابین اس خیال سے بند کرا دی تھین کہ فلسفہ سے مذہب عیسوی کو ضرر پہنچتا ہے، قیصر کے حکم سے یہ مکان کھولا گیا تو بہت سی کتابین نکلین، قیصر کو حسد ہوا کہ یہ گنجینۂ بے بہا مسلمانون کے ہاتھ مین جاتا ہے، لیکن درباریون نے تسکین کر دی کہ یہ بلا (فلسفہ) جہان جائیگی آفت لائے گی، غرض پانچ اونٹ پر لد کر یہ کتابین دار الخلافہ کو روانہ کی گئین[۲]،

مامون نے اپنے قاصدون کے ساتھ، اُن بڑے بڑے مترجمون کو بھی بھیجا تھا، جو خزانۃ الحکمۃ کے مہتمم اور یونانی و سریانی زبان مین کمال رکھتے تھے، چنانچہ ان مین سلما،

---

[۱] مقریزی جلد دوم صفحہ ۵۴، و کتاب الفہرست صفحہ ۲۴۳، [۲] یہ تفصیل ناسخ التواریخ حالات ارسطو کے بیان مین مذکور ہے،

حجاج بن مطر، ابن البطریق بھی تھے، مامون کے دربا مین اگرچہ مترجمون کا ایک گروہ کثیر موجود تھا لیکن چونکہ اس وقت تک ترجمہ مین اکثر لفظی رعایت کا رواج تھا یعنی مترجمین لفظ کے مقابلہ مین لفظ رکھ دیتے تھے، مامون کو ایسے مترجم کی تلاش تھی جو خود ان فنون مین اجتہاد کا درجہ رکھتا ہو، تاکہ ترجمہ کے ساتھ کتاب کے اصلی مشکلات کو بھی حل کر دے، ایسے شخص اس زمانہ مین صرف دو تھے، حنین[۱] و یعقوب[۲] کندی،

حنین

حنین کی لائف جہان تک اس موقع سے تعلق رکھتی ہے یہ ہے کہ وہ ایک صراف بچہ عیسائی تھا، اور حیرۃ مین جو عراق کا ایک مشہور شہر ہے سکونت رکھتا تھا، چونکہ اس وقت عیسائیون کی بدولت در و دیوار سے تعلیم کی صدا آتی تھی، اس نے ہوش سنبھال کر طب کے سیکھنے کی طرف توجہ کی، اس زمانہ مین یونانی فلسفہ کا بڑا ماہر یوحنا ابن ماسویہ تھا، جو ہارون رشید کے خزانۃ الحکمۃ، اور دفتر ترجمہ کا افسر تھا، حنین اس کے حلقۂ درس مین پہنچا، لیکن چند روز کے بعد اُستاد شاگرد مین رقیبانہ شکر رنجی ہوگئی، یوحنا نے کہا کہ تم جا کر صرافی کی دوکان کھولو تم کو علم نہین آسکتا حنین غمزدہ ہو کر روتا اُٹھا، اور دل مین ٹھان لی، کہ یونانی زبان مین وہ کمال پیدا کرون گا کہ تمام ملک مین کسی کو ہمسری کا دعویٰ نہ ہو، ممالک اسلامیہ مین اسوقت یونانی زبان کا مرکز اسکندریہ تھا، وہان یونانی علم ادب اور فلسفہ کی تعلیم کی بہت سے درسگاہین تھین، اس کے علاوہ یونانی نہایت کثرت سے وہان آباد تھے، اس لئے اس نے اسکندریہ کا رُخ کیا، اور وہان رہکر یونانی زبان حاصل کی، چنانچہ یونان کے مشہور شاعر ہومر کا کلام حفظ یاد کیا کرتا تھا، اس کے بعد عربیت کی تکمیل کے لئے بصرہ مین آیا یہان خلیل بصری، جو عربی علم نحو کا موجد ہے، نحو کا درس دیتا تھا، اور سیبویہ وغیرہ اس کے حلقۂ درس مین بیٹھتے تھے، حنین نے عربی پڑھنی شروع کی، اور اس مین بھی نہایت کمال پیدا کیا،

فارسی اس کی ملکی زبان تھی، غرض حنین کا ابھی آغاز شباب تھا کہ اس کی شہرت دور دور پھیل گئی
چنانچہ مامون کو جب ترجمہ کے لئے تلاش ہوئی تو لوگون نے اس کا نام لیا، مامون نے اس کو
بلا کر بیش بہا انعامات دیئے اور ترجمہ کی خدمت متعلق کی مشہور ہے کہ انعامات وغیرہ کے علاوہ
مامون ہر کتاب کے ترجمہ کے صلے مین کتاب کے برابر تول کر سونا دیتا تھا، اور شاید یہی
وجہ تھی کہ حنین ان ترجمون کو نہایت گندہ کاغذ پر لکھواتا تھا، اور خط نہایت جلی، اور
صفحہ مین صرف چند سطرین ہوتی تھین،

حنین کو یونانی کتابون کے مہیا کرنے اور ترجمہ کرنے کا عشق تھا، کتابون کی تلاش
مین اس نے ایشیاے کوچک کا ایک ایک شہر چھان مارا یہان تک کہ انتہاے آبادی
تک پہنچا، خود اس کا بیان ہے کہ جالینوس کی کتاب البرہان کی تلاش مین مین نے یہ
کوشش کی کہ جزیرہ اور شام کے ایک ایک شہر مین دورہ کیا، فلسطین و مصر مین جستجو کی، اسکندریہ
گیا، ان تمام کوششون پر صرف آدھی کتاب ہاتھ آئی، اور وہ بھی نامرتب اور پریشان،
ترجمہ کے شوق کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جب اس کی عمر ۴۸ برس کو پہنچی تو وہ جالینوس
کی ۱۲۱ کتابون اور رسالون کا ترجمہ کر چکا تھا[1]، حنین ۱۹۴ھ مین پیدا ہوا اور ستر برس کی عمر پاکر
۲۶۴ھ مین وفات پائی،

مامون کے دربار کا دوسرا مشہور مترجم یعقوب کندی تھا، یعقوب کندی وہ شخص
تھا کہ علماے اسلام نے اسی کو فیلسوف (فلاسفر) کا لقب دیا، بوعلی سینا اور ابن رشد اس
لقب کے مستحق نہین سمجھے گئے، ابن الندیم نے (کتاب الفہرست صفحہ ۲۹۴) اسکا
مستقل تذکرہ لکھا ہے،

---

[1] حنین کے متعلق یہ پوری تفصیل مین نے طبقات الاطبا تذکرہ حنین اور تذکرہ جالینوس سے لکھی ہے،

یعقوب

یعقوب کندی کے بدولت عرب پر سے یہ اعتراض اٹھ گیا کہ اب تک نسل عرب سے کوئی شخص غیر زبانون کا ماہر یا حکیم و فلاسفر نہین پیدا ہوا۔ مامون الرشید کے زمانہ سے چوتھی صدی کے آغاز تک تمام مسلمانون مین اس کی تصنیفات رائج تھین۔ اور ارسطو کی تصنیفات کے ہم پلہ خیال کیجاتی تھین، وہ یونانی زبان کا بہت بڑا ماہر تھا، اور یونانی، فارسی، سنسکرت کے علوم و فنون مین کمال رکھتا تھا، اس نے فلسفہ کی بہت سی کتابین ترجمہ کین، اور بڑا کام یہ کیا کہ اصل کتاب مین جو مشکلات اور پیچیدگیان تھین اون کے عقدے حل کر دیئے[۱] مامون نے اس کو خاص ارسطو کی کتابون کے ترجمہ پر مامور کیا، کیونکہ ارسطو کے فلسفہ کا سمجھنے والا اس سے بڑھکر کون ہو سکتا تھا، علامہ ابن الندیم اور ابن ابی اصیبعہ نے اس کی تصنیفات کا ذکر نہایت تفصیل سے کیا ہے، جس سے اس کے حکیم اور فلاسفر ہونے کی تصدیق ہو سکتی ہے لیکن یہ اس کے لکھنے کا محل نہین،

اسی زمانہ مین قسطا بن لوقا ایک عیسائی فاضل نے فلسفہ وغیرہ مین بہت کمال حاصل کیا، وہ یونانی نسل سے تھا، اور یونانی زبان مین نہایت فصاحت سے تقریر کرتا تھا، اس کے ساتھ چونکہ بچپن سے شام مین پرورش پائی تھی، عربی زبان مین بھی اوس کو کمال حاصل تھا، وہ یونانی فلسفہ کا نہایت دلدادہ تھا، چنانچہ خاص اس غرض کے لئے اس نے ایشیائے کوچک کا سفر کیا، اور یونانی علم کی بہت سی کتابین بہم پہنچائین، مامون نے اس کا حال سن کر بلا بھیجا، اور بیت الحکمۃ مین ترجمہ کے کام پر مامور کیا، علامہ ابن ابی اصیبعہ نے لکھا ہے کہ اس نے یونان کی بہت سی کتابین عربی مین ترجمہ کین اور پچھلے ترجمون کی اصلاح کی[۲]

---

[۱] یعقوب کندی کیلئے دیکھو طبقات الاطبا جلد اول صفحہ ۲۰۷ کتاب الفہرست صفحہ ۲۵۵ اور مونک جسا فرانسیسی کی کتاب،
[۲] دیکھو طبقات الاطبا صفحہ ۲۴۴ جلد اول و مختصر الدول حالات یعقوب کندی و کتاب الفہرست صفحہ ۲۹۵،

یہ تمام سامان تو یونانی کتابون کے ترجمہ کے تھے، فارسی اور پہلوی کے ترجمہ کے لئے مامون نے مجوسی خاندان کے اہل کمال فراہم کئے، سہل بن ہارون ایک مجوسی تھا، جو مجوسیون کے علوم و فنون کا بہت بڑا ماہر تھا، اس کے ساتھ عربی زبان کا ایسا انشا پرداز تھا کہ اس زمانہ کے نہایت فصیح و بلیغ لوگون مین شمار کیا جاتا تھا، یہان تک کہ جاحظ اس کی استادی کا اعتراف کرتا تھا، چنانچہ علامہ ابن الندیم نے اس کا نام انشا پردازون ہی کے ذیل مین لکھا ہے، اس نے کلیلہ دمنہ کے طرز پر ایک کتاب لکھی جس کا نام ثعلہ و عفرا رکھا، مامون نے اس کو خزانۃ الحکمۃ مین مقرر کیا، اور فارسی کتابون کے ترجمہ کی خدمت دی، سہل کا بھائی سعید بھی نہایت فصیح و بلیغ تھا، مامون نے اس کو بھی خزانۃ الحکمۃ مین ترجمہ کے کام پر مامور کیا، [1] شاکر کا خاندان بھی خزانۃ الحکمۃ مین کام کرتا تھا، لیکن ان لوگون نے ترجمہ کے کام کو اس قدر وسعت دی کہ ہم آگے چل کر اون کا جداگانہ تذکرہ کرین گے، ان کے سوا سلما، اور ابن البطریق، و علان شعوبی وغیرہ خزانۃ الحکمۃ مین ملازم تھے، ایک ایسا محکمہ جس مین یعقوب کندی، حنین، قسطا ابن لوقا، سہل بن ہرون، سعید بن ہرون، سلما، ابن البطریق، حجاج ابن مطر، علان شعوبی جیسے ارباب کمال ملازم اور کارپرداز ہون اُس کی وسعت اور خوبی کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے،

مامون کے عہد مین علوم عقلیہ، اور دوسری زبانون سے واقفیت کا ایک اور خاص سبب تھا، برمکیون کی بدولت مناظرہ کی مجلسون کا جو طریقہ تمام ملک مین جاری تھا ہرون الرشید نے اپنے اخیر زمانہ مین فقہا کے کہنے سے بند کرا دیا تھا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ فلسفہ وغیرہ کی طرف سے لوگون کا میلان کم ہو چلا، مامون کے زمانہ سے پہلے یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ دنیا مین

---

[1] ان دونون کا حال فہرست ابن الندیم صفحہ ۱۲۰ مین مذکور ہے،

اسلام بزور شمشیر پھیلا، کیونکہ اگر اسلام خود اپنی خوبیون کی وجہ سے پھیل سکتا، تو لوگون کو مناظرہ اور مباحثہ سے کیون روکا جاتا، مامون نے یہ شہرہ سنکر بغداد مین ایک بہت بڑا مجمع کیا، اور تمام ملک مین جس قدر پیشوایانِ مذہب اور مختلف فرقون کے لوگ تھے سب طلب کیئے گئے، فرقۂ مانویہ کا سردار جس کا نام یزدان بخت تھا رے سے بلایا گیا، اور مامون نے اس کو خاص ایوانِ شاہی کے قریب اتارا، اس جلسہ مین علماے کلام نے تمام مخالفینِ اسلام پر فتح حاصل کی[۱] اور لوگون پر علانیہ ثابت ہو گیا کہ اسلام کی اشاعت تلوار سے نہین بلکہ زبان و قلم سے ہوئی، اور ہوسکتی ہے، اس کے بعد مامون نے نہایت فراخ حوصلگی سے حکم دیا کہ تمام ملک مین مناظرہ اور بحث کے عام جلسے قائم کیئے جائین، اور ہر فرقہ اور ہر مذہب کے لوگون کو عام اجازت دیجائے کہ اپنے مذہب کا اثبات اور دوسرے مذاہب پر نکتہ چینی کرین، ان مجلسون کی وجہ سے تمام مسلمانون کو فلسفہ اور علومِ عقلیہ کی طرف میلان ہوا، کیونکہ دوسرے مذاہب کے رد کرنے کے لئے فقہ اور حدیث وغیرہ کام نہین آسکتے تھے اس کے ساتھ چونکہ دوسری قومون کے مذہبی مسائل معلوم کیئے بغیر ان کے مذہب کا رد نہین ہوسکتا تھا، اس لئے خواہ مخواہ دوسری قومون کی زبان سیکھنی پڑی،

مامون کے بعد معتصم تختِ حکومت پر بیٹھا، وہ جاہل محض اور سپاہیانہ مذاق کا آدمی تھا اگرچہ اس کے عہد مین سلطنت کی شان و شوکت کو نہایت ترقی ہوئی، رومیون پر اس نے آٹھ متواتر حملے کیئے اور عموریہ کے معرکہ مین تو گویا رومیون کی سلطنت کی جڑ ہلا دی، لیکن علمی فتوحات کو کچھ ترقی نہ دے سکا، البتہ عقلی علوم مین کچھ مزاحمت بھی نہین کی، اسلیئے

---

[۱] ان حالات کے لئے دیکھو کتاب الملل والنحل لیحیی المرتضی اور مروج الذہب مسعودی ذکر خلافت قاہر باللہ و کتاب الفہرست صفحہ ۳۳۰،

جو لوگ اپنے شوق سے ان کامون مین مصروف تھے بدستور مصروف رہے لیکن جب معتصم کے بعد ۲۲۷ھ مین خلیفہ واثق باللہ
مسند آرا ہوا تو ترجمہ کے کام کو نئے سر سے رونق حاصل ہوئی، وہ تقلید کا سخت مخالف تھا اور ہر فرقہ و ہر مذہب کو
آزادی سے اظہار خیالات کا مجاز کیا تھا، تمام بڑے بڑے مشہور مترجم اور فلاسفر اسکے دربار مین حاضر رہتے تھے اور
اون سے فلسفیانہ بحثین کرتا تھا، چنانچہ ایک صحبت کا حال جسمین ابن بختیشوع، ابن ماسویہ، میخائیل، حنین
ابن اسحق، سلمویہ وغیرہ بھی موجود تھے، علامہ مسعودی نے نہایت تفصیل سے لکھا ہے، حنین بن اسحاق سے
وقتاً فوقتاً اس نے جو علمی مسائل دریافت کئے اون کو حنین نے ایک مستقل کتاب مین لکھا ہے
جس کا نام کتاب المسائل الطبیعیہ ہے، یوحنا بن ماسویہ مشہور مترجم جس کو ہارون الرشید نے
خزانۃ الحکمۃ کا افسر مقرر کیا تھا، واثق نے اوس کو اپنا ندیم خاص قرار دیا، اور دولت و مال سے
مالا مال کر دیا، چنانچہ ایک موقع پر تین لاکھ درہم عطا کئے[1]۔ واثق کے بعد **متوکل باللہ** خلیفہ ہوا
وہ اگرچہ محض ملایانہ طبیعت کا آدمی تھا، چنانچہ مناظرہ کے جلسے بالکل بند کرا دیئے، لیکن ترجمہ
کے کام پر اس کو بھی توجہ رہی، حنین بن اسحاق کو ترجمہ کے محکمہ کا افسر مقرر کیا، اور بہت سے
زباندان مترجم جن مین اصطفن بن بسیل اور موسیٰ بن خالد بھی داخل تھے اس کی ماتحتی مین
دیئے، یہ لوگ ترجمہ کرتے تھے اور حنین اون کو اصلاح کی نظر سے دیکھتا تھا، اور درست کرتا تھا[2]
متوکل نے حنین کی قدردانی بھی بے انتہا کی، اس کے رہنے کے لئے خاص شاہی ایوانات
مین سے تین بڑے بڑے محل عنایت کئے اور اس خیال سے کہ آیندہ کوئی اس کے قبضہ سے
نکالنے نہ پائے شرعی گواہی کرا دی، یہ بھی حکم دیا کہ وہ ہر قسم کے اسباب و سامان سے سجا
دیئے جائین، اور کتب خانہ بھی وہین مہیا کر دیا جائے، اس کے ساتھ پندرہ ہزار ماہوار تنخواہ
مقرر کر دی، متوکل کے بعد عباسیون کی سلطنت برائے نام رہ گئی، لیکن اس سلسلہ سے الگ

---

[1] مروج الذہب مسعودی ذکر خلافۃ واثق باللہ و طبقات الاطباء تذکرہ یوحنا بن ماسویہ، [2] طبقات الاطباء جلد اول صفحہ ۱۸۹،

جو اسلامی حکومتین قائم ہوتی گئین، اون کو ہمیشہ اس کام کی طرف توجہ رہی،

سیف الدولہ کے دربار مین عیسیٰ رقی اس خدمت پر مامور تھا، اور سریانی سے عربی مین ترجمہ کرتا رہتا تھا[1]، اندلس مین عبدالرحمن ناصر ترجمہ کا بڑا شائق تھا، چنانچہ اس کے عہد کے بعض کارنامے آگے آئین گے، سامانی خاندان نے پہلوی زبان سے تاریخ کا بہت کچھ سرمایہ مہیا کیا تھا، اور درحقیقت یہی سرمایہ تھا، جس سے فردوسی نے شاہنامہ کی نقش آرائی کی، **ہندوستان** مین سلطان فیروزشاہ جب ۷۶۲ھ مین جوالا مکھی پہاڑ کی سیر کو گیا تو معلوم ہوا کہ یہان کے بتخانہ مین ۱۳ سو سنسکرت کی قدیم تصنیفات موجود ہین، فیروزشاہ نے وہ کتابین حضور مین طلب کین اور اون کے ترجمہ کا اہتمام کیا، نجوم کی ایک کتاب کا ترجمہ عزالدین نے نظم کیا، اور دلائل فیروزی نام رکھا، یہ کتابین اکثر موسیقی اور کشتی کے فن مین تھین، عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ مین لکھا ہے کہ ۱۰۰۱ھ مین جب مین لاہور پہنچا تو یہ ترجمہ شدہ کتابین میری نظر سے گذرین، **اکبر شاہ** کو سنسکرت کی کتابون کا جو اہتمام تھا، وہ عام طور سے مشہور ہے، خلفا اور سلاطین کے علاوہ اکثر ارباب دولت نے بھی اس صیغہ کو بہت وسعت دی، اور ان مین سے بعضون کا تذکرہ اس مقام پر ضرور ہے،

اس فخر کا طرہ جس کے سر پر ہے، وہ برامکہ کا خاندان ہے، اور انصاف یہ ہے کہ دولت عباسیہ مین جو کچھ کام ہوا اس کا بڑا حصہ برامکہ ہی کی بدولت تھا، اس خاندان کا مورث اعلیٰ برمک بلخ کے مشہور آتشکدہ کا جس کو مجوسی کعبہ کا جواب سمجھتے تھے، مہتمم اور افسر تھا، اس کا بیٹا خالد اسلام لایا اور دولت عباسیہ کے آغاز مین وزیر رہکر منصور کے زمانہ مین قضا کی، خالد کا بیٹا یحییٰ بن خالد، ہرون الرشید کے عہد تک وزارت پر ممتاز رہا، چونکہ یہ خاندان اصل مین

---

[1] طبقات الاطبا، جلد دوم صفحہ ۱۴۰،

مجوسی تھا، اور آتش کدہ کے تعلق سے مجوس کی کل قوم سے ان کو واسطہ رہا تھا، اس لئے فارسی کا سرمایۂ علمی جس قدر وہ مہیا کرسکتے تھے، کوئی شخص نہین کرسکتا تھا،

ایک بڑا سبب اون کے زمانہ مین ترجمون کی ترویج کا یہ ہوا کہ اسلام مین سب سے پہلے اسی خاندان نے علمی عام جلسون کی بنیاد ڈالی، یحیٰی بن خالد خود اپنے ہان مناظرہ کی مجلس منعقد کراتا تھا، جس مین ہر فرقہ اور ہر قوم کے آدمی شامل ہوتے تھے، اور جو نہایت ترتیب اور حسنِ انتظام سے انجام پاتی تھی، یحیٰی کے دربار مین ہشام بن حکم مشہور متکلم تھا جس کو مجلس کا سکریٹری مقرر کیا تھا،[1] یحیٰی پہلا شخص ہے جس نے ہندوستان کے پنڈتون، فلاسفرون، اور طبیبون کو طلب کیا،[2] اور ان سے سنسکرت کی کتابون کے ترجمے کرائے، کلیلہ دمنہ کا دوسرا ترجمہ جو عبداللہ بن ہلال اہوازی نے ۱۶۵ھ مین کیا، یحیٰی کے حکم سے کیا، مجسطی کا سب سے اول ترجمہ اسی کے حکم سے کیا گیا، معلوم ہوتا ہے کہ یحیٰی خود ان فنون مین کمال رکھتا تھا، ابن الندیم نے لکھا ہے کہ جب مجسطی کے متعدد ترجمے اس کے سامنے پیش ہوئے، تو اس نے سب کو ناپسند کیا، اور ابوحسان و سلما کو حکم دیا کہ دوبارہ ان کی اصلاح کرین، چنانچہ ان دونون نے بہت سے اعلیٰ درجہ کے مترجم جمع کئے اور اون کے ترجمون کا باہم موازنہ اور مقابلہ کرکے ایک نہایت عمدہ نسخہ مرتب کیا، برامکہ کے خاص مترجم سلام ابرش، عبداللہ بن ہلال، مانک ہندو، ابن دہن ہندو وغیرہ تھے، عمر بن فرخان جس کو رئیس المترجمین کا لقب حاصل ہے، اسی دربار کا مترجم تھا،

دوسرا خاندان جس نے ترجمہ کے کام مین مدد دی موسیٰ ابن شاکر کا خاندان ہے، موسیٰ اصل مین ایک رہزن تھا، اور اسی پیشہ پر اس کی بسر اوقات تھی، اخیر مین اس نے

[1] کتاب الفہرست صفحہ ۱۷۵، [2] ایضاً صفحہ ۲۴۵،

توبہ کی، اور غالباً بہادری کے جوہر کی وجہ سے مامون کے دربار مین ملازم ہوگیا، چند روز کے بعد
تین اولاد چھوڑ کر مر گیا، مامون کا ایک یہ بھی اصول تھا کہ وہ ہونہار نسلون کی پرداخت اور
تربیت بڑے اہتمام سے کرتا تھا، چنانچہ عجم کے بہت سے خاندان مثلاً سامانی خاندان، آلِ
طولون وغیرہ اسی کی تربیت کی وجہ سے بڑے بڑے مناصب پر پہنچے اور اون کے ہاتھ سے بڑے
بڑے کام انجام پائے، مامون نے موسیٰ کی اولاد کی تربیت بڑے اہتمام کے ساتھ کی یہانتک
کہ جب وہ ایشیاے کوچک کی لڑائیون مین مصروف تھا تو اس وقت بھی وہان سے انکی
خبرگیری کے متعلق اس کے احکام آتے رہتے تھے، غرض یہ تینون بھائی جن کے نام محمد، حسن،
احمد تھے، بڑے صاحب کمال ہوئے، محمد تمام علوم قدیمہ کا ماہر تھا، احمد نے خاص مکانک کے
علم مین وہ بات پیدا کی اور وہ مسائل ایجاد کئے کہ یونانیون کے خیال مین نہین آئے تھے، اسکی
کتاب الحیل اس بات کی پوری دلیل ہے، حسن کو ہندسہ مین کمال تھا، اور بہت سے مسائل
ایجاد کئے تھے، جن مین سے ایک زاویہ کا تین مساوی حصون مین تقسیم کرنا ہے،

اس فضل وکمال کے ساتھ ان کو یونانی علوم وفنون کے ترجمہ کی طرف توجہ ہوئی اور
اس مین اس قدر انہماک ہوا کہ اپنی تمام طاقت اس پر صرف کردی، خوش قسمتی سے دولت
اور مال نے بھی ان کا ساتھ دیا تھا، چنانچہ صرف بڑے بھائی کی سالانہ آمدنی چار لاکھ اشرفیان
تھین، ان لوگون نے ایشیاے کوچک کے تمام شہرون مین کارندے بھیجے اور بیشمار کتابین
بہم پہنچائین، نہایت دور و دراز مقامات سے جہان کسی مترجم کا پتہ لگا بلوا کر ترجمہ پر مامور
کیا، ثابت بن قرہ جو اپنے زمانہ مین راس المترجمین تھا، اسی خاندان کا تربیت یافتہ تھا،
ثابت نے علاوہ ترجمہ کے بہت سے قدیم ترجمون کی اصلاح کی، اور آج اکثر اس کی اصلاح کردہ

---

[۱] اس تمام تفصیل کے لئے دیکھو کتاب الفہرست صفحہ ۲۴۳ و ۲۷۱، و تاریخ الحکماء جمال الدین القفطی،

کتابین موجود ہین، ثابت صرف مترجم نہین بلکہ خود حکیم اور صاحب تصنیف تھا، اس کی تصنیفات سریانی زبان مین بھی موجود ہین، ثابت کا ایک شاگرد عیسیٰ بن اسید جو عیسائی مذہب رکھتا تھا سریانی مین نہایت کمال رکھتا تھا، چنانچہ اس نے سریانی زبان کی بہت سی کتابین ترجمہ کین،

ان لوگون کے سوا جن قدردانون نے ترجمہ کے صیغہ کو وسعت دی اون کے نام اور مختصر حالات ذیل کے نقشہ سے معلوم ہون گے[1]

نام	کیفیت
محمد بن عبد الملک الزیات	یہ خلیفہ معتصم باللہ کا وزیر تھا، بہت سی یونانی کتابون کے ترجمے اس کے اہتمام سے ہوئے بڑے بڑے مشہور مترجم مثلاً یوحنا، جبریل، بختیشوع، داؤد بن سرابیون، سلمویہ، الیسع، اسرائیل بن زکریا، حبیش بن الحسن وغیرہ نے اس کے لئے کتابین ترجمہ کین، اس کام مین اس کے دس ہزار ماہوار صرف ہوتے تھے،
شیر شوع بن قطرب	جندی سابور کا رہنے والا تھا، مترجمون پر نہایت فیاضی کرتا تھا، اس نے زیادہ تر سریانی زبان سے ترجمے کرائے،
علی بن یحییٰ معروف ابن المنجم	مامون کا منشی اور ندیم تھا، اس کو خاص طب کی کتابون کی طرف میلان تھا،
تادری	یہ بغداد کا بشپ تھا، کتابون کے جمع کرنے اور ترجمہ کرانے کا نہایت شائق تھا
محمد بن موسیٰ بن عبد الملک	یہ خود بہت بڑا فاضل تھا، اور کتابون کی خوبی اور برائی کی نہایت صحیح جانچ کرتا تھا،

[1] اس فہرست کے لئے دیکھو طبقات الاطباء جلد اول صفحہ ۲۰۳،

کیفیت	نام
عراق کا رہنے والا تھا، یونانی کتابون کا زیادہ تر شائق تھا،	عیسیٰ بن یونس کاتب
مترجمون کو بیش بہا انعامات اور صلے دیتا تھا،	احمد بن محمد المعروف بہ ابن المدبر
ایضاً	علی المعروف بہ قیوم
خاص کر یونانی کتابون کا زیادہ شائق تھا،	ابراہیم بن علی بن موسی الکاتب
ترجمہ کے ساتھ اس کو بے انتہا شغف تھا،	عبداللہ بن اسحٰق
بغداد کے تمام اطبا مین کوئی شخص دولت و مال کے لحاظ سے اس کا ہمسر نہ تھا، دس پندرہ لاکھ سال کی آمدنی تھی، جالینوس کی اکثر کتابین اس کے لئے ترجمہ کی گئین،	بختیشوع بن جبریل

رفتہ رفتہ اس مذاق کو اس قدر ترقی ہوئی کہ سلاطین اور امرا کی طرف سے کسی قسم کی ترغیب اور تحریص کی ضرورت نہین رہی اکثر ارباب کمال خود اپنے شوق سے غیر زبانین سیکھتے تھے اور کتب علمیہ کے ترجمے کرتے تھے، ان مین سے سعید بن یعقوب جو ۳۰۲ھ مین بغداد اور مکہ و مدینہ کے ہسپتالون انسکپٹر جنرل تھا اور عیسیٰ ابن یونان المتوفی ۳۶۰ھ جس نے سریانی زبان سے بہت سی کتابین ترجمہ کین اور یحییٰ بن عدی جو حکیم فارابی کا شاگرد اور سریانی زبان کا بہت بڑا ماہر تھا، اور ابو علی بن زرعہ جو بہت بڑا منطقی اور مترجم تھا زیادہ مشہور ہین، چنانچہ علامہ ابن ابی اصیبعہ نے اون کے حالات کسی قدر تفصیل سے لکھے ہین، اخیر زمانہ مین مختلف اسباب کی وجہ سے سنسکرت کے علمی خزانون پر زیادہ دسترس ہوا، سلطان علی مرد کے زمانہ مین ایک پنڈت جس کا نام بھوجر تھا، مسلمانون سے مباحثہ کرنے کے لئے بنارس سے روانہ ہوا، اور شہر الکفوت پہونچ کر قاضی رکن الدین سمرقندی سے ملاقات کی، مباحثہ کا ارادہ چھوڑ کر قاضی صاحب سے عربی پڑھنی شروع کی، اور ایک

کتاب جس کا نام ابزرت کنڈ تھا، ان کی خدمت مین نذر گذرانی، قاضی صاحب نے اس کے مطالب سنے تو ایسے گرویدہ ہوئے کہ بھوجر سے سنسکرت پڑھنی شروع کی، سنسکرت مین کمال حاصل کرکے اس کتاب کا ترجمہ کیا، لیکن بعض بعض مقامات نا حل شدہ رہ گئے، اتفاق سے بھوجر کا ایک شاگرد جس کا نام ابنھوانا تھ تھا ہندوستان سے چل کر اس طرف آنکلا، ایک سنسکرت دان عالم نے اس سے یہ کتاب پڑھی، اور عربی زبان مین اس کا دوبارہ ترجمہ کیا اور مرآۃ المعانی لادراک العالم الانسانی اس کا نام رکھا، مین نے خود اس ترجمہ کا ایک قدیم نسخہ دیکھا ہے،[۱]

محمد بن اسمٰعیل تنوخی ایک عالم نے ہیئت و نجوم سیکھنے کے لئے خود ہندوستان کا سفر کیا، اور برسون وہان رہکر ان علوم کی تحصیل کی، اس قسم کی اور بھی مثالین ہین، لیکن اس سلسلہ مین ابو ریحان بیرونی کا قدم سب سے آگے ہے، پروفیسر زخاؤ، جرمنی کا نہایت مشہور عالم ہے، اس نے بیرونی کی کتاب الہند کے دیباچہ مین لکھا ہے، کہ سکندر کے ساتھ جو یونانی مصنف موجود تھے اونھون نے ہندوستان کے متعلق کچھ لکھا ہے، چینی مسافرون نے بھی خود اپنی ذاتی واقفیت سے اس ملک کے حالات قلمبند کئے، لیکن لیکن ابو ریحان بیرونی نے جب ہندوستان کا سفر کرکے وہان کے علوم و فنون اور رسم و عادات پر کتاب لکھی تو تمام پچھلی تصنیفین بازیچۂ اطفال بن گئین،

بیرونی

ابو ریحان بڑا ریاضی دان عالم تھا، اور شیخ بو علی سینا کا معاصر اور بہت سے علوم مین اوس کا حریف مقابل تھا، اس نے ہندوون کے علوم حاصل کرنے کے لئے جو محنتین اوٹھائین وہ حقیقت مین تعجب انگیز ہین، خود اس کا بیان ہے" اس زبان کے سیکھنے مین مجھکو نہایت مصیبتین پیش آئین، ہندوون کا تعصب اس قدر بڑھا ہوا ہے، جس کی کچھ

[۱] جامع القصص الہندیہ،

انتہا نہین، وہ ہم مسلمانون کو ملیچھ کہتے ہین، ہم سے جو چیز چھو جائے ان کے نزدیک ناپاک ہو جاتی ہے، وہ اپنے بچون کو ہمارے نام سے ڈرلتے ہین، اور ہم کو شیطان کہتے ہین، ان سب باتون کے ساتھ وہ تمام دنیا کو جاہل اور وحشی سمجھتے ہین"، ایک بڑی مشکل یہ تھی کہ ہندو اس کو کتابون کے دینے مین نہایت بخل کرتے تھے، حالانکہ وہ کتابون کے خریدنے مین بیدریغ روپیہ خرچ کرتا تھا، غرض ان تمام مشکلات کے ساتھ جس طرح ہو سکا اس نے سنسکرت زبان حاصل کی، اور نہایت کمال درجہ پر حاصل کی، بہت سی مفید کتابون کے ترجمے کئے، بعض کے خلاصے لکھے، چنانچہ اون کا بیان آگے چل کر ہم تفصیل سے لکھین گے،

مترجمون کا بے شمار گروہ جو رات دن ترجمہ کے کام مین مصروف تھا، اگرچہ ہم اون کے نام اور حالات استقصار کے ساتھ نہین بتا سکتے تاہم مَا لَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ کی بنا پر ہم اون کی ایک اجمالی فہرست حروف تہجی کی ترتیب سے لکھتے ہین،

مترجمین زبان فارس

نام	کیفیت
عبد اللہ بن المقفع	اس کا ذکر اوپر گذر چکا،
فضل بن نوبخت	(فہرست ۲۷۴)
ابو سہل اسمٰعیل بن علی بن نوبخت	بہت بڑا عالم تھا، اس کے ہان متکلمین کی مجلس منعقد ہوا کرتی تھی بہت سی کتابین اسکی تصنیف ہین، (فہرست ۱۷۶)
حسن بن موسیٰ بن اخت ابی سہل	اس کے ہان اکثر مترجمین مثلاً ابو عثمان دمشقی، اسحاق، ثابت وغیرہ کا مجمع رہتا تھا، (فہرست ۱۷۷)

کیفیت	نام
مشہور منجم تھا، (فہرست ۲۴۴ و ۲۷۵)	حسن بن سہل
داؤد بن عبداللہ بن حمید بن قحطبہ کے ہان ترجمہ کے کام پر مامور تھا، (فہرست ۲۴۴)	موسیٰ بن خالد
ایضاً	یوسف بن خالد
شہریار کی زیج کا اس نے ترجمہ کیا تھا، (فہرست ۲۴۴)	ابوالحسن علی بن زیاد التمیمی
مشہور مورخ ہے، فتوح البلدان جس کے اکثر حوالے میری تصنیف مین ہین، اسی کی تصنیف ہے، (فہرست ۲۴۴)	احمد بن یحییٰ البلاذری
اوپر گذر چکا،	جبلہ بن سالم
سیرۃ الفرس اسی نے ترجمہ کی تھی، (فہرست ۲۴۵)	اسحاق بن یزید
مشہور مصنف ہے، (فہرست ایضاً)	محمد بن جہم البرمکی
(")	ہشام بن القاسم
(")	موسیٰ بن عیسیٰ الکردی
ایران کی تاریخین جو اس نے ترجمہ کین اکثر اس کے حوالے کتابون مین مذکور ہین، (فہرست ایضاً)	زادویہ بن شاہویہ الاصفہانی
(")	محمد بن بہرام بن مطیار الاصفہانی
نیشاپور کا موبد موبدان تھا، (فہرست ایضاً)	بہرام بن مردان شاہ
گذر چکا،	عمر بن فرخان الطبری
(فہرست ۳۰۲)	عبداللہ بن علی

کیفیت	نام
اوپر گذر چکا،	سہل بن ہارون
"	سعید بن ہارون
(فہرست ۳۱۵)	اسحاق بن علی
مترجم کلیلہ دمنہ للبرامکہ،	عبد اللہ بن ہلال اہوازی

مترجمین زبان سریانی،[1]

کیفیت	نام
	ماسرجیس یہودی
اوپر گذر چکا،	عیسیٰ بن ماسرجیس
"	شہدی کرخی
بقراط کی کتاب الاجنہ کا اس نے ترجمہ کیا تھا،	ابن شہدی کرخی
نہایت عمدہ ترجمہ کرتا تھا،	ایوب الرہاوی
	یوحنا بن بختیشوع
سُریانی زبان عمدہ جانتا تھا،	منصور بن باناس
علامہ ابن الندیم کا معاصر تھا،	مرلاحی
اسحاق بن سلیمان کے مترجمون مین تھا،	دار یشوع
ایساغوجی کا ترجمہ اسی نے کیا تھا،	ایوب بن قاسم الرقی
اوپر گذرا،	متی بن یونان

[1] دیکھو کتاب الفہرست صفحہ ۲۴۴ و طبقات الاطبار جلد اول صفحہ ۲۰۳ و ۲۰۴،

مترجمین زبان سنسکرت

کیفیت	نام
اوپر گذرا،	منکہ
اس کے باپ کا نام دھن تھا اور اس کی طرف منسوب ہو کر یہ ابن دھن کہلاتا تھا، بغداد کے ہسپتال کا جس کو برامکہ نے قائم کیا تھا افسر تھا، (فہرست صفحہ ۲۴۵)	ابن دھن
	اسمٰعیل تنوخی
اوپر گذرا	ابوریحان بیرونی
اکبر کے دربار کا مشہور شاعر تھا،	فیضی

مترجمین زبان یونانی و لاطینی و نیز سریانی،

کیفیت	نام
اوپر گذرا،	اصطفن
منصور کے دربار کا مشہور مترجم تھا،	بطریق
مذکور الصدر کا فرزند، حسن بن سہل (وزیر مامون الرشید) کے دربار میں تھا،	یحیٰی بن بطریق
مشہور مترجم، مجسطی اور اقلیدس کا ترجمہ اسی نے کیا تھا،	حجاج بن مطر
	عبدالمسیح ابن ناعمۃ الحمصی
برامکہ کا مشہور مترجم،	سلام ابرش

کیفیت	نام
موصل کا بشپ تھا، مامون الرشید کے لئے ترجمے کئے،	حبیب بن بہریز
عمدہ ترجمہ کرتا تھا،	زردیا بن ماتحوہ الحمصی
فصیح و بلیغ نہ تھا لیکن ترجمہ صحیح کرتا تھا،	ہلال بن ابی ہلال الحمصی
اس کے ترجمہ مین غلطیان پائی جاتی ہین عربی نہین جانتا تھا،	فیثون
	تذاری
	ابو نصر بن ادی بن ایوب
بہت سی کتابین ترجمہ کین، عمدہ ترجمہ کرتا تھا،	بسیل
	ابو نوح بن الصلت
متوسط درجہ کا مترجم تھا،	اسطاث
	جیرون بن رابطہ
حنین سے قریب قریب ترجمہ کرتا تھا،	اصطفن بن بسیل
	ابن رابطہ
جالینوس کی اکثر کتابین ترجمہ کین،	موسی خالد
	تیوفیلی
	شملی
	عیسیٰ بن نوح
بہت بڑا منطقی تھا، متی بن یونان اسی کا شاگرد تھا،	ابراہیم قویری
فلسفہ کی کتابین ترجمہ کین،	تدرس

نام	کیفیت
داریع راہب	
ہیابیشون	
صلیبا	
ایوب رہاوی	
ثابت بن قمع	
ایوب	یہ دونوں محمد بن خالد بن یحیٰی برمکی کے ہان ملازم تھے،
سمعان	
باسیل	طاہر ذوالیمینین کے ہان ملازم تھا،
ابوعمرو یوحنا بن یوسف	فلاطون کی کتاب آداب الصبیان کا ترجمہ اسی نے کیا تھا،
قسطا بن لوقا بعلبکی	مشہور مترجم
حنین بن اسحٰق	"
اسحاق بن حنین	"
ثابت بن قرۃ	"
جیش الاعسم	مشہور مترجم حنین بن اسحٰق کا بھانجا تھا،
عیسیٰ بن یحییٰ بن ابراہیم	حنین بن اسحٰق کا شاگرد،
ابراہیم بن الصلت	متوسط درجہ کا ترجمہ کرتا تھا،
ابراہیم بن عبداللہ	
یحییٰ بن عدی	مشہور مترجم،

کیفیت	نام
	تفلسی
راس العین کا رہنے والا تھا، حنین نے اس کے ترجمون کی اصلاح کی ہے،	سرجس
خوزستان کا رہنے والا تھا،	یوسف بن عیسیٰ المتطبب
جالینوس کی کتاب الکیموس اسی نے ترجمہ کی،	ثابت الناقل
حنین کا مددگار تھا،	قیضا الرہاوی
	عبدیسوع بن بہریز
مشہور مترجم	ابوسعید سعید بن یعقوب
مشہور طبیب اور مترجم تھا،	ابراہیم بن بکس
باپ کا ہمسر تھا،	ابوالحسن علی بن ابراہیم

ترجمہ کا طریقہ اور اس کی صحت

ترجمہ کا اول اول یہ طریقہ تھا کہ اصل مین جو لفظ ہوتا تھا، اس کے ہم معنی الفاظ ڈھونڈھکر لفظی ترجمہ کرتے جاتے تھے، چنانچہ یوحنا ابن بطریق اور ابن ناعمہ حمصی کا یہی طرز تھا لیکن اسمین دو دقتین تھین، اولاً تو ہر لفظ کے مقابل مین ایسا لفظ ملنا جو تمام خصوصیتون کے لحاظ سے اس کا ہم معنی ہو، ناممکن یا قریب ناممکن کے ہے، دوسرے لفظی ترجمہ سے مطلب اچھی طرح سمجھ مین نہین آتا تھا، ان خرابیون کو دیکھکر دوسرا طریقہ اختیار کیا گیا، یعنی یہ کہ پوری عبارت کا مطلب عبارت مین ادا کرتے تھے،

غالباً یہ طریقہ حنین سے شروع ہوا، اور پھر اور لوگون نے بھی تقلید کی، لیکن چونکہ اکثر ترجمے پہلی قسم کے بھی موجود تھے، اس لئے اصلاح کا طریقہ ایجاد ہوا، یعنی ان ترجمون مین جہان جہان ابہام اور پیچیدگیان تھین رفع کردی گئین، چنانچہ پچھلے بڑے بڑے نامور مترجم، مثلاً ثابت بن قرہ، یحییٰ بن عدی وغیرہ نے ترجمہ سے زیادہ پچھلے ترجمون کی اصلاحین کین، اور درحقیقت ان اصلاحون سے بڑا فائدہ ہوا[1]،

آج کل یورپ کے ناسپاس مصنف طعنہ دیتے ہین کہ مسلمانون نے علمی دنیا پر جو احسان کیا، وہ صرف اس قدر کہ یونانی کتابون کو بعینہٖ عربی مین ترجمہ کر دیا، جس سے یونانی کتابین محفوظ رہ گئین، لیکن وہ اس بات کو نظر انداز کرتے ہین کہ مسلمانون نے صرف اسی قدر نہین کیا بلکہ دنیا کو ان کتابون کے مطالب سمجھا دیئے، جو خود یونان کے شارحون نے نہین سمجھے تھے، ارسطو و افلاطون کی تحریر کا یہ طرز تھا کہ دانستہ مضمون کو پیچیدہ طور پر ادا کرتے تھے، یہانتک کہ خود ارسطو نے جب کسی قدر اپنی تحریرات مین توضیح سے کام لیا تو افلاطون نے نہایت رنج کے ساتھ اس کو خط لکھا کہ تم علم کو مبتذل اور پامال کرتے ہو، ارسطو نے جواب مین لکھا کہ مین نے پھر بھی ایسی پیچیدگیان رکھی ہین کہ اکثر لوگ اصل مطلب کی تہ کو نہین پہنچ سکتے،

یہی وجہ تھی کہ خود یونانی مصنفون نے ان دونون حکیمون کے مطلب سمجھنے مین غلطیان کین، اور رفتہ رفتہ دو جدا فرقے پیدا ہو گئے، حکیم ابونصر فارابی نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام الجمع بین الرائین ہے، یہ کتاب یورپ مین چھپ گئی ہے، اس مین حکیم مذکور نے دکھایا ہے، کہ افلاطون و ارسطو کا طرز تحریر کیا تھا، اور اس کی وجہ سے زمانہ بعد مین یونانان وغیرہ کے مصنفین نے کیسی غلطیان کین، فارابی نے پھر ان غلطیون کو درست کیا ہے، اور ارسطو

[1] ترجمے کے ان دونون طریقون کا ذکر بہاء الدین عاملی نے اپنی کشکول مین بحوالہ صلاح الدین صفدی کیا ہے،

وفلاطون کی عبارتون کا حل کرکے بتایا ہے کہ ان دونون حکیمون مین کچھ اختلاف نہین،

ترجمون کی درستی اور صحت مین جو اہتمام بلیغ کیا جاتا تھا، اس کے اندازہ کرنے کے لئے اس مقام پر ایک واقعہ نقل کرنا کافی ہوگا، مفرد دواؤن کے بیان مین یونان کی سب سے عمدہ تصنیف دیسقوردوس کی کتاب ہے، یہ کتاب المتوکل باللہ کے زمانہ مین اصطفن بن بسیل نے ترجمہ کی، اور حنین نے اس پر نظرثانی کرکے درست کیا، لیکن جن دواؤن کے نام عربی مین نہ تھے ان کے نام یونانی رہنے دیئے، یہی ترجمہ اسپین پہنچا، لیکن یونانی الفاظ کی وجہ سے عام طور پر لوگ منتفع نہین ہو سکتے تھے، ۳۳۷ھ مین جو عبدالرحمن ناصر کی حکومت کا زمانہ تھا، قیصر روم نے (جس کا نام مارنیس تھا) اصل کتاب جس مین دواؤن اور بوٹیون کی تصویرین بھی بنی ہوئی تھین، عبدالرحمن کو تحفہ مین بھیجی، عبدالرحمن کے دربار مین اگرچہ لاطینی زبان جاننے والے موجود تھے لیکن قدیم یونانی زبان بالکل متروک ہوگئی تھی، اسوجہ سے اطبا اور حکما جو اس کتاب کے حل کرنے کے نہایت شائق تھے، یونانی الفاظ مین مجبور ہو جاتے تھے، عبدالرحمن نے خط لکھ کر، قیصر روم کے ہان سے ایک عیسائی عالم کو بلوایا، جو یونانی اور لاطینی دونون زبانون کا ماہر تھا، ۳۴۰ھ مین وہ دربار مین پہنچا، اور اطبائے اسلام مثلاً محمد شجار، ابن جلجل، بسباسی، ابوعثمان خزاز، محمد بن سعید، عبدالرحمن بن اسحق، ابوعبداللہ الصقلبی نے نہایت شوق اور توجہ سے یہ کتاب اس سے پڑھنی شروع کی، اس مجمع نے نہایت غور و تحقیق و تجربہ سے خود قرطبہ (کارڈوا) مین ان تمام مجہول دواؤن کے پتے لگائے، اور اون کے نامون کی تصحیح کی، ابن جلجل جو ان تمام طبیبون مین نہایت نامور تھا اس نے ایک مفصل شرح اس کتاب پر لکھی، اور اس کے تمام مقامات حل کئے، ابن جلجل نے ایک اور کتاب لکھی، جسمین صرف ان دواؤن کی تفصیل کی جو اس کتاب مین مذکور نہ تھین،[۱]

[۱] دیکھو طبقات الاطبا، تذکرہ ابن جلجل الاندلسی،

ترجمہ کی صحت او غلطی پر یورپ کے علمائنے بہت بحثین کی ہین، اور چونکہ بدقسمتی سے ہم مسلمان یونانی وغیرہ سے بے بہرہ ہین، اس لئے ہمکو اس باب مین یورپ ہی کا دست نگر ہونا پڑتا ہے، گبن صاحب لکھتے ہین، کہ ان ترجمون کی خوبی پر ناوٹ نے خوب بحث کی ہے، اور کاری نے دیانت داری سے اس کی حمایت کی ہے۔ لوئیس صاحب نے ہسٹری آف فلاسفی مین لکھا ہے کہ مونک کہتا ہے کہ بعض ترجمے نہایت خوبی سے کئے گئے، فرانس کے نہایت نامور مصنف پروفیسر مونک جس نے مسلمانون اور یہودیون کے فلسفہ اور اس کے باہمی ربط پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور جو مدت تک میرے مطالعہ مین رہی ہے، وہ لکھتا ہے کہ جن مصنفون نے مسلمانون کے ترجمون پر بیرحمانہ اعتراضات کئے ہین، اس کی یہ وجہ ہے کہ اونھون نے اصل عربی ترجمے نہین دیکھے، بلکہ اون ترجمون کے ترجمے جو عربی سے لیٹن زبان مین کئے گئے دیکھے ہین[1]،

ترجمون کی صحت و غلطی کا تو ہم مجتہدانہ فیصلہ نہین کر سکتے، اور اسی وجہ سے ہم نے اس بحث مین صرف یورپ کی تقلید کی لیکن یہ امر ہر شخص کو صاف نظر آتا ہے کہ مسلمانون نے ترجمہ کو اصل زبان سے کس قدر آزاد کر دیا، آج انگریزی زبان کس قدر وسیع ہو گئی ہے لیکن علمی اصطلاحات مین وہی تمام یونانی الفاظ قائم ہین، اگرچہ اس کی یہ وجہ بیان کیجاتی ہے کہ تمام یورپ مین مشترک اصطلاحون کا قائم رہنا ضرور ہے، اور وہ بغیر اس کے نہین ہو سکتا کہ یونانی الفاظ بعینہ قائم رکھے جائین، بہرحال عربی ترجمے اس غلامی سے بالکل بری ہین، منطق، فلسفہ، ہیئت، ہندسہ، طب مین سیکڑون ہزارون اصطلاحی الفاظ تھے، لیکن ان سب کے مقابل مین عربی کے ایسے مناسب الفاظ انتخاب کئے گئے کہ گویا یہ علوم اسی زبان مین پیدا ہوتے تھے،

---

[1] کتاب مذکورہ صفحہ ۱۳۴،

یونانی الفاظ سے تو ملک بالکل ناآشنا ہے لیکن فارسی مین جو اصطلاحین اسلام سے پہلے موجود تھین اور جو دساتیر[1] مین مذکور ہین، اور ان کے مقابل عربی اصطلاحات کو ہم اس موقع پر نمونہ کے لئے لکھتے ہین[2]، جس سے ظاہر ہوگا کہ اصطلاحی الفاظ کا کس خوبی سے ترجمہ کیا گیا تھا،

اصطلاحاتِ فلسفہ وطب وغیرہ،

پہلوی	عربی	پہلوی	عربی
کسی	تشخص	زنجیر	تسلسل
نوشدہ	حادث	آمیغ	حقیقت
فروزہ	صفت	جداشناس	فصل
پرتوی	اشراقی	رہبر	دلیل
رہبری	مشائی	ہمادی	کلی
برین فرہنگ	الہیات	پازتازی	جزوی
ہاہر	ہیولیٰ	اوچیز	ہویت
پیکر	صورت	چارآمیزہ	اخلاط اربعہ
بایستہ ہستی	واجب الوجود	جنبش شپوری	حرکت قسری
شایستہ ہستی	ممکن الوجود	بازگیر	اعتراض

[1] اُن صحیفون کے مجموعہ کا نام ہے جو آتش پرستون کے اعتقاد مین زردشت وغیرہ پر اوترے،

[2] لیکن یہ خیال رکھنا چاہئے کہ یورپ کے محقق جنھون نے ژند اور پہلوی زبان مین کمال پیدا کیا ہے، اون کی راے یہ ہے کہ دساتیر ایک جعلی کتاب ہے، اور اسلام کے بہت بعد تصنیف ہوئی ہے، اگر یہ صحیح ہے، تو میرے مضمون کا یہ حصہ بیکار گیا،

پہلوی	عربی	پہلوی	عربی
نخستین انداز خرد	بالبداہتہ	کنور	علّتہ
نابایے	محال	اُشکیوہ	مرکب
چرخہ	دور	کاموس	بسیط

یونانی و لاطینی الفاظ عربی ترجمون مین خال خال اب بھی موجود ہین، مثلاً اصطلاحات طبی مین کیموس، کیلوس، مالیخولیا، تریاق، نقرس، قولنج وغیرہ، لیکن یہ صرف گویا اس بات کے یادگار ہین کہ ان علوم کا ماخذ یونان ہے،

غیر قومون کے علوم و فنون جو ترجمہ کے ذریعہ سے عربی زبان مین آئے

مذکورہ بالا تفصیل کے بعد اب ہم ایک ایک زبان کے متعلق تفصیلی گفتگو کرین گے، اور چونکہ مسلمانون نے سب سے زیادہ یونان کے علمی ذخیرہ کے ساتھ اعتنا کیا، اس لئے اول اسی سے شروع کرتے ہین، پھر فارسی، سُریانی، قبطی، سنسکرت وغیرہ کے متعلق لکھین گے،

یونان،

فلسفہ

یونانی فلسفہ کی ابتدا تھیلز (THALES) سے ہوئی جس کو اہلِ عرب طالیس کہتے ہین، یہ حکیم حضرت عیسیٰ ع سے ۶۲۰ برس قبل پیدا ہوا، اس نے مصر مین تعلیم پائی تھی، اور وہین یہ اصول سیکھا تھا، کہ تمام اشیا پانی سے پیدا ہوئی ہین، اس کے فلسفہ کو آیونک فلاسفی کہتے ہین، اس کے بعد فلسفہ کی اور بہت سی شاخین نکلین، اور بڑے بڑے حکما پیدا ہوئے فلسفہ یونانی

کا یہ سلسلہ ۵۲۲ء تک جاری رہا، یعنی جب کہ ایتھنز کا اسکول اسی سنہ مین قیصر روم جسٹینین کے حکم سے
بند کردیا گیا، اس ممتد دور کو دو حصون مین تقسیم کرسکتے ہین، قدیم، جدید، دور قدیم کی انتہا افلاطون
پر ہوتی ہے، اور ارسطو سے دور جدید شروع ہوتا ہے، قدما مین سات بڑے حکیم جو حکمت و فلسفہ
کے ستون کہلاتے ہین یہ تھے،

طالیس THOLES ANOXAGORAS
انکساغورس انکیسمانس ANAXEMENES ( ) اینڈقلس
فیساغورث (PYTHAGORAS سقراط SOCRATES PLATO افلاطون،

فیثاغورث کے زمانہ تک تصنیف کا چندان رواج نہ تھا، اور یہی وجہ ہے کہ انگریزی
مین ہسٹری آف فلاسفی کے عنوان سے جو کتابین لکھی گئین ان مین ان حکما کی تصنیفات کے
بہت کم نام ملتے ہین، تاہم اون کے فلسفیانہ اصول اور مسائل محفوظ تھے، اور مسلمانون نے
ان سے پوری واقفیت حاصل کی، علامہ شہرستانی نے طالیس، انکساغورس، انکیسمانس، اینڈقلس
کے اصول پر مفصل گفتگو کی ہے، اور غالباً یورپین تصنیفات مین اصول مسائل کے متعلق اس سے
زیادہ تفصیل نہین مل سکتی،

اینڈقلس

اینڈقلس کا فلسفہ مسلمانون مین زیادہ مقبول ہوا، اسکی تصنیفات عربی مین ترجمہ کی
گئین، محمد بن عبداللہ کو جو قرطبہ کا رہنے والا تھا، اینڈقلس کی تصنیفات کا اس قدر شوق تھا،
کہ ہمیشہ اپنے مطالعہ مین رکھتا تھا، ابوالہذیل علاف جو مسلمانون مین علم کلام کا بہت بڑا فاضل
اور خلیفہ مامون الرشید کا استاد تھا، صفات باری کے متعلق اسی حکیم کے خیالات کا پیرو تھا، اینڈقلس[1]
ہی پہلا شخص ہے جو اربعہ عناصر کا قائل ہوا، اور وہی خیال اب تک مسلمانون مین چلا آتا ہے،

فیثاغورث

فیثاغورث المتولد ۵۸۰ قبل مسیح نے فلسفہ کو نہایت ترقی دی، یہان تک کہ اس علم

[1] طبقات الاطبا صفحہ ۳۷ جلد اول،

کا یہ نام اسی کے عہد مین ایجاد ہوا، اس کی تصنیفات جس قدر بہم مل سکین بہم پہنچائی گیئن، اور ترجمہ کی گیئن، چنانچہ ان مین سے جو علامہ ابن الندیم کے زمانہ یعنی چوتھی صدی کے وسط تک موجود تھین حسب ذیل ہین،

رسالۃ فی السیاستہ العقلیۃ، رسالۃ الی متم وصقلیۃ، رسالۃ الی سیفانس فی استخراج المعانی[1]

ابن ابی اصیبعہ نے ان کتابون کے علاوہ مفصلۂ ذیل کتابون کا بھی نام لیا ہے،

کتاب ارثماطیقی، کتاب الالواح، کتاب فی النوم والیقظہ، کتاب فی کیفیۃ النفس والجسد، الرسالۃ الذہبیۃ، المتحس نے ان کتابون کی جو شرحین لکھی تھین ان کا بھی عربی مین ترجمہ کیا گیا،

سقراط

سقراط المتوفی ۳۹۹ء قبل مسیح، فلسفہ کا باپ تسلیم کیا جاتا ہے، اس نے اگرچہ مستقل کتابین نہین تصنیف کین کیونکہ وہ تحریر و تصنیف کا مخالف تھا، تاہم تعلم و تعلیم کے وقت اس نے فلسفہ کے مسائل پر جو تقریرین کین اس کے شاگردون نے اکثر محفوظ رکھین، اور وہ رسالون کی شکل مین مرتب ہو کر اس کی طرف منسوب ہین، چنانچہ ازخانس کو فلسفہ کے متعلق پہیلیون کے طور پر جو اسرار لکھے، اس کو شہرستانی نے اپنی کتاب مین گویا بعبارتہ نقل کیا ہے، ان کے سوا اس نے اپنے عزیزون کو جو تحریر لکھی اور بالٹیکس پر اس کی جو رائے تھی اسکی تصنیفات مین محسوب ہین، اور عربی مین ان کا ترجمہ موجود ہے،

فلاطون

فلاطون المتوفی ۳۴۷ء قبل مسیح نے فلسفہ کا بالکل ایک نیا اسکول قائم کیا، اس نے پانچ برس تک سقراط سے تعلیم حاصل کی، سقراط کے مرنے پر مصر گیا، اور فیثاغورث کے شاگردون سے استفادہ کیا، پھر ایتھنز مین آکر ایک دار العلوم قائم کیا، اور فلسفہ پر لکچر دینے شروع کئے، اس نے بہت سی کتابین تصنیف کین، تصنیفات مین اس کا خاص طرز یہ تھا کہ فرضی اشخاص

[1] فہرست ابن الندیم صفحہ ۲۴۵،

کی زبان سے مسائل بیان کرتا تھا، اور کتاب کا نام بھی انہی لوگون کے نام پر رکھتا تھا، فلاطون
کی تصنیفات جو عربی مین ترجمہ کی گیئن، ان کی تفصیل نقشۂ ذیل سے معلوم ہوگی،

نام کتاب	مضمون	مترجم یا مفسر
کتاب السیاسۃ	پالٹیکس	حنین بن اسحاق
کتاب النوامیس	قانون	حنین و یحیٰ بن عدی
کتاب بنام سوفطس		اسحاق
کتاب بنام طیاوس	مابعد الطبیعۃ	یحیٰ بن البطریق و حنین بن اسحٰق
اصول الہندسہ	جامیٹری کے اصول	قسطا بن لوقا

ان کتابون کے سوا ابن ابی اصیبعہ نے اور بہت سی کتابون کے نام گنوائے ہین جن کا مجموعہ ۳۶ تک
پہنچتا ہے،

اس موقع پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ فلاطون مطالب کو دانستہ نہایت پیچیدہ
طریقہ سے بیان کرتا تھا، اس لئے خود یونانی حکما نے اس کے مطلب سمجھنے مین اکثر غلطیان
کین لیکن حکمائے اسلام خصوصًا فارابی نے نہایت صحت و خوبی سے ان کی تشریح کی،

ان سات حکما کے سوا اس دور مین اور اس کے بعد اور بھی اہل کمال گذرے جنکو
فلسفیت کی حیثیت حاصل تھی، مثلًا ارستیپ المتولد سنہ ۴۳۵ قبل مسیح جو سقراط کا شاگرد تھا
اور جس کا فلسفہ صرف لذت و عیش پر مبنی تھا، اور ہرقلس (HERACLES) المتولد
سنہ قبل مسیح جو پہاڑون مین زندگی بسر کرتا تھا، اور دیمقراطیس (DEMOCRITES)
جو اجزائے لایتجزیٰ کا قائل تھا، اور کسنوفانس (CRISTOPHANES) المتولد سنہ ۶۱۷ ق م
لیکن ان حکما کی مستقل تصنیفات نہ تھین، البتہ ان کے اصول اور مسائل جو اُن کے

ہمعصرون یا شاگردون نے محفوظ رکھے تھے، موجود تھے، اور وہ عربی زبان مین ترجمہ کیے گئے چنانچہ ان تمام حکما کے فلسفہ کو شہرستانی اور جمال الدین قفطی اور صاعد اندلسی نے تفصیل سے لکھا ہے، اور میرا خیال ہے کہ یورپ کی تصنیفات مین بھی اس سے زیادہ نہین مل سکتا،

ارسطو

حکماے متاخرین کا دور ارسطو المتولد ۳۸۴ ق م سے شروع ہوتا ہے، وہ امام الفلسفہ کے لقب سے مشہور ہے اور درحقیقت وہ اس لقب کا مستحق تھا، یورپ نے اکثر طعنہ دیا ہے کہ مسلمانون نے صرف ارسطو کے فلسفہ سے واقفیت حاصل کی، اور ہمیشہ اسی کا کلمہ پڑھتے رہے یونان کے اور نامور حکما سے وہ بہت کم واقف ہین، اگرچہ یہ اعتراض درحقیقت یورپ کی کوتاہ نظری کا نتیجہ ہے، مسلمانون نے ارسطو کے سوا تمام اور حکما کے فلسفیانہ مسائل کا جو ذخیرہ بہم پہنچایا، آج یورپ اس سے زیادہ سرمایہ مہیا نہین کر سکتا، لیکن اس مین شبہہ نہین کہ اور حکما کی بہ نسبت مسلمانون نے ارسطو کے فلسفہ کے ساتھ زیادہ اعتنا کی، جس کے مختلف اسباب تھے، اول تو ارسطو سے پہلے تصنیف و تالیف کا منتظم طریقہ نہین قائم ہوا تھا، اس واسطے حکماے قدیم کے خیالات اور مسائل اچھی طرح منضبط نہین تھے، فلاطون نے تصنیف کو زیادہ ترقی دی، لیکن وہ مضامین کو نہایت پیچیدہ طور سے ادا کرتا تھا، اور اوس کو فرض منصبی خیال کرتا تھا چنانچہ جب اس کی زندگی مین ارسطو کی بعض مفصل تصنیفات شائع ہوئین تو اس نے ارسطو کو نہایت ناراضی کا خط لکھا کہ اسرار فاش کیے دیتے ہو،[1] شاید یہی وجہ بھی تھی کہ اپیکیورس (EPICURUS) ڈیاجینز (DIOGENES) دیمقراطیس وغیرہ کے بعض مسائل اسلام کے خلاف تھے لیکن ارسطو کا فلسفہ اسلام سے ملتا جلتا تھا، ارسطو وحدانیت، صفات باری، ثواب، عقاب، حشر و نشر کا قائل تھا،

[1] افلاطون اور ارسطو کی اس خط و کتابت کو فارابی نے اپنی کتاب الجمع بین الرائین مین نقل کیا ہے، دیکھو رسائل فارابی مطبوعہ یورپ صفحہ

بہرحال یہ عیب ہو یا ہنر، لیکن اس سے انکار نہین ہو سکتا کہ مسلمانون نے نہایت جد و جہد سے ارسطو کی ایک ایک تصنیف بہم پہنچائی، اور ان سب کے ترجمے کیے، چنانچہ ہم اس موقع پر اس کی تصنیفات کی ایک مفصل فہرست لکھتے ہین،

نام کتاب	مضمون	مترجم	کیفیت
قاطیغوریاس (CATEGORY)	مقولات عشر یعنی کم کیف وغیرہ	حنین بن اسحاق	فارابی، متی، ابن مقفع، ابن بہریز، کندی، اسحاق، احمد بن طیب، رازی نے اس کے خلاصے اور شرحین لکھین،
باری ارمنیاس	اسمین مقولات مرکبہ کا بیان ہے	حنین و اسحٰق	حنین نے سریانی مین اور اسحاق نے عربی مین ترجمہ کیا، متی، فارابی نے شرحین لکھین، اسحاق ابن مقفع، کندی، ابن بہریز، رازی، احمد بن طیب نے خلاصے لکھے،
انالوطیقا اول (ANALYTIC)	تحلیل قیاسات	تیوڈورس	حنین نے سریانی مین اور اسحاق نے عربی مین اس کے بعض اجزاء کا ترجمہ کیا، کندی، متی نے شرح لکھی،
انالوطیقا ثانی	برہان	اسحاق وغیرہ	حنین نے بعض اجزاء کا سریانی مین ترجمہ کیا، متی نے اس سریانی کی عربی کی، متی، کندی، فارابی نے شرحین لکھین،
طوبیقا TOPIC	بحث و جدل	یحیٰی بن عدی	اسحاق نے سریانی مین، اور یحیٰی بن

نام کتاب	مضمون	مترجم	کیفیت
			عدی نے اس سریانی کا عربی مین ترجمہ کیا، سات مقالے دمشقی نے ترجمہ کیے اور ابراہیم بن عبد اللہ نے آٹھ مقالے یحیی بن عدی نے ہزار ورق مین شرح لکھی، فارابی متی نے بھی شرحین لکھین،
سوفسطیقا (SOPHHISTIQ)	مغالطہ	ابن ناعم	متی وابن ناعمہ نے سریانی مین ترجمہ کیا اور یحیی وقویری وابراہیم نے عربی مین،
ریطوریقا (PHYTORIC)	فصاحت وبلاغت یا خطابیات	اسحق وابراہیم بن عبد اللہ	فارابی نے شرح لکھی،
بوطیقا (POETIC)	شاعری	متی ویحیی بن عدی	متی نے سریانی سے عربی مین ترجمہ کیا،

یہ آٹھون کتابین منطق مین ہین، کیونکہ ارسطو نے منطق کے آٹھ حصے قرار دیئے تھے، ان مین سے قاطیغوریاس یورپ مین چھپ گئی ہے، اور باری ارمیناس وانالوطیقا اول وثانی مع شرح ابن رشد کا قلمی نسخہ اس وقت میرے مطالعہ مین ہے، ارسطو کی اور تصنیفات حسب ذیل ہین،

نام کتاب	مضمون	مترجم	کیفیت
سمع الکیان	طبعیات مین ہے اور ہیولی، صورت، مکان، حرکت، زمانہ کا بیان ہے،	حنین وقسطا بن لوقا وغیرہ	یہ کتاب آٹھ مقالون مین ہے،

کیفیت	مترجم	مضمون	نام کتاب
ابو زید بلخی، اور جعفر خازن نے اس کی شرح لکھی، ابو ہاشم نے اصل کتاب پر رد و قدح کیا،	ابن البطریق، و متی	اس مین عناصر اربعہ اور فلک کا بیان ہے،	کتاب السماء والعالم
حنین نے سُریانی اور اسحاق و دمشقی نے عربی مین ترجمہ کیا مقالہٗ اول کا ترجمہ قسطا نے کیا،	حنین و اسحٰق	انقلابات عناصر کا بیان ہے،	کتاب الکون والفساد
ابن رشد نے اس کے ترجمہ کی جو اصلاح کی وہ میری نظر سے گذرا ہے،		عنصریات	الاثار العلویہ
حنین نے سریانی مین ترجمہ کیا، اسحاق نے دو ترجمے ناقص و کامل کئے	حنین وغیرہ	نفس کی حقیقت کا بیان ہے،	کتاب النفس
اس کتاب کی تلخیص جو ابن رشد نے کی ہے وہ میری نظر سے گذری ہے،		حس کے اسباب اور علل سے بحث کی ہے،	کتاب الحس والمحسوس
۹ مقالے ہین، سُریانی مین بھی اس کا ترجمہ ہوا،	ابن البطریق	حیوانات کا بیان ہے،	کتاب الحیوان
ثابت بن قرہ نے ترجمہ کی اصلاح کی، مین نے اس کتاب کو دیکھا ہے،	اسحٰق بن حنین	نباتات کا بیان ہے،	کتاب النبات

نام کتاب	مضمون	مترجم	کیفیت
اثولوجیا	الٰہیات	کندی	فرفوریوس مصری نے اس کتاب کی جو تفسیر کی وہ یورپ مین چھپ گئی ہے،
کتاب الحروف	یونانی حروف تہجی کی ترتیب پر ہے،	یحیٰی بن عدی	حروف الف سے میم و واو تک اس کا نسخہ ملا جس کا ترجمہ یحیٰی ابن عدی نے کیا،
کتاب الاخلاق	.	اسحاق بن حنین	فرفوریوس نے اس کے بارھوین مقالہ کی تفسیر لکھی، جس کا ترجمہ اسحٰق بن حنین نے کیا،
کتاب المرأة	.	حجاج بن مطر	.

ان کتابون کے سوا ارسطو کی اور بہت سی تصنیفات ہین، اور ان سب کا عربی مین ترجمہ کیا گیا، چنانچہ ان مین سے جو کتابین ساتوین صدی تک موجود تھین، اور علامہ ابن ابی اصیبعہ کی نگاہ سے گذرین، حسب ذیل ہین،

کتاب[1] الفراسة، کتاب السیاسة[2] المدنیہ، کتاب[3] السیاسة العلمیہ، مسائل فی الشرب[4]، کتاب[5] فی التوحید، کتاب[6] الشباب والہرم، کتاب[7] الصحة والسقم، کتاب[8] فی الاعداد، کتاب[9] فی الباہ، رسالہ[10] الی ابنہ، وصیتہ[11] الی نیقانر، کتاب[12] الحرکة، کتاب[13] فضل النفس، کتاب[14] فی العظم الذی لایتجزء، کتاب[15] النقل الرسالة[16] الذہبیة، رسالة[17] الی الاسکندر فی تدبیر الملک، کتاب[18] الکنایات، کتاب[19] فی علل النجوم، کتاب[20] الانوار، رسالة[21] فی الیقظہ، کتاب[22] الاحجار، السبب[23] فی خلق الاجرام السماویہ، کتاب[24]

فی الروحانیات، رسالہ[۲۵] فی طبائع العالم، کتاب[۲۶] الاصطماخیس، کتاب[۲۷] الحیل، کتاب[۲۸] ما بعد الطبیعۃ، کتاب[۲۹] نعت الحیوانات الغیر الناطقہ، کتاب[۳۰] ایضاح الخیر المحض، کتاب[۳۱] الملاطیس، کتاب[۳۲] فی نعت الذم کتاب المعادن[۳۳]، کتاب اسرار[۳۴] النجوم، کتاب الغالب[۳۵] والمغلوب،

ارسطو کے بعد تصنیف وتالیف کا عام رواج ہوگیا، اور اس زمانہ مین جس قدر حکما پیدا ہوئے، اکثر صاحب تصنیف تھے، ارسطو کا فلسفہ اگرچہ درحقیقت افلاطونی فلسفہ سے مختلف نہ تھا، لیکن دونون حکیمون کی طرز تحریر وادائے مطالب مین اس قدر اختلاف تھا کہ لوگون نے انکو باہم مخالف سمجھا، اور اس بنا پر فلسفہ کے دو الگ الگ اسکول قائم ہوگئے، ارسطو کے فلسفہ نے زیادہ وسعت حاصل کی اور اس کے پیروؤن مین بڑے بڑے مشہور حکیم پیدا ہوئے، ان مین سے ثاوفرسطس (THEOPHRASTUS) اور اسکندر افرودسی (ALEXANDER APHYODISIUS) زیادہ مشہور ہین،

ثاوفرسطس

ثاوفرسطس ۳۷۱ق م ارسطو کا خاص شاگرد تھا، اور ارسطو نے اپنے مدرسہ کا اُس کو جانشین مقرر کیا تھا، یونان کے بڑے بڑے حکما اس کے حلقہ درس مین بیٹھتے تھے، وہ قائل تھا کہ خدا کی ذات وصفات مین کسی قسم کا تغیر نہین ہوسکتا، وہ ستارون کو روحانی اجسام مانتا تھا، اور ان کے مدبر عالم ہونے کا قائل تھا، فلسفہ مین اوس کی متعدد تصنیفات ہین، جن کے نام حسب ذیل ہین، کتاب النفس[۱]، کتاب الآثار العلویۃ، کتاب الادب، کتاب الحس والمحسوس، کتاب ما بعد الطبیعۃ، کتاب النبات، یہ تمام کتابین عربی زبان مین ترجمہ کی گئین، پچھلی تین کتابون کا ترجمہ ابراہیم بن بکس اور یحیی بن عدی نے کیا[۱]،

اسکندر افرودسی

اسکندر افرودسی دمشقی ۱۲۹ء مین پیدا ہوا، اس نے ارسطو کی تصنیفات پر نہایت کثرت

[۱] دیکھو شہرستانی مطبوعہ یورپ صفحہ ۴۷ و فہرست ابن الندیم ذکر ثاوفرسطس،

سے شرحین لکھین، وہ ارسطو کے فلسفہ کا ایک بڑا رکن خیال کیا جاتا ہے، اس نے بعض اصول خود بھی ایجاد کئے، چنانچہ خدا کے عالم کلیات وجزئیات ہونے پر اول اسی نے دلیل قائم کی، اسی نے ارسطو کے برخلاف یہ مسئلہ بیان کیا کہ نفس کو مفارقتِ بدن کے بعد کسی قسم کا ادراک و احساس نہین ہو سکتا اس کی شرحین اور مستقل تصنیفات دونون عربی مین ترجمہ کی گئین، چنانچہ نقشۂ ذیل سے تفصیل معلوم ہوگی،

ترجمۂ شروح

نام کتاب	مترجم	کیفیت
شرح قاطیغوریاس	ابو زکریا	یہ شرح ۲۰۰ صفحون مین ہے،
شرح انالوطیقا		مصنف نے اس کی دو شرحین لکھین، ایک زیادہ مفصل اور کامل ہے،
شرح طوبیقا		آٹھ مقالون مین سے صرف پانچ مقالون کی شرح ہے،
شرح سماع طبعی	ابو روح الصابی بن حنین وقسطا و دمشقی	ان مترجمون نے کتاب کے مختلف حصون کے ترجمے کئے،
شرح کتاب السماء والعالم		صرف پہلے مقالہ کی شرح ہے،
شرح کتاب الکون والفساد	متی وقسطا	
شرح الآثار العلویۃ		اس شرح کا ترجمہ پہلے عربی مین کیا گیا، پھر یحییٰ بن عدی نے اس ترجمہ کا ترجمہ سریانی زبان مین کیا،
شرح کتاب الحروف		

اسکندر افرودسی کی جو تصنیفات عربی مین ترجمہ کی گیئن حسب ذیل ہین،

کتاب النفس، کتاب الرد علی جالینوس فی التمکن، کتاب الرد علی جالینوس فی الزمان، کتاب الابصار، کتاب اصول العامۃ، کتاب عکس المقدمات، کتاب مبادی الکل، کتاب فی ان الموجود لیس بجنس للمقولات العشر، کتاب العنایۃ، کتاب الفرق بین الہیولی والجنس، کتاب الرد علی من قال انہ لایکون شئی الامن شئی، کتاب فی ان الابصار لایکون الابشعاعات تبث من العین، کتاب اللون، کتاب الفصل، کتاب الما لیخولیا،

فلسفہ ارسطو کے اور بہت سے شارح ومفسر گذرے، جن کی تصنیفات کا ترجمہ عربی زبان مین کیا گیا، مثلاً نیقولاؤس، امیقدروس،

نیقولاؤس

نیقولاؤس (NIQOLAUS) نے علاوہ شرحون کے مستقل تصنیفات بھی کین، چنانچہ ان مین سے کتاب فی فلسفۃ ارسطو فی النفس وکتاب النبات وکتاب الرد علی جاعل الفعل والمفعولات شیئاً واحداً، وکتاب اختصار فلسفۃ ارسطو کا ترجمہ عربی زبان مین ہوا،

پلوٹارک

ارسطو کا فلسفہ اگرچہ تمام ملک پر قبضہ کر چکا تھا، اور پچھلے حکما کے پیرو بہت کم رہ گئے تھے تاہم بالکل معدوم نہین ہوئے تھے، سنہء مین پلوٹارک (PlutarchTarec) جو نشۂ مین موجود تھا، اس نے سقراط کے فلسفہ کو رونق دی، اور فلسفۂ اخلاقی کی بنیاد ڈالی، اسکی تصنیفات نہایت مقبول ہوئین، اور وہ مجدد فلسفہ قرار پایا، انگریزی مورخون نے لکھا ہے کہ شکسپیر نے اپنی پلیز مین قوم کی اخلاقی حالت کی جہان جہان تصویر کھینچی ہے اکثر پلوٹارک کے بیان سے مدد لی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ وہ حصے نہایت موثر اور مفید ہین، بہرحال مسلمانون

---

[1] اسکندر افرودسی اور اوس کی تصنیفات کے لئے دیکھو فہرست ابن الندیم صفحہ ۲۵۲، وطبقات الاطبار جلد اول صفحہ ۶۹،

نے باوجود اس کے کہ وہ فلسفۂ ارسطو کے زیادہ دلدادہ تھے، پلوٹارک کے فلسفہ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس کی اکثر تصنیفات کے ترجمے کئے، اس نے ایک کتاب مین طبعیات کے متعلق تمام حکما کی رائین نقل کی تھین، قسطا بن لوقا نے اس کا ترجمہ کیا، اس کے سوا اس کی اور کتابین مثلاً کتاب الی موریالیا، کتاب الغضب، کتاب الریاضۃ، کتاب النفس، عربی و سُریانی مین ترجمہ کی گیئن،

یہ تقسیم زمانہ کے اعتبار سے تھی لیکن اصول فلسفہ، طرز تعلیم، اخلاق و عادات کے لحاظ سے فلسفہ کے سات اسکول قرار دیئے گئے ہین،

(۱) فیثاغورثیہ،	اس کا حال اوپر گذر چکا،
(۲) قورینیۃ،	اس فرقہ کا بانی ارسیفوس تھا اور چونکہ وہ قورنیا کا رہنے والا تھا، اس لئے یہ فرقہ اسی کی طرف منسوب ہوکر مشہور ہوا،
(۳) رواقیہ،	(اسٹوئیک) (Stoic) اس فرقہ کا بانی زینون (Zeno) المتولد ۳۴۰ سنہ ق م تھا، اور چونکہ وہ چھت کے نیچے بیٹھ کر تعلیم دیتا تھا رواقیہ کے نام سے مشہور ہوا،
(۴) کلابیہ،	(Dogmatic) اس فرقہ کا بانی انیتین تھا، یہ حکیم تمام آدمیون کو حقیر سمجھتا تھا، اور خاص کر امرا اور دولت مندون کو گویا کاٹ کھانا چاہتا تھا اس مناسبت سے لوگ اس کو کتا کہتے تھے، اور اسی مناسبت سے اس فرقہ کا نام کلابیہ مشہور ہوگیا، اس فرقہ کا سب سے نامور شخص دیوجانس کلبی (Diogenes) تھا جس کے حالات اور اقوال و افعال عربی کتابون مین اکثر مذکور ہین، وہ ۴۱۳ سنہ ق م پیدا ہوا،

(۵) مانعہ	اس کا بانی فورن تھا، اور چونکہ وہ لوگون کو تعلیم سے منع کرتا تھا اسلئے اس نام سے مشہور ہوا،
(۶) لذتیہ،	اس کا بانی اپیکوریس المتولد ۳۴۲ قم تھا جس کا فلسفہ یہ تھا کہ آیندہ حشر و نشر کچھ نہین، اس لئے جس قدر ہوسکے یہان عیش کر لینا چاہیے،
(۷) مشائین،	اس کے بانی افلاطون اور ارسطو تھے، اور چونکہ یہ لوگ پڑھانے کے وقت ٹہلتے جاتے تھے، اور پڑھاتے جاتے تھے، اس لئے اس نام سے مشہور ہوئے،

ان مین سے بعضون نے تصنیف و تالیف نہین کی بلکہ زبانی مسائل کی تعلیم کرتے تھے، چنانچہ ان کے اصول اور اقوال دوسرون کی تصنیفات مین حوالہ کے طور پر ملتے ہین، غرض ان مین سے جن حکمار کی تصنیفات موجود تھین عربی مین ترجمہ کی گئین، اور جن کے صرف اقوال او مسائل محفوظ تھے، اسی حیثیت سے محفوظ رہے، چنانچہ علامہ شہرستانی نے دیوجانس، اپیکورس، زینون کے اقوال اور مسائل کو اپنی کتاب مین نہایت خوبی سے بیان کیا ہے اگرچہ ان مین سے بعضون کا اصول چونکہ مذہب اسلام کے مخالف تھا، اس لئے ان کی پیروی نہین کی گئی، لیکن بعض بعض حکماے اسلام کے خیالات مین ان کا پرتو پایا جاتا ہی مثلاً عمر خیام کی رباعیان اپیکورس کے خیالات سے لبریز ہین، لیکن چونکہ وہ خیالات شاعری کے پردہ مین ادا کیے گئے ہین اس لئے الحاد و زندقہ کے طعنہ سے کسی قدر وہ محفوظ رہا،

زینون زینون وحدت وجود کا قائل تھا، اور یہ خیال تو اس وسعت سے مسلمانون مین پھیلا کہ ایک بڑے مذہبی گروہ کا دار مدار اسی پر ہے،

یونان کے فلسفہ نے وہ قبول حاصل کیا کہ مصر کی درسگاہون مین جہان کسی زمانہ مین

خود حکماے یونان نے تعلیم پائی تھی، اس کا رواج ہوگیا، اسکندریہ کے تمام مدارس میں یونانی ہی فلسفہ پڑھایا جاتا تھا، کچھ دنون تک مقلدانہ تعلیم رہی، پھر وہان خود ایسے اہل کمال پیدا ہوگئے کہ فلسفہ کے خاص خاص اسکول کے بانی قرار پائے، چنانچہ امونیس (AMMONIUS) نے جو ۲۴۲ء مین تھا ایک نئے طریقہ کی بنیاد ڈالی، جس کا نام نیو پلاٹونیزم یعنی جدید فلسفہ افلاطونی ہے، اس حکیم نے افلاطون کے فلسفہ مین چند خاص اصول اضافہ کئے، اور بہت سے لوگ اس کے پیرو ہوگئے، امونیس نے ارسطو کی بہت سی کتابون پر شرحین بھی لکھین، مثلاً شرح قاطیغوریاس، شرح طوبیقا وغیرہ چنانچہ ان کتابون کا عربی مین ترجمہ ہوا،

امونیوس نے مستقل تصنیفین بھی لکھین، جو عربی مین ترجمہ کی گئین، مثلاً شرح مذہب ارسطالیس فی الصانع، کتاب فی اغراض ارسطالیس، کتاب حجۃ ارسطالیس فی التوحید،

نیو پلاٹونیزم یعنی جدید فلسفہ افلاطونیہ جو اسکندریہ مین قائم ہوا، اس کے اصولِ اولین چار تھے[۵]

(۱) خدا مین تین اقنوم ہین، وحدت، فہم، قوت،

(۲) نفس وحدت حاصل کرسکتا ہے، اور اس حیثیت سے خدا کی برابری حاصل کرسکتا ہے،

(۳) موجودہ زندگی کے تصورات سب وہم و خیال ہین،

(۴) مادہ نہایت حقارت کے قابل ہے،

اس فلسفہ کے مشاہیر حکما یہ تھے،

فرفوریوس

فرفوریوس (Porphyrius) ۲۳۳ء مین پیدا ہوا، فن بلاغت کی تحصیل اتھینز مین کی، یہ مذہب عیسوی کا مخالف تھا، اور عیسائیت کے رد مین بہت سی کتابین تصنیف کین، فلسفہ مین ارسطو کی اکثر کتابون کی شرح لکھی، اور کلیاتِ خمس کی ترتیب

---

۵ میزان الحق مطبوعہ بیروت صفحہ ۱۳۰،

اسی نے دی، مسلمانون نے اس کی تصنیفات کو بڑی جد وجہد سے مہیا کیا، اور ان کے ترجمے کئے جن کی تفصیل ذیل مین ہے،

نام کتاب	مضمون	مترجم
ایساغوجی	یعنی کلیات خمس	
مدخل الی القیاسات		ابو عثمان دمشقی
کتاب العقل والمعقول		
انالوس کے نام دو کتابین	انو با، فرفوریوس کا شاگرد تھا	
کتاب الرد علی بحیوس	عقل و معقول کے بیان مین ہے	
الاسطقسات	عناصر کا بیان ہی،	
شرح کتاب باری ارمنیاس لارسطو		
شرح کتاب سماع طبعی لارسطو		بسیل
شرح کتاب اخلاق لارسطو		اسحق بن حنین، یہ کتاب بارہ مقالون مین ہی،

فرفوریوس نے حکمار کے حال مین ایک نہایت مفصل اور مفید کتاب لکھی تھی اس کا بھی عربی مین ترجمہ کیا گیا، چنانچہ طبقات الاطبار کا ابتدائی حصہ بہت کچھ اسی سے ماخوذ ہے، اور مسلمان مصنفون نے حکماے یونان کے حالات مین جو کتابین لکھی ہین، اکثر اس سے ماخوذ ہین،

براقلس

اس فلسفہ کا دوسرا مشہور حکیم براقلس تھا، یہ ۴۱۲ء مین پیدا ہوا، فلسفہ و ریاضی مین استاد وقت تھا، یہ بھی مذہب عیسوی کا سخت مخالف تھا، اس کی اکثر تصنیفات عربی مین ترجمہ کی گئین جن کی تفصیل ذیل مین ہی،

نام کتاب	مضمون
کتاب جدو دم وائل الطبعیات	
ثمان عشرۃ مسائل	اٹھارہ مسئلون کا بیان ہی،
شرح قول فلاطون فی النفس	تین مقالون مین ہی،
اثولوجیا	یعنی الٰہیات
تفسیر وصایاے فیثاغورث	فیثاغورث کی وصیتین جو آب زر سے لکھی گئی تھین اون کی شرح ہے، ۲۰۰ صفحون مین ہی،
الجواہر العالیۃ	
دیادوخس	یونانی نام ہے اسمین دس مسئلون پر بحث ہی،
الخیر الاول	
المسائل العشر المعضلات	دس نہایت مشکل مسئلون پر بحث ہے،
الجزء اللذی لایتجزی	جزء لایتجزی کی بحث مین ہے،

ثامسطیوس

اس طبقہ کا ایک اور مشہور حکیم ثامسطیوس (Themistius) تھا، جو ۳۵۵ء مین تھا، یہ بھی عیسائیت کا منکر تھا، اور شاید یہی وجہ تھی کہ بادشاہ روم لیولیانس نے جو مذہب عیسوی کا سخت دشمن تھا، اس کو اپنا سکریٹری مقرر کیا تھا، اس نے ارسطو کی تصنیفات کی شرحین لکھین جن مین سے شرح کتاب قاطیغوریاس، شرح انالوطیقا، شرح انالوطیقا ثانی، تفسیر کتاب طوبیقا، تفسیر سماع طبعی، تفسیر کتاب السماء والعالم، تفسیر کتاب الکون والفساد، تفسیر کتاب النفس، تفسیر کتاب الحروف کا ترجمہ عربی زبان مین موجود ہے، علامہ ابن الندیم نے ان کتابون کی اور اون کے مترجمون کی بھی تفصیل لکھی ہی،

تامسطیوس کی ذاتی تصنیفات بھی ہین اور ان کا بھی عربی مین ترجمہ کیا گیا، ان مین سے ایک کتاب نفس کی بحث مین ہے اور باقی دو رسالے ہین جو اس نے لیولیانس کو لکھے تھے،

یحیی نحوی

حکماے اسکندریہ کا خاتم یحیی نحوی (John the Grammarian) تھا جو اسلام کے زمانہ تک موجود رہا، اور عمرو بن العاصؓ نے اس کی بہت قدر و منزلت کی، وہ بیک واسطہ برقلس کا شاگرد تھا، اور اس کی صحبت سے شرف ہوا تھا، یحیی کا اصل فن طب تھا، چنانچہ اس کی طبی تصنیفات کا ذکر آگے آتا ہے، لیکن اس نے فلسفہ پر بھی کتابین لکھین، چنانچہ ارسطو کی کتاب قاطیغوریاس و انالوطیقا اول و دوم و طوبیقا و سماع الطبعی و الکون و الفساد، ان سب کتابون کی شرحین لکھین، ان کے سوا اس کی مستقل تصنیفات بھی ہین، ایک کتاب برقلس کے رد مین ہے، اور اٹھارہ مقالون مین ہے، ارسطو کے رد مین بھی اس نے ایک کتاب چھ مقالون مین لکھی، ان کے سوا اور تصنیفین ہین، چنانچہ ان سب کی تفصیل علامہ ابن الندیم و ابن ابی اصیبعہ نے کی ہے، یہ تمام کتابین عربی زبان مین ترجمہ کی گئین، اور ان مین سے بعض آج تک موجود ہین،

ہیئت،

اس فن کا موجد تھیلس (ثالیس ملطی) کہا جا سکتا ہے جو حضرت عیسیٰؑ سے ۶۲۰ برس پہلے تھا اس نے زمین کو مرکزِ کائنات مانا، اور وہ پہلا شخص ہے جس نے زیج بنائی، اور خسوف کی پیشین گوئی کی، اس کے بعد فیثاغورث و افلاطون نے اس فن کو نہایت ترقی دی، فیثاغورث نے جو ۵۳۶ ق م تھا، بجاے زمین کے آفتاب کو مرکز مانا، ان حکماء کی تحقیقات اور مسائل اگرچہ عربی کتابون مین تفصیل سے مذکور ہین، لیکن اس فن کے متعلق اون کی کسی مستقل تصنیف کا

تھین، اس لئے اس نے بیت الحکمۃ کے افسرون یعنی سلما اور ابو حسان کو اس کام پر مامور کیا، ان لوگون نے نہایت مشہور اور نامور مترجمون کو جمع کر کے ترجمہ پر مامور کیا اور نہایت محنت کیسا تھ ترجمہ کیا گیا، اس کتاب کے کل ترجمے جو مقبول ہوئے تین ہین، ایک حجاج بن مطر کا، دوسرا اسحق کا جس کو ثابت نے صحیح کیا، تیسرا اخود ثابت کا، چونکہ مامون الرشید کو اس کتاب کے ساتھ نہایت شغف تھا، اس کے حکم سے حنین بن اسحاق نے بھی ترجمہ کیا، حجاج بن یوسف و ثابت بن قرہ نے زوائد سے پاک کر کے خلاصہ لکھا، ابوریحان بیرونی نے اس کا اختصار کیا، اور عمرو بن فرخان، ابراہیم بن الصلت، فضل بن حاتم، شمس الدین سمرقندی، نظام الدین نیشاپوری وغیرہ نے شرحین لکھین[1]،

بطلیموس کا نظام تمام یورپ مین مدتون یعنی کوپرنیکس کے زمانہ تک متداول رہا، یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بطلیموس کی یہ کتاب (مجسطی) اول عرب ہی کی بدولت یورپ مین پہنچی، چنانچہ عربی زبان سے لاٹین مین اس کا ترجمہ کیا گیا، پھر یونانی نسخہ بھی ملا، اور فرنچ مین اس کا ترجمہ کیا گیا، جو پیرس مین ۱۸۱۳ء مین چھاپا گیا[2]،

بطلیموس نے آلات رصدیہ مین ذات الحلق اور ذات الصفائح پر دو مستقل کتابین لکھین، اور ایک نہایت مفصل کتاب علم نجوم مین لکھی جس کا نام قانون ہے، یہ کتابین بھی عربی مین ترجمہ کی گئین، چنانچہ مورخ یعقوبی نے ان کتابون کے ابواب اور فصلون کے مضامین کو تفصیل سے لکھا ہے، بطلیموس کی اور تصنیفات جو ترجمہ کی گئین حسب ذیل ہین،

کتاب[1] المو الید، کتاب[2] استخراج السہام، کتاب[3] تحویل سنی العالم، کتاب[4] تحویل سنی المو الید، کتاب[5] المرض و شرب الدوا، کتاب[6] فی سیر السبعہ، کتاب[7] فی الاسرار و الجنین، کتاب[8] فی اثر الصعود،

[1] کتاب الفہرست و کشف الظنون و دائرۃ المعارف، [2] دائرۃ المعارف،

کتاب[9] التحصین ایہما یفلح، کتاب[10] ذوات الذوایب، کتاب[11] السابع، کتاب[12] القرعہ، کتاب[13] اقتصاص احوال الکواکب، کتاب[14] المثمرۃ، کتاب[15] الاربعۃ، یہ کتاب ایک شاگرد کے نام سے لکھی تھی، ابراہیم ابن الصلت نے اس کا ترجمہ کیا حنین نے اصلاح کی، ثابت و عمر بن الفرخان وغیرہ نے شرحین لکھین، یہ تینون حکیم فن ہیئت کے بانی اور موجد خیال کئے جاتے ہین، لیکن مسلمانون نے ان کے علاوہ اور اہل کمال کی بھی کتابین بہم پہنچائین اور ترجمہ کین، چنانچہ تفصیل حسب ذیل ہے،

اوطولوقس

اوطولوقس، (Autolycus) یہ ارسطو کا معاصر اور دیوجانس کا استاد تھا، اس کی دو کتابین اس فن مین ہین اور دونون کا ترجمہ کیا گیا، کتاب الکرۃ المتحرکۃ، کتاب الطلوع والغروب،

ایسقلاوس

ابسقلاوس (Hypsicles) سنہ ۱۶۰ء مین تھا اور اسکندریہ مین رہتا تھا، اسکی تصنیفات مین کتاب[1] الاجرام والابعاد، کتاب[2] الطلوع والغروب کا ترجمہ ہوا، اس نے اقلیدس کے چوتھے اور پانچوین مقالہ کی اصلاح بھی کی تھی، اور اس کا بھی عربی مین ترجمہ ہوا،

ثاون

ثاون (Theon) اسکندریہ کا رہنے والا تھا، اس نے آلات رصدیہ مین سے ذات الحلق اور اسطرلاب کے متعلق دو مستقل کتابین لکھین بطلیموس کی زیج پر بھی ایک کتاب لکھی، مجسطی پر بھی اس کی ایک کتاب ہے، چنانچہ ان سب کتابون کا ترجمہ کیا گیا،

فالیس و

فالیس ومی، اس کی تصنیفات جن کا ترجمہ ہوا حسب ذیل ہین،

مدخل[1] الی صناعۃ النجوم، کتاب[2] الموالید، کتاب[3] المسائل، کتاب[4] الزائجہ، کتاب[5] المسائل الکبیر، کتاب[6] السلطان، کتاب[7] الامطار، کتاب[8] تحویل سنی العالم، کتاب[9] الملوک،

تیودو

تیوودورس، (Theodosius) اس کی تصنیفات جو ترجمہ ہوئین حسب ذیل ہین،

کتاب[1] الاکر، کتاب[2] المساکن، کتاب[3] اللیل والنہار،

بیس

بیس ([illegible]) ثاون اسکندرانی کا معاصر تھا، اس نے بطلیموس کی کتاب پر جو کرہ کی تسطیح کے متعلق ہے شرح لکھی، اس کتاب کا ترجمہ ثابت نے کیا،

ایرن

ایرن ([illegible]) ۲۵۰ ق م تھا، اس نے اسطرلاب پر ایک کتاب لکھی اور اس کا ترجمہ کیا گیا، اقلیدس کے شکوک پر بھی ایک کتاب لکھی اور اس کا بھی ترجمہ ہوا،

ایون

ایون ([illegible]) اخیر حکما مین سے ہے، اس کی تصنیفات مین سے اصطرلاب پر ایک کتاب ہے، اور وہ عربی مین ترجمہ کی گئی،

جبر و مقابلہ و حساب

جبر و مقابلہ کا فن اگرچہ مسلمانون نے گویا خود ایجاد کیا، کیونکہ مسلمانون سے پہلے اسکی ابتدائی حالت ایسی تھی کہ فن کا لفظ اس پر صادق نہین آسکتا تھا، اور اس بات کا تمام یورپ اعتراف کرتا ہے، تاہم اس سے انکار نہین ہو سکتا کہ یونانیون نے بھی اس فن مین کچھ کتابین لکھی تھین، چنانچہ وہ عربی مین ترجمہ کی گئین،

ابرخس

سب سے اول جس نے یونان مین اس کے متعلق کچھ لکھا وہ **ابرخس** تھا، جو ۱۴۰ ق م نہایت مشہور ریاضی دان گذرا ہے، سیارات کی حرکت، چھ سو برس مابعد تک خسوف کی تاریخین، ستارون کے فاصلہ، اجرام فلکی کی فہرست ان مضامین پر اس نے بہت سے رسالے لکھے، **جبر و مقابلہ** پر اس کی جو کتاب ہے اس کا ترجمہ اور اصلاح ابو الوفا محمد بن محمد حاسب نے کی، ابو الوفا نے اس کتاب کی شرح بھی لکھی، اور دعوون کو براہین ہندسیہ سے ثابت کیا،

ابرخس کی ایک اور کتاب کا عربی مین ترجمہ ہوا، جس کا نام **قسمۃ الاعداد**[1] ہے، ابرخس کے

[1] کتاب الفہرست صفحہ ۲۶۹ و دائرۃ المعارف،

بعد دیوفنطس نے اس فن کو ترقی دی،

دیوفنطس

دیوفنطس (Diophantus) یونانی تھا اور اسکندریہ مین سکونت رکھتا تھا، جبر و
مقابلہ پر اس نے ۱۳ رسالے لکھے جو ایک مجموعہ مین مرتب تھے، ان رسالون مین مربعات و
مکعبات وغیرہ کے بہت سے مسائل موجود ہین، عربی مین اس کتاب کا ترجمہ کیا گیا، یورپ کو
مدت تک دیوفنطس کا نام تک معلوم نہ تھا، سب سے پہلے آٹھوین صدی عیسوی مین یوحنا شامی
نے اس کا حوالہ دیا، سنہ ۱۶۷۰ء مین اس کی کتاب اصل یونانی مین مع لاٹین ترجمہ کے چھاپی گئی، اور
سنہ ۱۶۲۵ء مین اس کا ترجمہ کیا گیا،[1]

حساب کے متعلق عام طور پر مسلّم ہے کہ مسلمانون نے ہندوون سے لیا اور یہی وجہ ہے
کہ وہ رقوم اعداد کو ہندی طریقہ سے لکھتے ہین، تاہم یونان کی تصنیفات بھی مسلمانون نے
بہم پہنچائین، سب سے قدیم تصنیف فیثاغورس کی تھی، جس کا نام ارثماطیقی یعنی ارتھمیٹک تھا،
یہ کتاب عربی زبان مین ترجمہ کی گئی،[2] اس کے علاوہ اور مصنفون کی کتابین بھی ترجمہ کی گئین جن کی
تفصیل حسب ذیل ہے،

نیقوماخس

نیقوماخس (Nicomachus) ارسطو کا باپ، اور بہت بڑا موسیقی دان
تھا، اس نے اس فن مین ایک کتاب لکھی جس کا نام ارثماطیقی ہے، یہ کتاب دو مقالون
مین ہے، اور اصل یونانی مین سنہ ۱۵۳۸ء مین بمقام پیرس چھاپی گئی ہے، یہ کتاب عربی زبان
مین ترجمہ کی گئی،[3]

---

[1] دائرۃ المعارف جلد ۸ صفحہ ۶۴۴،

[2] طبقات الاطبا، جلد اول صفحہ ۴۳،

[3] کتاب الفہرست صفحہ ۲۶۹ و دائرۃ المعارف، لفظ حساب۔

مکانک (یا) علم الآلات[1]،

یہ فن اگرچہ درحقیقت موجودہ زمانہ کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے، لیکن یونان مین اسکی ابتدا ہوچکی تھی، سب سے پہلے جس نے جرثقیل اور حرکت کے اصول دریافت کئے وہ ارشمیدس (Archimedes) ہے، جو ۲۵۰ ق م تھا اس نے پانی کی گھڑی ایجاد کی جسمین گھنٹون کے گذرنے پر خود بخود گھنٹون کی تعداد کے موافق گولیان گرتی تھین، اسی زمانہ مین ایرن نے اس فن مین بہت سی باتین اضافہ کین، پانی کے بلند کرنے کا آلہ اول اسی نے ایجاد کیا، اس نے آلات کی ۵ تقسیمین کین لیکن آج کل چھ قرار دیجاتی ہین، یعنی سطح مائل بھی ایک قسم قرار دیجاتی ہے، حالانکہ ایرن نے اس کو چھوڑ دیا تھا، ایرن نے جرثقیل پر ایک مستقل کتاب لکھی،

ایک اور حکیم جو اس فن کا استاد گذرا ہے، مارطس تھا،

مارطس

مارطس (Martus) یونانی الاصل تھا، اس نے ارگن باجہ پر ایک کتاب لکھی اور ایک آلہ دریافت کیا، جس کی آواز ۲ میل تک جاسکتی تھی،

غرض اس فن کے متعلق جو کتابین عربی زبان مین ترجمہ کی گئین حسب ذیل ہین،

نام کتاب	مضمون	کیفیت
آلہ ساعات الماء	پانی کی گھڑی	ارشمیدس
کتاب شیل الاثقال	جرثقیل کے بیان مین	ایرن

[1] مکانک کے لئے دیکھو دائرۃ المعارف ذکر آلات و فہرست ابن الندیم صفحہ ۱۶۶ و ۲۶۹ و ۲۷۰ و ۲۸۵ و یعقوبی صفحہ ۲۳۵،

نام کتاب	مضمون	کیفیت
الاشیاء المتحرکہ من ذاتہا	چیزون کا خود بخود حرکت کرنا	ایرن
الآلات المصوتہ	ارگن باجہ جو آپ سے آپ بجتا ہے	مارطس
کتاب لدوالیب	گھڑی وغیرہ مین جو چکر ہوتے ہین	″

موسیقی،

موسیقی کا فن اگرچہ عرب مین مدت سے موجود تھا لیکن علمی حیثیت سے نہ تھا، یونان مین اول جس شخص نے علمی حیثیت سے اس فن کو مرتب کیا، وہ غالباً فیثاغورث تھا، اقلیدس نے بھی اس کو ترقی دی، اور اس فن مین اس کی تصنیفات بھی ہین، اگرچہ یہ امر یقینی ہے کہ ان قدمار کی تصنیفات عربی زبان مین ترجمہ کی گئین، چنانچہ علامہ ابوالفرج اصفہانی نے اسحاق موصلی کے حال مین تصریح کی ہے کہ موسیقی کی تمام کتابین محمد بن حسن بن مصعب کے حکم سے ترجمہ کی گئین،

لیکن ہم کو کسی کتاب اور اس کے مترجم کا نام بہ تعین معلوم نہین ہوسکا، جہان تک ہمکو معلوم ہے، سب سے پہلی تصنیف جو مسلمانون کے ہاتھ آئی وہ نیقوماخس کی کتاب ہے، جو ارسطو کا باپ تھا، یہ کتاب اب اصلی زبان مین بمقام لیڈن ۱۶۱۶ء مین چھاپی گئی ہے، دوسری تصنیف اس فن مین ارسطکاس کی تھی،

ارسطکا،

ارسطکاس (Aristoxenus) ارسطو کا شاگرد اور فن موسیقی کے ارکان مین تسلیم کیا گیا ہے، فیثاغورث نے اس فن کو صرف ذوق پر محمول رکھا تھا، ارسطکاس پہلا شخص ہے، جس نے راگ کے ایقاعات کو ریاضی کے اصول سے ثابت کیا، اور فیثاغورث

سے جداگانہ طریقہ پر ایک درس گاہ کی بنیاد ڈالی، اس کی کتاب جو علم الایقاع کے متعلق ہے اس کا ترجمہ کیا گیا، یہ کتاب تین جلدون مین ہے، اور اس کا اصلی نسخہ آج یورپ مین موجود ہے، ارسطکاس کی اور بھی بہت سی تصنیفات تھین لیکن غالبًا مسلمانون کو نہین ملین، اور آج یورپ کو بھی اعتراف ہے، کہ کتاب الایقاع کے سوا اس کی اور کوئی تصنیف نہین ملتی،

جغرافیہ

یونانی اسکول مین اس فن کی ابتدا اراتستنین سے ہوئی جو حضرت عیسیٰؑ سے قریبًا سو برس پہلے اسکندریہ مین تھا، اس کے بعد ابرخس نے بہت کچھ اس پر اضافہ کیا، ابرخس کے بعد استرابون ہوا جو یونانی تھا، اس نے خود دور دراز مقامات کے سفر کئے اور جغرافیہ پر ایک عمدہ کتاب لکھی، اسی دور کے قریب مارینوس تھا جس کے جغرافیہ مین زمین کا رنگین نقشہ موجود ہے، سب سے اخیر لیکن سب سے زیادہ نامور بطلیموس ہوا، وہ دوسری صدی عیسوی مین تھا، اس نے تمام دنیا مین اپنی طرف سے سیاح بھیجے جنھون نے نہایت جد وجہد سے ملکون اور آبادیون اور دریا و نہر وغیرہ کے حالات بہم پہنچائے، اور ان کی مدد سے ایک نہایت مفصل جغرافیہ لکھا جو آج بھی موجود ہے، اس جغرافیہ مین اکثر شہرون کا عرض بلد وطول بلد بھی درج ہے،

مسلمانون نے اگرچہ ان تمام تصنیفات سے واقفیت پیدا کی، چنانچہ مورخ مسعودی کتاب التنبیہ والاشراف مین جا بجا ان کی طرف اشارہ کرتا ہے لیکن جن کتابون کا ترجمہ ہوا وہ مارینوس اور بطلیموس کا جغرافیہ ہے،

مارینوس

مارینوس کے جغرافیہ مین تمام اقالیم کے جدا جدا رنگ تھے، مورخ مسعودی

١؎ کتاب التنبیہ والاشراف صفحہ ٣، ٢؎ کتاب مذکور صفحہ ٣٣،

نے لکھا ہے کہ تمام قدیم جغرافیون مین یہ سب سے اچھا ہے[1]،

بطلیموس

بطلیموس (PTOLOMY) کا جغرافیہ آٹھ بابون مین ہے اور نہایت مفصل ہے اول یعقوب کندی کے حکم سے اس کا ترجمہ ہوا لیکن وہ اچھا نہ تھا، اس لئے دوبارہ ثابت نے ترجمہ کیا، اور نہایت عمدگی سے کیا، سریانی زبان مین بھی اس کتاب کا ترجمہ کیا گیا،

طب

طب کی ابتدا یونان مین اسقلیبس سے ہوئی، یونانیون نے اس کو ابوالطب کا لقب دیا تھا اور اون کا خیال تھا کہ اس پر خدا کی طرف سے یہ فن الہام ہوا تھا، اسقلیبس نے اپنی اولاد کو زبانی اس فن کی تعلیم دی، اور وصیت کی کہ یہ فن خاندان سے باہر نہ جانے پائے، اس کے خاندان مین بڑے بڑے نامور حکما اور طبیب گذرے، اقلیدس، افلاطون، سولن وغیرہ اس کے خاندان سے تھے، سولھوین نسل مین تقریباً حضرت عیسیٰؑ سے پانسو برس پہلے بقراط پیدا ہوا، اور یونانیون مین وہ پہلا شخص ہے جس نے اس فن کو مرتب کیا، اور کتابین لکھین، طب کی تعلیم کو عام بھی اسی نے کیا، ورنہ اس سے پہلے بجز اس خاندان کے کوئی شخص اس فن کو حاصل نہین کرسکتا تھا، بقراط کے بعد جالینوس پر اس فن کا خاتمہ ہوگیا،

بقراط

یونانیون کے نزدیک فن طب کے آٹھ ارکان ہین، اول اسقلیبس (AXLEPIUS) اور اخیر جالینوس، ان کے بیچ مین غورس، مینس، برمانیدس، افلاطن، اسقلیبس دوم اور بقراط تھے، ان لوگون کے سوا اور بھی بہت سے صاحب تصنیف اطبا گذرے لیکن وہ ارکان فن نہین کہے جاسکتے،

مسلمانون نے طب کے اس تمام سرمایہ کو عربی زبان مین منتقل کیا، اور چونکہ بقراط وجالینوس

[1] کتاب مذکور ص ۳۳،

نے اس فن کو در حقیقت نہایت کمال کے رتبہ پر پہنچایا، اس لئے ان کی تصنیفات پر زیادہ توجہ کی، بقراط کی طرف اگرچہ بہت سی کتابین منسوب ہین لیکن ان مین سے ۳۰ کتابین قطعی طور سے اس کی تصنیف کہی جاسکتی ہین، چنانچہ یہ سب ترجمہ کی گئین، اور ان مین سے ۱۲ اس قدر مقبول و متداول ہوئین کہ درس مین داخل ہو گئین ابن ابی اصیبعہ نے ان کتابون کے علاوہ بقراط کی اور بہت سی کتابین گنوائی ہین جن کا شمار ۴۹ تک پہنچتا ہے لیکن مصنف مذکور کا بیان ہے کہ ان مین بعض مشتبہ ہین، بقراط کی ترجمہ شدہ تصنیفات مین سے جن کے مترجمون کا نام ہم تفصیل سے معلوم کر سکتے ہین انکی تفصیل حسب ذیل ہے:-

نام کتاب	مضمون	مترجم	کیفیت
عہد بقراط	اس مین بقراط نے وہ شرائط بتائے ہین جن کے بغیر کسی کو فن طب نہین پڑھانا چاہئے،	حنین حبیش، عیسی بن یحیی	اوّل الذکر نے سریانی مین، اور حبیش و عیسی نے عربی مین ترجمہ کیا،
فصول	تمام مسائل طبیہ کا خلاصہ ہے	حنین	محمد بن موسی شاکر کے لئے ترجمہ کی گئی، سات مقالون مین ہے،
تقدمۃ المعرفۃ	علامات مرض کا بیان ہے،	حنین و عیسی	تین مقالے ہین،
الامراض الحادۃ	غذا، فصد، مسہل وغیرہ کا بیان ہے	عیسی بن یحیی	اس کتاب کے پانچ مقالون مین سے صرف تین کا ترجمہ ہوا،
کتاب الکسر والجبر	ہڈیون کے ٹوٹنے اور جوڑنے کا بیان ہے،	حنین	چار مقالے

نام کتاب	مضمون	مترجم	کیفیت
ابیدیمیا		عیسیٰ بن یحییٰ	
اخلاط		"	اس کتاب کا ترجمہ احمد بن موسیٰ شاکر کے حکم سے ہوا،
قاطیطریون	اعمال ید کا بیان	حنین	محمد بن موسیٰ شاکر کے حکم سے۔
کتاب الماء والہواء	مختلف ملکون کی آب وہوا کی تاثیر،	حنین حبیش	
طبیعۃ الانسان[۱]	بدن کی ترکیب کا بیان	"	

جالینوس

جالینوس سنہ ۵۹ء مین پیدا ہوا، اور ہندسہ وحساب پڑھنے کے بعد سترہ برس کی عمر مین طب کی تحصیل شروع کی، اور اس کی تکمیل کے لئے اتھینز، سایپرس، اٹلی، اسکندریہ وغیرہ کا سفر کیا، اس نے فن طب کے متعلق بہت سے نئے مسائل دریافت کئے، اور اس فن کو اس حد تک پہنچایا کہ اسلام کے دور تک اس پر کچھ اضافہ نہ ہوسکا،

مسلمانون نے اس کی تصنیفات کے بہم پہنچانے اور ترجمہ کرنے مین بے انتہا کوشش کی، ایک کتاب **برہان** کی تلاش مین جزیرہ، شام، فلسطین، مصر کے ایک ایک شہر کی خاک چھانی گئی، تصنیفات کے پتہ لگانے مین بڑی آسانی یہ ہوئی کہ جالینوس نے اپنی تصنیفات کی خود ایک فہرست لکھی تھی اور اس کا ترجمہ کرلیا گیا تھا، مترجمین مین سے **حنین** بن اسحٰق نے اپنی

[۱] بقراط کی ان تصنیفات اور اون کے علاوہ اور تصنیفات کے مضامین کو مورخ یعقوبی اور ابن ابی اصیبعہ نے نہایت تفصیل سے لکھا ہے،

[۲] جالینوس نے اپنے حالات آپ نہایت تفصیل سے لکھے ہین، چنانچہ ابن ابی اصیبعہ نے اس کے حوالہ سے نہایت دلچسپ واقعات اپنی تاریخ مین جمع کئے ہین،

تمام زندگی اسی کی تصنیفات کے ترجمہ مین صرف کردی، چنانچہ اس نے اپنی ایک تصنیف مین جالینوس کی ۱۲۹ کتابون اور رسالون کا نام مع تصریح مضامین لکھا ہے، اور بیان کیا ہے کہ یہ تمام کتابین عربی مین ترجمہ کرلی گیئن، علامہ ابن ابی اصیبعہ نے حنین کا یہ قول نقل کرکے لکھا ہے کہ ''اس وقت حنین کی عمر ۴۸ برس کی تھی اور اس وقت اس قدر کتابین اس کو بہم پہنچ سکین، اور چونکہ حنین نے ۷۰ برس کی عمر پائی تھی اس لئے یہ یقینی ہے کہ اس نے جالینوس کی اور تصنیفات بھی حاصل کی ہون گی''، اس کے بعد علامہ ابن ابی اصیبعہ نے لکھا ہے کہ مین نے خود جالینوس کی بہت سی کتابین عربی زبان مین دیکھین، جن کا ذکر حنین نے اپنی فہرست مین نہین کیا ہے، چنانچہ علامہ موصوف نے ان کتابون کے نام تفصیل سے لکھے ہین، جن کی تعداد ۳۲ ہے، جالینوس نے بقراط کی اکثر کتابون کی شرح لکھی ہے، ان کا ترجمہ بھی عربی مین کیا گیا، چنانچہ بقراط کی جس قدر کتابون کا نام اوپر مذکور ہوا جالینوس کی سب پر شرحین ہین، اور سب کا ترجمہ عربی مین موجود ہے، بہر حال اسمین شبہہ نہین کہ جالینوس کی تصنیفات جس قدر اس وقت دنیا مین موجود ہین ایک ایک کرکے ترجمہ کی گیئن، جن کتابون کے متعلق ہم زیادہ تفصیل معلوم کرسکے اون کا ایک مختصر نقشہ ذیل مین درج کیا جاتا ہے،

نام کتاب	مضمون	مترجم	کیفیت
کتاب الفرق	۔	حنین	
الصناعة	۔	”	
کتاب النبض	۔	”	
شفاء الامراض	۔	”	
مقالات خمس	تشریح مین ہی	”	

نام کتاب	مضمون	مترجم	کیفیت
اسطقسات	اربع عناصر	حنین	
کتاب المزاج	.	"	
القوی الطبیعیۃ	.	"	
العلل و الاعراض	.	"	
تعرف علل الاعضا الباطنۃ	.	حبیش	
کتاب النبض الکبیر	.	"	سولہ مقالہ ہین
کتاب الحمایات		حنین	
البحران		"	تین مقالہ ہین
ایام البحران		"	"
تدبیر الاصحاء		حبیش	چھ مقالہ ہین،
حیلۃ البرء		"	۱۴ مقالے ہین، پہلے مقالہ کو حنین نے درست کیا،

یہ تمام کتابین قدیم زمانہ مین اسلامی درسگاہون کے نصاب تعلیم مین داخل تھین، ان کے سوا جالینوس کی اور تصنیفات حسب ذیل ہین،

نام کتاب	مضمون	مترجم	کیفیت
کتاب التشریح الکبیر	تشریح کا بیان ہو	حبیش	۱۵ مقالون مین ہے،
اختلاف التشریح	.	"	۲ مقالے ہین،
تشریح الحیوان المیت	مردہ جانور کی تشریح	"	۱ مقالہ ہے،
تشریح الحیوان الحی	زندہ جانور کی تشریح	"	۲ مقالے،
علم البقراط بالتشریح	.	"	۵ مقالے،

نام کتاب	مضمون	مترجم	کیفیت
علم ارسطو فی التشریح	۔	حبیش	۳ مقالے
تشریح الرحم	۔	"	۱ مقالہ
حرکات الصدر والریہ	۔	اصطفن بن بسیل	۲ مقالے حنین نے ترجمہ کی اصلاح کی
علل النفس	۔	"	۲ مقالے
کتاب الصوت	۔	حنین	یہ کتاب محمد بن عبدالملک الزیات کے لئے ترجمہ کی گئی ۴ مقالے
حرکۃ العضل	۔	حنین اصطفن	حنین نے اصلاح کی، ۱ مقالہ
کتاب الحاجۃ الی النبض	۔	حبیش	۱ مقالہ
کتاب الحاجۃ الی النفس	۔	اصطفن	۔
کتاب العادات	۔	حبیش	۱ مقالہ
آراء بقراط و افلاطن	۔	"	۱۰ مقالے
کتاب الحرکات المجہولۃ	۔	حنین	۱ مقالہ
کتاب الامتلاء	۔	اصطفن	"
منافع الاعضاء	۔	حبیش	۱۷ مقالے
کتاب افضل الہیأت	۔	حنین	سریانی و عربی دونوں میں ترجمہ ہوئی ۱ مقالہ
خصب البدن	۔	حبیش	۱ مقالہ
کتاب سوء المزاج المختلف	۔	حنین	"
الادویۃ المفردہ	۔	"	۱۱ مقالے

نام کتاب	مضمون	مترجم	کیفیت
کتاب الاورام	•	ابراہیم بن الصلت	۱ مقالہ
کتاب المنی	•	حبیش	۲ مقالے
المولود لسبعة اشہر	•	حنین	۱ مقالہ
کتاب المرة السوداء	•	اصطفن	”
کتاب دارة النفس	-	حنین	۳ مقالے
تقدمة المعرفہ	•	عیسیٰ بن یحییٰ	۱ مقالہ
کتاب الفصد	•	”	”
کتاب الذبول	•	حنین	”
صفات الصبی یصرع	•	ابن الصلت	”
قوی الاغذیہ	•	حنین	۳ مقالے
التدبیر الملطف	•	”	۱ مقالہ
کتاب الکیموس	•	ثابت و شملی و حبیش	•
کتاب ارسطراس	•	حنین	•
تدبیر بقراط للامراض الحادہ	•	”	۱ مقالہ
ترکیب الادویہ	•	حبیش الاعسم	۱۷ مقالے
الادویة المقابلة للادواء	•	عیسیٰ بن یحییٰ	۲ مقالے
کتاب الترياق	•	یحییٰ بن البطریق	۱ مقالہ
کتاب الی تراسابولس	•	حنین	•

نام کتاب	مضمون	مترجم	کیفیت
الریاضۃ بالکرۃ الصغیرہ	۰	حبیش	۱مقالہ
الریاضۃ بالکرۃ الکبیرہ	۰	"	"
فی ان الطبیب الفاضل فیلسوف	۰	حنین	"
کتب بقراط الصحیحۃ	۰	"	"
الحث علی تعلیم الطب	۰	حبیش	"
محنۃ الطبیب	۰	حنین	"
کتاب البرہان	۰	"	یہی کتاب ہے جس کی تلاش مین حنین نے تمام ملکون کا سفر کیا تھا،
تعریف المرء عیوب نفسہ	۰	توما	
کتاب الاخلاق	۰	حبیش	۴ مقالے
انتفاع الاخیار باعدائہم	۰	"	۱مقالہ
ما ذکرہ افلاطن فی طیماوس	۰	حنین و اسحٰق	۲ مقالے
فی ان قوی النفس تابعۃ لمزاج البدان		حبیش	

ان مشہور اطبا کے سوا، اور یونانی اطبار کی تصنیفات و تالیفات کے بھی ترجمے کئے گئے، مثلاً اریشیجانس جو جالینوس سے پہلے تھا، اس کی تین کتابین عربی مین ترجمہ کی گئین، کتاب اسقام الارحام، طبیعۃ الانسان، کتاب فی النقرس[۲]،

[۱] یہ پوری فہرست ابن الندیم کی کتاب سے مرتب کی گئی ہے، دیکھو کتاب الفہرست صفحہ ۲۹۰، [۲] ابن ابی اصیبعہ صفحہ ۴۴،

روفس

جالینوس سے پہلے ایک اور بڑا نامی طبیب گذرا ہے، جس کا نام روفس (RUFES) تھا، اس کی ۴۳ کتابون کے نام علامہ ابن الندیم نے اپنی کتاب مین تفصیل نقل کئے ہین، اور چونکہ علامۂ موصوف کی کتاب کا موضوع انہی کتابون کا نام لکھنا ہے، جو عربی زبان مین ترجمہ ہوئین، اس لئے یہ یقینی ہے کہ ان کتابون کا ترجمہ کیا گیا تھا، ان کے سوا جن حکمار کی تصنیفات کے ترجمے ہوئے اون کے اور اون کی تصنیفات کے نام حسب ذیل ہین،

نام مصنف	تصنیفات ترجمہ کردہ شدہ
فیلغریوس (PHILAGRIUS)	کتاب من لا یحضرہ طبیب، وجع النقرس، کتاب حصاۃ، کتاب لمار الاصفر، کتاب وجع الکبد، کتاب قولنج، کتاب الیرقان، کتاب خانق الرحم، کتاب عرق النسار، کتاب لسرطان، کتاب صنعۃ تریاق الملح، کتاب عضۃ الکلب، کتاب علامات الاسقام، کتاب فی القوبا، کتاب فیما یعرض للثۃ والاسنان،
اوریباسیوس (ORIBASIUS)	کتاب الی ابیہ، کتاب الی ابنہ، رسالۃ فی التشریح، کتاب الادویہ، کتاب السبعین، اول دو کتابون کا ترجمہ حنین نے اور کتاب الادویہ کا ترجمہ اصطفن نے کیا،
اوارس	کتاب العلل المہلکۃ،
افلاطن طبیب	کتاب الملکی،
مغنس الحمصی (بقراط کا شاگرد)	کتاب البول،

نام مصنف	تصنیفات ترجمہ کردہ شدہ
فولیس الاجانیطی	کتاب الکناش، کتاب علل النسا، مترجمہ حنین،
اقریطون	کتاب الزینہ، یہ طبیب جالینوس سے پہلے اور بقراط کے بعد تھا،
اسکندروس	علل العین وعلاجہا، کتاب البرسام، کتاب الحیات والدیدان التی تتولد فی البطن، مترجمہ ابن البطریق،
مورنوس	کتاب الحقن، مترجمہ اصطاث،

دیسقوریدس

اس سلسلہ مین دیسقوریدس کا نام خاص حیثیت رکھتا ہے، یہ وہ حکیم ہے، جس نے دواؤن اور ہر قسم کی بوٹیون پر اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر ایک بہت بڑی مفصل کتاب لکھی، وہ ہمیشہ جنگلون اور صحراؤن، جزیرون اور دور دراز مقامات مین سفر کیا کرتا تھا، اور جو دوائین ہاتھ آتی تھی اکی تاثیر قلمبند کرتا تھا، اس کے ساتھ اس کی تصویر بھی کھینچتا تھا، جالینوس کا بیان ہے کہ ادویۂ مفردہ کے متعلق مین نے چودہ کتابین مختلف مصنفون کی دیکھین لیکن دیسقوریدس کی کتاب کو کوئی نہین پہنچتی، اس کتاب کا ترجمہ اور اس کی تصحیح جس اہتمام سے کی گئی، اوس کو ہم کسی قدر تفصیل کے ساتھ اوپر لکھ آئے ہین، دیسقوریدس کی یہ کتاب خود ہماری نظر سے بھی گذری ہے، تعجب ہے کہ دیسقوریدس کی اس کتاب پر اطبائے مابعد نے کچھ اضافہ نہین کیا،

مسلمانون مین ابن جلجل اندلسی صرف ایک شخص گذرا ہے، جس نے اپنے تجربہ سے کچھ دوائین اس پر اضافہ کین، اور اون کو ایک مستقل کتاب مین قلمبند کیا،

یونانی تعلیم نے چونکہ عام عالمگیری حاصل کی تھی، تمام ممالک مین اس کی شاخین قائم ہوگئی تھین، اس سلسلہ مین اسکندریہ سب سے زیادہ ممتاز ہے، یہان سات بڑے بڑے نامور طبیب پیدا ہوئے، جنھون نے طب یونانی کو بہت ترقی اور وسعت دی، ان لوگون نے جالینوس

کی ۱۶ کتابون کو خاص کر لیا تھا اور ان کے خلاصے اور شرحین لکھی تھین،

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام حکما کی تصنیفات عربی مین ترجمہ کی گئین، علامہ ابن ابی اصیبعہ نے طبقات الاطبا مین لکھا ہے کہ "ان تمام شرحون مین مین نے جس کو سب سے بڑھ کر پایا وہ جالینوس کی شرح ہے، اس شرح سے اس کا نہایت فضل و کمال ثابت ہوتا ہے"،

یحیی

ان مین سب سے اخیر یحیی نحوی تھا جس کا مختصر ذکر فلسفہ کے بیان مین ہو چکا ہے، وہ فلسفہ اور طب مین نہایت کمال رکھتا تھا، اور اسکندریہ مین بشپ کے عہدہ پر ممتاز تھا، قیصر روم نے اس کو قسطنطنیہ مین بلایا تھا، اور چونکہ فن طب مین کوئی شخص اس کا ہمسر نہ تھا، دربار مین نہایت قبول حاصل ہوا اور مدت تک وہ قسطنطنیہ مین رہا، اس نے جالینوس کی ۱۹ کتابون پر شرحین لکھین جو سب عربی مین ترجمہ کی گئین، ابن ابی اصیبعہ نے ان سب کے نام تفصیل سے لکھے ہین لیکن مین بہ لحاظ اختصار قلم انداز کرتا ہون،

اطباے اسکندریہ کے معاصر، شام و روم مین بھی بہت سے نامی اطبا تھے مثلاً شمعون اہرن، یوحنا، انطلیس، برطلاؤس، سند ہشار، کہلمان، اوراس، یونیوس بیروتی، سیورخنا، فلاغوسوس عیلی، سرجیس، اطنوس، غریفوریوس وغیرہ وغیرہ،

ابن ابی اصیبعہ نے مذکورۂ بالا طبیبون اور اون کی تصنیفات کے نام لکھکر لکھا ہے کہ ان حکیمون کی اکثر تصنیفات اس وقت موجود ہین، اور ابو بکر رازی نے اپنی کتاب مین جس کا نام حاوی ہے، اکثر ان کتابون سے نقل کیا ہے،

ہندسہ[۱] (یا) جامیٹری

طالیس

اس فن کا موجد اول جس نے اس کے ابتدائی اور جذری مسائل کو فن کی صورت مین

[۱] اس عنوان کی تفصیل مین جن حکما اور اہل فن کے نام آئے ہین اونکی تصحیح انگریزی حرفون مین اوپر گذر چکی ہے،

مرتب کیا، تھیلز ہے، جو حضرت عیسیٰؑ سے ۶۰۰ برس پہلے تھا، دائرہ اسی کی ایجاد ہے، اقلیدس کے تیسرے مقالہ کی شکل بھی کہ جو زاویہ نصف دائرہ مین ہوتا ہے قائمہ ہوتا ہے، اسی کی ایجاد ہے،

فیثاغورس

اس کے بعد انگزیگورس نے کچھ مسائل اضافہ کئے جنمین سے دائرہ کی تربیع بھی تھی لیکن ان حکما کی تصنیفات مسلمانون کو نہین مل سکین، کیونکہ وہ اسلام سے پہلے ناپید ہو چکی تھین، اس سلسلہ مین سب سے مقدم زمانہ کی جو تصنیف مسلمانون کو ملی وہ اقلیدس کی تصنیف تھی،

اقلیدس

یہ مشہور فاضل حضرت عیسیٰؑ سے ۳۰۰ برس پہلے تھا، وہ اگرچہ یونان کا باشندہ نہ تھا لیکن چونکہ تعلیم یونان مین پائی تھی اور اس کی تصنیفات بھی یونانی ہی زبان مین تھین، اس لئے وہ یونانی ہی کہلاتا ہے،

مسلمانون نے اس کی تصنیفات نہایت جد وجہد سے بہم پہنچائین، اور عربی زبان مین ان کے ترجمے کئے گئے،

ہندسہ مین اس کی مشہور کتاب جو اب اس کے نام سے مشہور ہے، اس کا ترجمہ اول حجاج ابن یوسف بن مطر نے ہرون الرشید کے لئے کیا، پھر اسی نے دوسرا ترجمہ مامون الرشید کے لئے کیا، اور یہ ترجمہ زیادہ صحیح اور صاف ہے،

اسحٰق بن حنین نے بھی اس کا ترجمہ کیا، اور ثابت بن قرہ نے اس کی اصلاح کی، حجاج کے نسخہ مین کل شکلین ۴۶۸ ہین، ثابت کے نسخہ مین ۱۰ شکلین زائد ہین، کچھ مقالے ابو عثمان دمشقی نے بھی ترجمہ کئے،

علماے اسلام نے نہایت کثرت سے اس کتاب کی شرحین لکھین، جن مین سے یزیدی، جوہری، ماہانی، ابو حفص الحرث خراسانی، ابو الوفا البوزجانی، ابو القاسم الانطاکی، احمد بن محمد الکرابیسی، ابو یوسف الرازی، قاضی عبد الباقی بغدادی، ابو علی الحسن بن الہیثم المصری، ابو جعفر خازن اہوازی،

ابوداؤد، سلیمان بن عقبہ کا نام خصوصیت سے لیا گیا ہے، قاضی عبد الباقی کی شرح نہایت بسیط ہے، اس نے اشکال کی مثالین اعداد سے دی ہین، ابن ہیثم نے مصادرات کی شرح لکھی ہے، اور ایک کتاب مین اس کے مسائل پر اعتراضات لکھے ہین، اور پھر جواب دیئے ہین، ثابت بن قرہ نے ان علل کی تشریح کی جن پر اقلیدس نے شکلون کی ترتیب رکھی ہے،

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یورپ کو یہ کتاب عرب ہی کی بدولت اور عربی ہی زبان مین ملی، چنانچہ اول اس کا ترجمہ عربی زبان سے اڈیلرڈ دوباث نے کیا[1]،

ہندسہ مین اقلیدس کی اور بھی تصنیفات ہین اور وہ عربی مین ترجمہ کی گیئن،

اقلیدس کے بعد دو بہت بڑے نامور فاضل گذرے جنھون نے فن ریاضی کو اوج کمال تک پہنچا دیا، ارشمیدس و ابلونیوس،

ارشمیدس — ارشمیدس سرقوسہ مین ۲۸۷ برس قبل مسیح پیدا ہوا، اور اسکندریہ کے مدرسہ مین علوم کی تکمیل کی، وہ پہلا شخص ہے جس نے ہندسہ کو عملی طور پر برتا، اور اس کے ذریعہ سے بہت سے مفید آلات ایجاد کئے، پانی کی گھڑی بھی غالباً اسی کی ایجاد ہے، اس حکیم کی جو تصنیفات عربی زبان مین ترجمہ کی گیئن حسب ذیل ہین

نام کتاب	کیفیت	نام کتاب	کیفیت
کتاب الکرۃ والاسطوانہ	دو مقالے ہین	تربیع الدائرہ	ایک مقالہ ہے،
تسبیع الدائرہ	دائرہ کے سات حصہ کرنیکا طریقہ	الدوائر المماسۃ	
المثلثات		الخطوط المتوازیہ	
المفروضات		الماخوذات فی اصول الہندسہ	
ساعات الماء	یعنی پانی کی گھڑیان	خواص المثلثات القائمۃ الزاویہ،	

[1] دائرۃ المعارف مطبوعہ بیروت ذکر اقلیدس،

ارشمیدس کی کتابین آج کل اصل یونانی مین چھاپی گئی ہین، اور موسیو پیرار نے فرنچ زبان مین ان کا ترجمہ بھی کیا ہے[1]،

ارشمیدس کی تصنیفات مین سے چونکہ کرہ اور اسطوانہ کی کتاب زیادہ مہتم بالشان تھی، مسلمانون نے اسی کے ساتھ زیادہ اعتنا کیا، ثابت بن قرہ نے ترجمہ کی اصلاح کی، او طوقیوس نے اس کی مشکلات کی جو شرح لکھی تھی اس کا بھی عربی زبان مین ترجمہ کیا گیا، محقق طوسی نے اس کی تحریر لکھی، اس کتاب مین ۴۸ شکلین ہین، اسی طرح کتاب المأخوذات کی طرف بھی بہت توجہ کی گئی، ابوالحسن علی نے اس کی تفسیر لکھی، طوسی نے اصلاح کی، ابوسہل نے بھی اس کو ترتیب دیا،

ابلونیوس

ابلونیوس نے اس فن کو اور بہت زیادہ ترقی دی اور اسکندریہ کے مدرسہ کی شہرت اس کی وجہ سے حد کمال کو پہنچ گئی، اس کی تصنیفات کے بہم پہنچانے مین بہت زیادہ جد و جہد کی گئی، کیونکہ پوری کتاب کا نسخہ کہین موجود نہ تھا، مامون الرشید نے روم سے جو کتابین منگوائی تھین ان مین یہ بھی آئی تھی، یہ کتاب اصل مین آٹھ مقالون مین تھی، لیکن مسلمانون کو صرف ۷ مقالے ملے، اور آٹھوین مقالے کی صرف ۴ شکلین، چار پہلے مقالون کا ترجمہ ہلال حمصی نے اور ۳ مقالون کا ثابت بن قرہ نے ترجمہ کیا، ابلونیوس کی اور کتابین جو عربی مین ترجمہ کی گئین حسب ذیل ہین،

کتاب قطع الخطوط علی نسبۃ،	
کتاب فی النسبۃ المحدودۃ،	ثابت بن قرہ نے اس کے پہلے مقالہ کی اصلاح کی،
کتاب قطع السطوح علی نسبۃ،	
کتاب الدوائر المماسہ	

[1] ارشمیدس اور اس کی تصنیفات کیلئے دیکھو کتاب الفہرست و دائرۃ المعارف ذکر ارشمیدس و کشف الظنون،

ان دو مہندسون کے بعد منالاؤس اور اوطوقیوس کا نام زیادہ مشہور ہوا، اور اونھون نے درحقیقت اس فن کو ترقی دی، منالاؤس (MEN LUS) اسکندریہ کا رہنے والا تھا، اور اسنہ ۱ء مین تھا، بطلیموس نے اپنی کتاب مجسطی مین اس کا حوالہ دیا ہے، اس کی تصنیفات حسب ذیل ہین جن کا ترجمہ عربی زبان مین ہوا،

الاشکال الکریہ	
کتاب معرفۃ الکمیۃ	چند اجسام جو مخلوط کر دیئے جائین ان کی کمیت دریافت کرنے کا طریقہ
اصول الہندسہ	تین مقالون مین ہے ثابت بن قرہ نے ترجمہ کیا،
کتاب المثلثات	صرف چند اجزار کا عربی مین ترجمہ ہوا،

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا مین لکھا ہے کہ اس مصنف کی جو تصنیفات یورپ کو ملین وہ عربی زبان کے ذریعہ سے ملین ورنہ اون کی اصل مفقود ہے،

ان مشہور اہل فن کے سوا جن مصنفون کی کتابین ترجمہ ہوئین، ان مین سے ارسطو وغیرہ کی کتابون کا ذکر اوپر گذر چکا باقی کی تفصیل حسب ذیل ہے،

اوطوقیوس

اوطوقیوس ۵۰۰ء مین تھا اور شام کا رہنے والا تھا، اس نے ارشمیدس کی مشہور کتاب الکرہ والاسطوانۃ کے پہلے مقالہ کی شرح لکھی، ہندسہ مین اس کی ایک اور کتاب دو خطون کے بیان مین ہے، اس مین اس نے تمام حکماے مہندسین کا مذہب اور اون کے اقوال اور دلائل نقل کئے ہین، ان دونون کا ترجمہ عربی زبان مین ہوا، پچھلی کتاب کا ترجمہ ثابت نے کیا، اور نہایت خوبی سے کیا،[1]

سنبلیقوس

سنبلیقوس د (SENUPLYOUS) یہ یحیی نحوی کا معاصر تھا، اس نے اقلیدس

[1] فہرست ابن الندیم صفحہ ۲۶۷،

کی شرح لکھی، چنانچہ اس کا ترجمہ عربی زبان مین موجود ہے،

دیگر علوم وفنون

علوم مذکورۂ بالا کے علاوہ اور بہت سے علوم وفنون تھے، جن پر یونانی زبان مین سیکڑون تصنیفات موجود تھین اور جہان تک ہوسکین عربی زبان مین ترجمہ کی گئین، لیکن انکی تفصیل لکھی جائے تو بہت بڑا دفتر بنجائے، اور ناظرین گھبرا جائین، اس لئے اجمالی طور پر اشارہ کرنا کافی ہوگا،

بہت بڑا سرمایہ یونانی زبان مین ادب اور تاریخ کا تھا، یونان کو فصاحت و بلاغت پر اس قدر ناز تھا کہ وہ تمام دنیا کو الکن سمجھتے تھے، فصاحت و بلاغت کے اصول اول یونانیون نے منضبط کئے، ارسطو نے اس فن کو منطق مین داخل کیا، اور اس کو ایک جداگانہ باب مین لکھا جس کا نام ریطوریقا ہے، یہ کتاب بعینہٖ عربی زبان مین ترجمہ کی گئی، ارسطو کے سوا اور لوگون نے بھی اس فن مین کتابین لکھین، اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مین سے معتدبہ کتابین عربی مین ترجمہ کی گئین،

یونانی لٹریچر کی جان اور روح ہومر کا کلام ہے جس کی نسبت یورپ کا دعوی ہے کہ کل دنیا مین اس سے بڑھ کر کوئی شاعر نہین ہوا،

ہومر کا ترجمہ خلیفہ مہدی کے عہد مین اس کے مشہور منجم تاؤفیلوس نے سریانی زبان مین کیا،[1] یونان کے اور بہت سے افسانے جو انشا کی حیثیت رکھتے تھے، ترجمہ کئے گئے، علامہ ابن الندیم نے اون کے نام بھی گنائے ہین، مثلاً کتاب سمسہ ودمن، موردیانوس، انطوس سیاح،

---

[1] دائرۃ المعارف جلد ۹ صفحہ ۲۶۲،

دیون ڈیرا جیل وغیرہ وغیرہ لیکن عربی لہجہ کے تصرفات مین ان کتابون کے نام اس قدر بدل گئے ہین کہ ہم اون کے اصلی یونانی نام نہین معلوم کرسکے،

تاریخ اور اس کے متعلق اس کثرت سے کتابین عربی زبان مین ترجمہ کی گئین کہ یونان و روم کے حالات عربی زبان مین جس وسعت اور استقصا سے ملتے ہین خود اسلامی ممالک کے حالات مین اس قسم کی اکثر جزئیات نہین ملتین، چنانچہ مورخ مسعودی کی تصنیفات کے دیکھنے سے اس بات کا اندازہ ہوسکتا ہے مسعودی کے زمانہ سے پہلے اور خود اس کے زمانہ مین بہت سے مصنفون نے مفید تاریخین عربی زبان مین لکھین جو یونانی تصنیفات سے ماخوذ تھین، اور اس لحاظ سے اون کو بھی ایک قسم کا ترجمہ کہنا چاہیئے، مثلاً فرقہ ماردینیہ مین سے قیس مارونی نے ایک کتاب بادشاہان روم و مختلف ممالک کے حالات مین لکھی، فرقہ ملکیہ مین سے ابن قسطنطن کی کتاب نہایت عمدہ خیال کیجاتی ہے، اسی طرح سعید بن البطریق جو اسکندریہ کا لارڈ بشپ تھا اس کی کتاب جو عربی زبان مین ہے، نہایت مستند خیال کیجاتی ہے، اور ہماری نظر سے بھی گذر چکی ہے، اثنایوس راہب نے آدم سے لیکر قسطنطن تک کے واقعات لکھے یعقوب بن زکریا کسکری کی تاریخ کو اکثر تصنیفات تاریخی پر ترجیح دیجاتی ہے، ابو زکریا نصرانی جو فلسفہ دان اور مسعودی کا معاصر تھا، اس نے اپنی کتاب مین بادشاہان یونان و روم کے واقعات کے علاوہ حکما اور ارباب فن کے حالات اور انکے اخلاق و عادات لکھے[1]،

فلاسفہ اور حکما کے متعلق یونانی زبان سے نہایت مفید ذخیرہ ہاتھ آیا، اور عربی مین منتقل ہوا، اسی کا اثر ہے کہ یونانی حکما، مثلاً افلاطون، بقراط، ارسطو وغیرہ کا نام آج بچہ بچہ کی زبان پر ہے، اور ان کے مقولے اور کہاوتین نقل محفل ہین،

---

[1] ان تمام کتابون کا ذکر کتاب التنبیہ والاشراف صفحہ ۱۵۴ و ۱۵۵ مین ہے،

فرفوریوس جو تیسری صدی عیسوی مین تھا اور جس کا ذکر فلسفہ کے بیان مین گذر چکا ہے
اس نے حکما و فلاسفہ کے حالات مین جو کتاب لکھی تھی، اس کا بجنسہ ترجمہ کیا گیا، چنانچہ اس کے
حوالون سے علامہ ابن ابی اصیبعہ کی کتاب مالامال ہے، جالینوس نے اپنی تصنیفات کی ایک فہرست
لکھی تھی اور اس مین اپنے علمی حالات بھی اکثر لکھے تھے وہ بھی ترجمہ کی گئی،[1] جالینوس عام طبی
تصنیفات مین بھی اکثر اپنے واقعات لکھ جاتا ہے، اس سے بھی اس کے بہت سے حالات بہم پہنچے
بطلیموس نے ارسطو کے حال مین ایک مستقل کتاب لکھی تھی، اس کا بھی ترجمہ کیا گیا، غرض اس طرح
یونانی حکما و اہل فن کے متعلق جو کچھ یونانی زبان مین موجود تھا عربی زبان مین آگیا، اور اون کو
ترتیب دیکر نہایت عمدہ تالیفات طیار ہوئین حنین بن اسحاق کی کتاب نوادر الفلاسفہ و الحکما
اور مبشر بن فاتک کی کتاب مختار الحکم و محاسن الکلم اور ابن جلجل اندلسی کی کتاب اور جمال الدین
قفطی اور شہرزوری کی تاریخ الحکما، اور ابن ابی اصیبعہ کی طبقات الاطبار، یہ تمام کتابین جنمین
یونانی اور مصری حکما کے حالات و فقرے کے دفتر ملتے ہین، دراصل یونانی ہی تصنیفات ہین جنھون نے
اپنا قالب بدل لیا ہے،

فن حرب مین یونان مین دو بڑے مصنف گذرے، ایبانوس، پولوبیس، ان مصنفون نے لڑائی
کے تمام اصول قلمبند کیے تھے جن مین فوجون کی تقسیم صفون کی ترتیب، فوجی مشقین قواعد وغیرہ نہایت
تفصیل سے مندرج ہین، چنانچہ ان کتابون کا عربی مین ترجمہ ہوا، اصل ترجمہ تو مجھکو نہین مل سکا
لیکن ان کتابون سے اخذ کر کے عربی مین جو کتاب لکھی گئی وہ یورپ مین چھپ گئی ہے اور
میرے مطالعہ مین ہے،

مسلمانون نے یونانی لٹریچر کے عمدہ اور ضروری حصہ پر اکتفا نہین کیا، بلکہ جو کچھ زبان

---

[1] طبقات الاطبا صفحہ ۹۰، جلد اول،

ہین موجود تھا سب کو لیا، یہان تک کہ شعبدے اور نیرنگجات. قیافہ وفال، اکسیر وکیمیا طلسمات و حاضرات، ان لغویات سے بھی بے پروائی نہ کی،

ارسطو کا ایک شاگرد **قالش نانس** (CALLIS THENES) نامی تھا، اور اکثر سکندر کے ساتھ رہتا تھا یونان مین غالباً اول اُسی نے نیرنگجات اور شعبدے ایجاد کئے اور ان پر کتابین لکھین، چنانچہ اس کی کتاب عربی زبان مین ترجمہ کی گئی جس کا نام الجامع فی النیرنجات والخواتیم ہے[1]،

اس فن مین ایک اور نہایت مشہور فاضل گذرا ہے جس کا نام **ملینیاس** (APOLL-ONIUS) تھا، یہ پہلی صدی عیسوی مین تھا، اور حضرت عیسیٰ کی نبوت کا منکر تھا، لوگون سے کہتا تھا کہ حضرت عیسیٰ نے جو معجزے دکھائے مین بھی دکھا سکتا ہون، چنانچہ اس کے ثبوت مین شعبدون کے کرشمے دکھاتا تھا، اس کی کتاب جسمین اُن طلسمات کا بیان ہے جو خود اس نے جا بجا قائم کئے تھے، عربی زبان مین ترجمہ کئے گئے ہین[2]

قیافہ اور فال کے متعلق جو کتابین ترجمہ ہوئین حسب ذیل ہین،

کتاب الفراسۃ، کتاب زجر الروم، کتاب الخیلان مصنفہ میلنس رومی، کتاب فیثاغورس فی القرعہ، کتاب قرعۃ ذی القرنین، کتاب القرعۃ المنسوبہ الی الاسکندر بالسہام[3]،

خواب کی تعبیر کے متعلق حسب ذیل کتابین ترجمہ کی گئین،

کتاب ارطامیدورس، کتاب النوم والیقظۃ لفرفوریوس،

کیمیا کی بہت سی کتابین ترجمہ ہوئین، اور افسوس یہ ہے کہ اس نے ہزارون لاکھون آدمیون کو مدتون تک بوالہوسی کے دام مین پھنسائے رکھا، اور آج بھی ہزارون پڑھے

---

[1] فہرست صفحہ ۳۱۲ و ۳۱۳ [2] ایضاً [3] ایضاً صفحہ ۳۱۴ [illegible]

لکھے اس مرض مین مبتلا ہین، بہرحال اس فن کی جو کتابین عربی زبان مین آئین حسب ذیل ہین،

کتاب ویقرس فی الصنعۃ کتاب الاسکندر فی الحجر، کتاب ویقرس فی جواب بدلیوس، کتاب قلوبطرۃ، کتاب سقناس، کتاب ودیمیوس، کتاب کرمانوس،

علامہ ابن الندیم نے اور بہت سی کتابون کے نام لکھے ہین، اور یہ ممکن تھا کہ مین تلاش اور کوشش سے ان کتابون اور اون کے مصنفین صحیح نام دریافت کرتا، لیکن اس بیہودہ شغل مین اگلون نے وقت ضائع کیا تو کیا، مین کیون اپنی اوقات خراب کرون،

فارس

مسلمانون کو فارس کے علمی ذخیرے سے جس قدر واقفیت ہونے کے ذریعے تھے اور کسی زبان سے نہ تھے، فارسی نسلین نہایت کثرت سے اسلام لائین، عباسیون کے دربار مین عموماً مجوسی بھرے ہوئے تھے، جن مین بہت سے مذہباً بھی مجوسی تھے، اور اون سے ترجمہ اور تالیف کی خدمت متعلق تھی، سلاطین اسلام اکثر فارسی خاندان تھے تاہم تعجب اور سخت تعجب یہ ہے کہ فارسی زبان کا جو سرمایہ عربی زبان مین آیا اس مین منطق، فلسفہ، ہیئت، ہندسہ کا پتہ نہین ملتا، یہان تک کہ نہایت کدوکاوش سے کسی فارسی حکیم کا نام بھی نہین معلوم ہوتا، حالانکہ یونانی حکما، مثلاً ارسطو، افلاطون، بقراط، جالینوس کا نام بچہ بچہ کی زبان پر ہے، اس کی وجہ اس کے سوا اور نہین ہوسکتی کہ مسلمانون کے زمانہ سے پہلے فارس کا ذخیرہ اکثر برباد ہوچکا تھا، اور بالخصوص فلسفہ اور اس کے متعلقات بالکل ناپید ہوچکے تھے، اس کی تفصیل مین کسی قدر اپنے مضمون کتب خانہائے اسلام مین لکھ چکا ہون، یہان مزید اطمینان کے لئے حمزہ اصفہانی جو بہت بڑا نامور مورخ گذرا ہے، اس کی عبارت نقل کرتا ہون، فاما تواریخ من کان قبل الساسانیۃ فلم اشتغل بہا لاقتات

المعترضة فيها وذلك ان الاسكندر لما استولى على ارض بابل وقيصر اطلبها حسد على ما كانت اجتمع لهم من العلوم التي لم يجتمع قط لامة من الامم مثلها فاحرق من كتبهم ما قدر عليه ثم قصد الى قتل الموابذة والهرابذة والعلماء والحكماء ومن كان يحفظ عليهم في اثناء علومهم وتواريخهم حتى اتى على عامتهم[1]

غرض مسلمانون نے جب ترجمہ کے کام پر توجہ کی تو فارسی زبان مین جو ذخیرہ موجود تھا وہ تاریخ، طب، ادب، فن حرب وغیرہ کا ذخیرہ تھا اور وہ بھی اخیر زمانہ یعنی اردشیر اور اس کے بعد کی تصنیفات تھین، مسلمانون کو سب سے زیادہ دلچسپی فن تاریخ سے تھی اور اسی لئے تاریخ کا جس قدر سرمایہ مل سکا عربی زبان مین منتقل کیا گیا، فارسی کی تاریخین دو قسم کی تھین، عام جس مین تمام سلاطین کے حالات و واقعات تھے اور خاص جس مین کسی خاص بادشاہ یا خاص ملک اور شہر کا حال تھا چنانچہ دونون قسم کی تاریخین کثرت سے عربی مین ترجمہ کی گئین؛

عام تاریخون مین سے جن کتابون کے نام ہم معلوم کر سکے وہ حسب ذیل ہین،

خدائی نامہ، یہ نہایت مفصل کتاب تھی، جس مین ابتدائے سلطنت عجم سے لیکر اخیر زمانہ تک مفصل حالات درج تھے، عبد اللہ بن المقفع نے اس کا ترجمہ کیا، اور اس کا نام تاریخ ملوک الفرس رکھا، یہ اصل کتاب اس قدر مقبول اور متداول تھی کہ بہرام بن مروان شاہ جو دولت عباسیہ کے عہد کا مترجم ہے، اس نے لکھا ہے کہ مین نے بیس سے زیادہ مختلف نسخے اس کتاب کے فراہم کئے تھے[2]

---

[1] تاریخ سنی ملوک لحمزۃ الاصفہانی مطبوعہ یورپ صفحہ ۲۲؛ اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ پارسیون سے پہلے زمانہ کی تاریخ پر مین نے توجہ نہین کی کیونکہ اس پر بہت آفتین آئین، وہ یہ کہ جب سکندر نے بابل پر قبضہ پایا اور وہان کے لوگون کو دبا لیا تو ان کے علوم و فنون پر اس کو رشک ہوا چنانچہ اس نے ان کی جس قدر کتابین پائین سب جلا دین اور موبدون اور علماء و حکماء کو قتل کرا دیا، [2] خدائی نامہ کیلئے دیکھو حمزہ اصفہانی کی کتاب صفحہ ۱۰، ۱۶، ۲۴ و کتاب الفہرست صفحہ ۱۱۸،

آئین نامہ، یہ نہایت مفصل تاریخ تھی، اور اس کا ترجمہ بھی عبد اللہ بن المقفع نے کیا[5]، علامہ مسعودی نے لکھا ہے کہ یہ بہت بڑی کتاب ہے اور کئی ہزار صفحون مین اس کا مکمل نسخہ بجز پارسی موبدون کے اور کسی کے پاس پایا نہین جاتا[6]،

گہن نامہ، یہ آئین نامہ کا ایک ٹکڑا ہے، اس مین عہدہ دارون و متوسلانِ سلطنت کے مراتب مذکور ہین، چنانچہ اس مین چھ سو عہدون اور اون کے مراتب اور درجات کا ذکر ہے[7]،

سیر ملوک الفرس، عبد اللہ بن المقفع نے اس کا ترجمہ کیا لیکن یہ نام اصل کتاب کا نہین بلکہ ترجمہ کا ہے،

سیر ملوک الفرس، مترجمہ محمد بن جہم البرمکی،

سیر ملوک الفرس، مترجمہ زادویہ بن شاہویہ الاصفہانی،

سیر ملوک الفرس، مترجمہ محمد بن بہرام بن مطیار الاصفہانی،

سیکسران، یہ بھی نہایت مفصل تاریخ ہے، مسعودی نے مروج الذہب مین لکھا ہے کہ اہل عجم اس کتاب کی نہایت عزت کرتے تھے، عبد اللہ بن المقفع نے اس کا ترجمہ کیا، پہلوی زبان مین تھی، یہ تمام کتابین شاہانِ فارس کے حالات و واقعات مین ہین، لیکن ان کے اصلی نام معلوم نہین ہو سکے،

خاص خاص عہد یا خاص خاص اشخاص کی جو تاریخین عربی زبان مین ترجمہ کی گئین حسب ذیل ہین،

---

[5] کتاب الفہرست صفحہ ۱۱۸، [6] دیکھو کتاب التنبیہ والاشراف المسعودی مطبوعہ یورپ صفحہ ۱۰۴، [7] کتاب التنبیہ صفحہ ۱۰۴،
[8] ان چارون کتابون کا ذکر تاریخ حمزہ اصفہانی صفحہ ۹ مین ہے،

تاریخ دولت ساسانی، خانۂ آلِ ساسان کی یہ نہایت مفصل تاریخ تھی، اس مین عام حالات کے علاوہ ساسانیون کے قوانین سلطنت اور طریق انتظام نہایت تفصیل سے درج تھے چنانچہ اس کا ذکر ہم تفصیل کے ساتھ ابتدا مین لکھ آئے ہین، مورخ مسعودی نے اس کتاب کا نسخہ ۳۰۳ھ مین بمقام اصطخر دیکھا تھا،

ایضاً، مترجمہ ہشام بن قاسم الاصفہانی،

ایضاً اصلاح دادۂ بہرام بن مردان شاہ جو شہر نیشاپور کا موبد تھا،

رستم واسفندیار نامہ، اس مین رستم و اسفندیار کے معرکون کی تفصیل ہے جبلہ بن سالم نے اس کا ترجمہ کیا،

بہرام نامہ، مترجمہ جبلۃ بن سالم،

کارنامہ، نوشیروان کے حالات و واقعات ہین،

شہرزاد با پرویز،

کارنامہ، اردشیر بن بابک، جو بہت بڑا مدبر بادشاہ گذرا ہے، اس نے خود اپنے واقعات و حالات اس کتاب مین قلمبند کیے تھے[۲]،

کتاب التاج،

بہرام ونرسی نامہ،

کارنامہ، نوشیروان کے حالات ہین،

مزدک نامہ،

---

[۱] ان دو اخیر کتابون کا ذکر تاریخ حمزہ اصفہانی صفحہ ۹ مین ہے، [۲] مروج الذہب مطبوعہ یورپ صفحہ ۱۶۲، جلد اول،

نوشیروان نامہ[1]

سیرت نامہ، بہاہذ دبن فرخ زاد کی تصنیف ہے،

عام تاریخون اور سوانحعمریون کے علاوہ اس قسم کی تمام تحریرون اور دستاویزون کا بھی ترجمہ کیا گیا جن سے واقعات تاریخی کا پتہ لگتا تھا مثلاً نوشیروان نے اپنے بیٹے ہرمز کو جو وصیت نامہ لکھا اور خاندان کے لئے جو وصیت لکھی، اردشیر بابکان کا عہد نامہ شاپور کے نام، کسری و مرزبان کا سوال و جواب، نوشیروان کا خط سرداران فوج کے نام، نوشیروان اور جواسپ کی باہمی خط و کتابت، یہ اور اسی قسم کی بہت سی تحریرین عربی مین ترجمہ کی گئین،

باوجود اس کے کہ مسلمانون نے فارس کی تاریخ کے ساتھ اس قدر اعتنا کیا تاہم یورپ نے ان کی کوششون جو داد دی وہ یہ ہے کہ ملکم صاحب نے جنھون نے ایران کی تاریخ نہایت تحقیق و تدقیق سے لکھی تحریر فرماتے ہین کہ

"تمام مورخون نے جو صدر اسلام کے ہمعصر تھے لکھا ہے کہ پیغمبر کے اصحاب نے ایرانیون کی نامردی اور دلیری سے طیش مین آکر فتح کے بعد جس قدر اُن کی مذہبی چیزین پائین برباد کردین شہر کے شہر جلا دیئے، آتش کدون مین آگ لگادی، موبدون اور دستورون کو قتل کردیا، اور جس قدر کتابین تھین، مذہبی یا تاریخی تمام برباد کردین، قریباً چارسو برس تک کسی نے ایران کی قدیم تاریخ کے مرتب کرنے کی طرف توجہ نہین کی، سب سے پہلی کوشش اس باب مین جو ہوئی وہ سلاطین سامانیہ کی طرف سے ہوئی، اور وہ بھی اس وجہ سے کہ یہ خاندان، بہرام چوبین کی نسل سے تھا، اور اون کو اپنے باپ دادا کا نام زندہ کرنا مقصود تھا،

ملکم صاحب نے یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ اول جو کتاب شاہان عجم کی تاریخ مین لکھی گئی

---

[1] ان سات اخیر کتابوں کا ذکر کتاب الفہرست صفحہ ۳۰۵ مین ہے،

وہ شاہنامہ تھی، ملکم صاحب نے صحابہ اور قرنِ اول پر جو متواتر اتہام لگائے ہین، ان سے قطع نظر کرکے ان کا یہ بیان کس قدر صحیح ہے کہ مسلمانون نے چارسو برس تک ایران کی تاریخ پر توجہ نہین کی ذلک مبلغھم من العلم، غریب ملکم کو معلوم نہین کہ ساسانیون کے دورسے پہلے ایسے بہت سے مسلمان مورخ گذرے ہین جنھون نے اپنی تمام عمر صرف ایران کی تاریخ کی تدوین و ترتیب مین صرف کردی، ان مین سے ایک عمر کسروی تھا جس کا لقب اسی وجہ سے کسروی پڑ گیا تھا، خداے نامہ جس کا ذکر ہم اوپر لکھ آئے ہین، اس کی نسبت موسی کسروی کا بیان ہے کہ مین نے اس کتاب کو بار بار پڑھا اور اس کی تصحیح و تحقیق مین بہت کوشش کی لیکن اس کے جس قدر نسخے ہاتھ آئے سب مختلف اور متناقض تھے، بالآخر مین حسن بن علی الہمدانی سے مقام مراغہ مین ملا، اور چونکہ وہ اس فن کا بہت بڑا ماہر تھا اس سے اس کتاب کی تصحیح کرنی چاہی[1]، اس کے بعد کسروی نے نہایت غور رسی سے جس طرح سنین اور تاریخ کی تحقیق کی ہے اس کو مفصل لکھا ہے، مورخ مسعودی نے باوجود اس کے کہ عرب کی نسل سے ہے ایک کتاب خاص بہادرانِ ایران کے موکون پر لکھی، اور خود کتاب التنبیہ والاشراف مین تصریح کی کہ مین نے یہ کتاب ابوعبیدہ کے جواب مین لکھی جس نے بہادرانِ عرب کے معرکے لکھے تھے، غریب ملکم کو یہ بھی نہین معلوم کہ علامہ طبری، مسعودی، ابوحنیفہ دینوری، ابن واضح کاتب عباسی، حمزہ اصفہانی وغیرہ جنھون نے ایران کی تاریخین نہایت تحقیق و تدقیق سے لکھین سب کے سب ساسانی دورسے پہلے تھے۔

شاہنامہ، عام تاریخ کی حیثیت سے تو درکنار، منظوم تاریخ ہونے کی حیثیت سے بھی نئی تصنیف نہین، سب سے پہلے جس نے شاہنامہ نظم مین لکھا وہ ابوعلی محمد بن احمد البلخی شاعر تھا، لیکن اس نے صرف شاعرانہ حیثیت سے یہ کتاب نہین لکھی، بلکہ ایران کی نہایت قدیم اور نایاب

---

[1] تاریخ حمزہ اصفہانی صفحہ ۱۶، ۱۷

تاریخین فراہم کی ہین، چنانچہ اس نے خود تصریح کی ہے کہ اس کتاب کے واقعات اس نے سیر الملوک عبداللہ بن المقفع وسیر الملوک محمد بن جہم البرمکی وسیر الملوک ہشام بن القاسم وسیر الملوک بہرام بن مروان شاہ وسیر الملوک بہرام بن مہران اصفہانی سے لئے ہین، اور بہرام مجوسی کی تصنیفات سے اس کا مقابلہ کیا ہے[1]،

ملکم صاحب کی کوتاہ بینی تو بالکل تعصب پر مبنی ہے لیکن چونکہ ایران کی تاریخون مین جو مسلمانون نے لکھین دور از کار قصے مثلاً سیمرغ، دیو سفید، مار ضحاک، ہفتخوان وغیرہ اکثر پائے جاتے ہین، اس کے علاوہ یونانی مورخون کی تحریرون سے اکثر جگہ مطابق نہین، اس لئے ظاہر بین یہ قیاس ہوتا ہے کہ مسلمانون کو ایران کا قدیم تاریخی سرمایہ ہاتھ نہین آیا، لیکن درحقیقت یہ قیاس صحیح نہین، مسلمان ہمیشہ سے اس بات کے عادی ہین کہ جو روایت اون کو ہاتھ آئے اُس کو بغیر کسی تصرف اور کاٹ چھانٹ کے بیان کردین، ایران کی قدیم تاریخون مین یہ تمام دور از کار قصے موجود تھے، اسلامی مورخون نے اون کو اوسی طرح نقل کردیا، نہ اس لئے کہ وہ بھی وہم پرست اور اس قسم کی مزخرفات پر یقین رکھنے والے تھے، بلکہ اس لئے کہ نقل وروایت مین دیانتداری کا یہی مقتضا ہے کہ اپنی طرف سے کچھ تصرف نہ کیا جائے، مورخ یعقوبی نے اپنی تاریخ مین مار ضحاک وسلاطین کی درازی عمر وغیرہ کی نسبت صاف تصریح کردی ہے کہ "یہ ایرانیون کی لغویات ہین" بیرونی نے آثار الباقیہ مین لکھا ہے، کہ ولھم فی التواریخ القسم الاول و اعمار الملوک وافاعیلھم المشہورۃ عنھم ما یستنفر عن استماعہ القلوب وتمج الآذان ولا تقبلہ العقول[2]،

یونانی مورخون سے اختلاف کی یہ کیفیت ہے کہ مسلمانون نے جب ایران کی تاریخ لکھنے

---

[1] دیکھو کتاب الآثار الباقیہ للبیرونی مطبوعہ یورپ صفحہ ۹۹، [2] ایضاً صفحہ ۱۰۰،

پر توجہ کی تو اون کے سامنے دو مختلف ماخذ موجود تھے، خود ایرانی تصنیفات اور یونانی مورخون کی جستہ جستہ تحریرین، لیکن مسلمانون نے صاحب البیت ادریٰ بما فیہا کے بموجب ایرانی ہی تصنیفات پر اعتبار کیا، مورخ مسعودی نے کتاب التنبیہ والاشراف مین صاف لکھا ہے،

ولم نذکر من ذلک الا ما ذکرتہ الفرس دون غیرھم من الامم کالاسرائیلیین والیونانیین والروم اذ کانت ما یذکرونہ فی ذلک خلاف ما حکتہ الفرس وکانت الفرس احق ان یوخذ عنہا، یعنی "مین نے اس باب مین صرف وہ بیان کیا ہے جو ایرانیون نے لکھا ہے اور دوسری قومون مثلاً یہودیون، یونانیون اور رومیون نے لکھا ہے، کیونکہ ان قومون کا بیان ایرانیون سے مختلف ہے، اور ایرانی ہی اس بات کے مستحق ہین کہ اون کی روایت اختیار کی جائے"

مذہبی تصنیفات کا ترجمہ

تاریخ کے علاوہ مذہبی کتابون کا ایک بڑا سلسلہ تھا اور وہ جہان تک مل سکا عربی زبان مین ترجمہ کیا گیا۔

ایران مین سب سے پہلا بانی مذہب جس کا نام و نشان معلوم ہی زردشت تھا، اس پر جو کتاب (بخیال اس کے) آسمان سے اتری اس کا نام اوستا تھا، یہ کتاب قدیم پہلوی زبان مین تھی، زردشت نے خود اس کا ترجمہ کیا، اور اس کا نام پاژند رکھا، پھر موبدون نے اس شرح کی شرح لکھی، جس کا نام یاردہ تھا، مجوسی اس تمام سلسلے کو آسمانی اور وحی الٰہی خیال کرتے تھے، شرح الشرح تو سکندر کے ہاتھون بالکل برباد ہو گئی، لیکن اوستا اور زند پاژند کا سلسلہ باوجود سکندر کی غارت گری کے جا بجا بچا رہ گیا، اور وہی مسلمانون کے ہاتھ آیا، اوستا مین کل ۲۱ سورتین تھین اور ہر سورۃ تقریباً چار چار سو صفحون مین لکھی جاتی تھی، ان سورتون

---

[1] دیکھو کتاب مذکور صفحہ ۱۰۵،

مین سے ایک سورہ کا نام جبر شت تھا جس مین دنیا کے آغاز اور انجام کا حال بیان کیا گیا ہے، ایک سورہ کا نام بادوخت تھا جسمین نصائح اور پند تھی، غرض یہ تمام سلسلہ مسلمانون نے بہم پہنچایا، اور نہایت احتیاط سے اسکو محفوظ رکھا، چنانچہ مورخ مسعودی نے تصریح کی ہو کہ چوتھی صدی کے آغاز تک یہ کامل نسخہ موجود تھا، اور سیستان مین ایک شخص کو یہ کتاب تمام وکمال حفظ یاد تھی، اگرچہ قرائن سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ تمام کتابین عربی زبان مین ترجمہ ہوئین لیکن اس قدر تو مصرح شہادتون سے ثابت ہے کہ اوستا کا ترجمہ عربی زبان مین ہوا اور مدتون تک اس کے نسخے پائے جاتے تھے، حمزہ اصفہانی جو چوتھی صدی ہجری مین تھا اس نے اپنی کتاب تاریخ سنی الملوک مین جابجا اوستا کے عربی ترجمہ کے حوالے دیئے ہین، اور یہ ترجمہ خود اس کی نظر سے گذرا تھا، حمزہ اصفہانی نے جو تاریخ کبیر لکھی اس مین بھی تصریح کی ہے کہ مین نے اس کتاب کے واقعات کو اوستا سے مقابلہ کرکے صحیح کیا ہے۔

زردشت کے علاوہ اور بہت سے جو مدعیان نبوت یا بانیان مذہب پیدا ہوئے، ان مین مرقون بن دیصان، مزدک اور مانی زیادہ مشہور ہین، مرقیون سٹیس کے زمانہ مین تھا، جو قیصران روم کے سلسلہ مین بارہوان قیصر گذرا ہے، ابن دیصان، مرقیون سے بہت بعد پیدا ہوا، مانی، شاپور بن اردشیر کے زمانہ مین تھا، مزدک قباد کا ہمعصر تھا، مرقیون اس بات کا قائل تھا کہ تمام کائنات نور وظلمت سے پیدا ہوئی ہے، خدا نے خود کائنات کو نہین پیدا کیا کیونکہ کائنات برائی سے خالی نہین اور خدا برائی کا خالق نہین ہو سکتا، مرقیون نے عقائد وغیرہ کے متعلق ایک کتاب لکھی جس کا نام انجیل رکھا، یہ کتاب بعینہ عربی زبان مین

ؔ اوستا اور زند و پازند کے متعلق دیکھو کتاب التنبیہ والاشراف ص ۹۱-۹۲، مسعودی مطبوعہ یورپ جلد دوم صفحہ ۱۲۶، و تاریخ حمزہ اصفہانی صفحہ ۲۰ و الآثار الباقیہ للبیرونی ص ۱۰۵،

ترجمہ کی گئی،

ابن دیصان کا مذہب مرقیون کے قریب قریب ہے، بلکہ گویا مرقیون کے مذہب کی ایک شاخ ہے، اس نے جو کتابین تصنیف کی تھین ان مین سے کتب ذیل کا عربی زبان مین ترجمہ ہوا،

کتاب النور والظلمۃ، کتاب روحانیۃ الحق، کتاب المتحرک والجماد،

مانی نبوت کا مدعی تھا اور اپنے تئین فارقلیط کا مصداق سمجھتا تھا، اس نے ایک انجیل تصنیف کی تھی، جو موجودہ انجیل سے بالکل الگ تھی، اس کے اصول عقائد یہ تھے کہ نور وظلمت قدیم ہین، احکام فقہی مین جانور کا ذبح کرنا، آگ، پانی، نباتات کو نقصان پہنچانا حرام ہے، اس کی تصنیفات بکثرت ہین، جنمین سات بطور اصل کے ہین، ان مین ایک فارسی زبان اور چھ سریانی زبان مین ہین، یعنی سفر الاسرار، سفر الجبابرۃ، فرائض السماعین، شاپورگان، سفر الاحیار، فرقماطیہ،

شاپورگان، مذہبی کتاب ہونے کے ساتھ تاریخی حیثیت بھی رکھتی تھی، علامہ ابوریحان بیرونی نے اپنی کتاب الآثار الباقیۃ مین جابجا اس کے حوالے دیئے ہین، اور لکھا ہے کہ تاریخی واقعات کے متعلق اردشیر کے زمانہ کے بعد ایرانی تصنیفات مین سب سے زیادہ قابل اعتماد ہے[1]

مانی کی تصنیفات ایک مدت تک موجود رہین، علامہ ابوریحان بیرونی نے ایک سالہ مین جو الآثار الباقیۃ کے ساتھ چھپا ہے لکھا ہے کہ مجھکو مانی کی تصنیفات کی بہت تلاش تھی، چنانچہ ایک دوست کے ذریعہ سے کتب ذیل میسر آئین،

فرقماطیا، سفر الجبابرۃ، کنز الاحیاء، فسح الیقین، انجیل، شاپورگان، سفر الاسرار، ان کتابون کے

[1] الآثار الباقیۃ صفحہ ۱۱۸،

علاوہ مانی نے بہت سے چھوٹے چھوٹے رسالے لکھے تھے، اور ان تمام رسالون کا عربی زبان مین ترجمہ کیا گیا، ابن الندیم نے ان تمام رسالون کے نام بہ تفصیل لکھے ہین[۵]،

مانی کی تصنیفات و تالیفات اس کثرت سے عربی مین متداول ہوئین کہ مسلمانون مین اس کے معتقدات و خیالات عام طور پر پھیل گئے، یہان تک کہ بہت سے لوگون کی نسبت گمان کیا گیا کہ وہ مانی کے پیرو ہو گئے، مسعودی کے حوالہ سے ہم اوپر لکھ آئے ہین، کہ ابن ابی العرجا، حماد عجرد، یحیی بن زیاد، مطیع بن ایاس نے، مانی کی تائید مین کتابین لکھین، ابن الندیم نے اور بہت سے مسلمان علما کے نام لکھے ہین جو مانی کی پیروی مین بدنام تھے، لیکن میرا خیال ہے کہ یہ نری تہمت ہے، مسلمانون مین ہمیشہ آزادخیالی، اور تعصب دونون ساتھ ساتھ رہے ہین، جو لوگ آزادخیال تھے، وہ ہر فرقہ اور ہر مذہب کے مسائل کی تحقیقات اور اس کا تذکرہ کرتے رہتے تھے، متعصبون کے نزدیک غیر مذہب والون کا نام لینا بھی کفر تھا، اس لئے جو آزادخیال علما غیر مذہب کے مسائل کو کسی حیثیت سے بیان کرتے تھے، متعصبون کے نزدیک وہ انہی مذاہب کے پیرو کہلاتے تھے،

ایران مین سب سے اخیر جو شخص مذہبی فرقہ کا بانی ہوا وہ **مزدک** تھا، یہ نوشیروان کے باپ قباد کے زمانہ مین تھا، اور قباد اس کا مقلد ہو گیا تھا مزدک کا اصل مذہب قریب قریب وہی تھا جو آج کل یورپ مین رڈیکل اور سوشلیسٹ وغیرہ کا ہے، یعنی ہر آدمی، دوسرے آدمی کے مال اور ناموس پر اختیار رکھتا ہے، اسی بنا پر مزدک کے مذہب مین زنا کچھ گناہ نہ تھا، یہ معلوم نہین کہ مزدک نے کوئی مستقل تصنیف کی تھی یا نہین،

[۵] مانی و مرقیون و ابن دیصان اور ان کی تصنیفات و مسائل کا ذکر فہرست ابن الندیم و کتاب التنبیہ و الاشراف والآثار الباقیۃ مین مفصلاً و مجملاً ہے،

لیکن یہ ثابت ہے کہ اس کے مسلمات ومعتقدات، احکام ومسائل جس قدر تھے عربی زبان مین آگئے تھے، چنانچہ علامہ بلخی نے اس پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے، جس کا نام عیون المسائل والجوابات ہے۔ مزدک کے حالات فارسی زبان مین اسلام سے پہلے قلمبند کئے گئے تھے، عبداللہ بن المقفع نے اس کا ترجمہ عربی زبان مین کیا[1]،

فن ادب

تاریخی اور مذہبی تصنیفات کے بعد جو چیز مسلمانون کو سب سے زیادہ مرغوب تھی وہ فن ادب تھا، چنانچہ فارسی کے لٹریچر کا جس قدر سرمایہ ہاتھ آیا، عربی مین ترجمہ کیا گیا، اس سلسلہ مین زیادہ دلچسپ اور لطیف کتاب ہزار افسانہ تھی جو عربی مین ترجمہ ہوکر الف لیلہ کے نام سے مشہور ہوئی، یہ کتاب اصل مین شاہان عجم کے مشغلہ شب بیداری کے لئے تصنیف ہوئی تھی، اس مین ہزار راتین اور دو سو سے کم قصے تھے، چنانچہ اس کا بعینہ ترجمہ کیا گیا، لیکن موجودہ الف لیلہ فارسی کا ترجمہ نہین ہے، بلکہ غالباً اس نسخہ سے مرتب کیا گیا ہے، جو محمد بن عبدوس جہشیاری نے بہت سے فسانہ گویون کو جمع کرکے خود ایک جدید کتاب تیار کی تھی، جسمین ۴۸۰ راتین تھین[2]،

الف لیلہ کے سوا فارسی کے اور بہت سے ناول اور افسانے عربی زبان مین ترجمہ کئے گئے، لیکن افسوس ہے کہ اون کے نام عربی مین آکر کچھ ایسے بدل گئے ہین کہ لفظ کی صحت نہین ہوسکتی، ان مین سے ابن الندیم نے جن کتابون کا ذکر کیا ہے، حسب ذیل ہین،

کتاب یوسفاس، بہجد خسرواں، مرمن، خرافہ ونزہۃ، خرس وخرگوش، روزبہ، سگ زمانہ وشاہ زنان، نمرود نامہ[3]،

---

[1] کتاب الفہرست صفحہ ۳۴۴، [2] ایضاً صفحہ ۳۰۴، الف لیلہ کے متعلق پوری تفصیل کتاب الفہرست ۳۰۴ مین ہے، [3] کتاب الفہرست صفحہ ۳۰۵،

اس سلسلہ کے علاوہ فن افسانہ کی اور بہت سی کتابیں ترجمہ ہوئین، ان مین سب سے نادر اور عجیب کتاب یتیمیہ تھی، اس کتاب کی خوبی اور عمدگی اس قدر مسلّم تھی کہ ملاحدہ اس کو قرآن مجید کے مقابلہ مین پیش کرتے تھے، (نعوذ باللہ) چنانچہ علامہ باقلانی کو اپنی کتاب اعجاز القرآن مین اس کا جواب دینا پڑا، یتیمیہ کے مقابلہ کی دوسری کتاب اردشیر کا عہدنامہ تھی، چنانچہ اس کا ترجمہ بھی عربی مین موجود ہے، ابن الندیم نے لکھا ہے کہ جن کتابون کی خوبی پر تمام زمانہ کا اتفاق ہے، وہ حسب ذیل ہین، عہد اردشیر، کلیلہ دمنہ، رسالہ عمارۃ بن حمزہ، ماہانیہ یتیمیہ، رسالہ حسن لاحمد بن یوسف الکاتب[1]،

آداب و اخلاق کی کتابین بھی کثرت سے ترجمہ کی گئین، ان مین سے چند کے نام ذیل مین ہین،

نامہ فرخ زاد، بیٹے کی نصیحت کے لئے لکھی تھی،

نامہ مہراد و جسیس، یہ دونون موبد تھے، اور بزرجمہر وزیر نوشیروان کے لئے یہ کتاب لکھی تھی،

بغردس،

موبد موبدان کی کتاب، محاضرات اور اخلاق مین ہے،

کتاب اردشیر فی التدبیر، یہ کتاب اردشیر کے حکم سے تمام حکما کی کتابون سے التقاط کرکے لکھی گئی تھی،

کتاب[2] ابن مرد بود، ہرمز بن کسریٰ کے لئے تصنیف کی گئی تھی،

توقیعات کسریٰ، نوشیروان کے فرامین اور احکام،

---

[1] فہرست صفحہ ۱۲۶، [2] ان کتابون کا ذکر فہرست ابن الندیم صفحہ ۳۱۵ و ۳۱۶ مین ہے،

فن حرب

آداب کبیر و آداب صغیر } یہ دونون کتابین آداب اخلاق مین ہین اور عبداللہ بن المقفع نے انکا ترجمہ کیا

فن حرب اور تدابیر جنگ کے متعلق نہایت مفید کتابون کا ترجمہ کیا گیا، چنانچہ بعض کتابون کے نام ذیل مین درج ہین،

کتاب آداب الحروب، اس مین نہایت تفصیل سے لشکر آرائی، قلعون اور شہرون کا محاصرہ، گشت کی فوج، سرحد کی مضبوطی، اس قسم کے امور کے متعلق ہر قسم کے قاعدے اور تدبیرین درج تھین، یہ کتاب اردشیر کے لئے تیار کی گئی تھی،

کتاب تعبیتہ الحروب و آداب الاساورۃ، } اس مین خاص لشکر آرائی اور سوارون کی قواعد کے طریقے درج تھے،

کتاب الرمی، تیراندازی کے فن مین تھی اور بہرام گور کی تالیف تھی،

چوگان وگوی[1] اس کا مضمون نام سے ظاہر ہے،

ان فنون کے سوا اور بہت سے مضامین کی کتابین ترجمہ کی گئین، مثلاً بیطاری، شکار بازی، قیافہ و شگون، وغیرہ وغیرہ، چنانچہ ان مترجم کتابون کے نام جابجا فہرست ابن الندیم مین ملتے ہین،

کلدانی، نبطی، سریانی

تمام مورخون کا بیان ہے کہ دنیا مین سب سے اول تہذیب و تمدن کی ابتدا بابل و نینوا سے ہوئی، اور یہ مقامات کسی زمانہ مین جاہ و دولت اور حرفت و صنعت کے

---

[1] ان کتابون کے لئے دیکھو ابن الندیم صفحہ ۳۱۴،

مرکز تھے خسوف و کسوف کے دریافت کے قاعدے اول یہین کے علما نے معلوم کئے، دھوپ گھڑی اول یہین ایجاد ہوئی، یہان کی زبان نے مختلف دورون مین مختلف نام پائے یعنی آرامی پھر کلدانی پھر سریانی، آرامی و کلدانی پیکانی خط مین لکھی جاتی تھی،

مسلمانون نے قدامت کے لحاظ سے ان زبانون کی طرف نہایت توجہ کی، اور بڑی مدد اس بات سے ملی کہ مترجمون کے گروہ مین سے اکثر انہی ممالک کے رہنے والے تھے، اور سریانی زبان ان کی علمی اور قومی زبان تھی، ان زبانون مین اگرچہ کسی وقت بہت سے علوم و فنون موجود تھے، لیکن مسلمانون کے دور تک اصلی علوم اکثر مٹ چکے تھے، اور اخیر اخیر صرف نجوم، سحر، خواب کی تعبیر، اور اس قسم کی باتون پر مدار رہ گیا تھا، غرض جو کچھ ذخیرہ مل سکا مہیا کیا گیا، اور عربی زبان مین منتقل ہوا،

بابل مین ستارون کے نام پر سات بڑے عظیم الشان ہیکل تعمیر کئے گئے تھے جنمین سے بعض کے کھنڈر اب بھی موجود ہین، یہ ہیکل بڑے بڑے علما کے اہتمام مین تھے، اور وہ ان ہیکلون سے رصد خانہ کا کام لیتے تھے، چنانچہ عطارد کا ہیکل ہرمز کے اہتمام مین مشتری کا تینکلوس کے اہتمام مین مریخ کا طیفقروس کے اہتمام مین تھا، ہرقل اور فیلدار بھی انہی علما مین تھے،

تینکلوس ایک مشہور عالم یہان کا تھا جس کی نسبت علامہ ابن الندیم نے لکھا ہی کہ ضحاک کے وقت مین تھا[1]

افسوس ہے کہ انگریزی کتابون کی روسے ان نامون کی تصحیح نہین ہو سکتی، نوفل آفندی نے اپنی کتاب سیاحۃ المعارف مین جو یورپین تصنیفات سے ماخوذ ہے، لکھا ہی کہ بابل

---

[1] فہرست ابن الندیم صفحہ ۲۳۸،

کے علما مین سے بیلوس ایک بڑا ہیئت دان تھا جو حضرت عیسیٰؑ سے ۳۱۴۲ برس پہلے تھا، ممکن ہے کہ یہ تینکلوس ہو جس کو ابن الندیم نے ضحاک کا معاصر لکھا ہے، بہر حال عرب کے مورخون کی تحریر کے مطابق ان سات علما مین سے اکثرون کی تصنیفات بہم پہنچین اور اون کا ترجمہ کیا گیا۔

تینکلوس کی کتاب عربی مین ترجمہ ہو کر کتاب الوجوہ والحدود کے نام سے موسوم ہوئی، قیطوار کی کتاب کا نام صناعۃ النجوم رکھا گیا، ہرمز کی بہت سی کتابون کا ترجمہ کیا گیا جن کے نام ابن الندیم نے تفصیل سے لکھے ہین[1]، لیکن چونکہ وہ صرف جادو اور شعبدہ و کیمیا کے متعلق ہین مین اون کے نام قلم انداز کرتا ہون،

بابل کی تاریخین جو یہین کی زبان مین لکھی گئی تھین ان مین سے اکثر کا ترجمہ ہوا، چنانچہ ابن الندیم نے اون کے عربی نام حسب ذیل لکھے ہین، کتاب ملک بابل، کتاب نمرود، کتاب الملک الراکب، کتاب الشیخ والفتی، کتاب اردشیر، کتاب لاہج، کتاب الحکیم الناسک،

مانی کی سات مشہور تصنیفات مین سے چھ سریانی زبان مین تھین اور اون سب کا ترجمہ ہوا، چنانچہ اس کا ذکر زبان فارسی کے ذیل مین اوپر گذر چکا،

کلدانی زبان کا سب سے بڑا مشہور مترجم احمد بن علی تھا، جو ابن وحشیہ کے نام سے مشہور ہے، اور جو نسل کے لحاظ سے بھی کلدانی تھا، علم فلاحت کے متعلق اس نے بابل کی تصنیفات کا جو مجموعہ مرتب کیا وہ درحقیقت نہایت مفید تصنیف ہے، اور آج بھی مصر کے کتبخانہ خدیویہ مین موجود ہے، طب، دینیات، سحر، نجوم وغیرہ کے متعلق اس نے کلدانی زبان کا بہت بڑا ذخیرہ عربی زبان مین منتقل کیا، ان مین سے ابن الندیم نے جن کتابون کے نام لکھے ہین حسب ذیل ہین،

کتاب طرد الشیاطین، کتاب السحر الکبیر، کتاب السحر الصغیر، کتاب الدوار،

[1] کتاب الفہرست ص ۳۱۲، ۳۵۳،

علی مذہب النبط، کتاب مذاہب الکلدانیین فی الاصنام، کتاب الاشارۃ فی السحر، کتاب اسرار الکواکب، کتاب حیاطوثی الکلدانی، کتاب الحیوۃ والماۃ فی علاج الامراض لراھطابن سموطان الکلدانی، کتاب الاصنام، کتاب لقرابین، کتاب الطبیعۃ کتاب الاسمار،[۱]

عبرانی

یہ زبان سمٹک زبان کی شاخ اور کلدانی کی بہن ہے، اس زبان مین اگرچہ فلسفہ وسائنس کا ذخیرہ نہین تھا لیکن توریت وزبور وانجیل کی اصلی زبان عبرانی ہی، اور بہت سے صحف انبیا بھی اسی زبان مین ہین، اس لحاظ سے اس زبان کے ساتھ بھی نہایت اعتنا کیا گیا، غالباً سب سے اول جس نے عبرانی کتابون کا ترجمہ کیا وہ احمد بن عبد اللہ بن سلام ہارون الرشید کے دربار کا ملازم تھا، اس فاضل نے عہد عتیق اور عہد جدید کی تمام کتابون کا ترجمہ کیا اور یہ التزام رکھا، کہ جہان تک ممکن ہو ہر لفظ کا ترجمہ کیا جائے، چنانچہ دیباچہ مین لکھا ہے کہ مین نے صحف انبیا توراۃ، انجیل اور کتب انبیار کا ترجمہ عبرانی اور یونانی وعیسائی زبان سے کیا، اور ترجمہ مین عبارت کی خوبی اور آرایش سے بالکل قطع نظر کی تاکہ معنی مین کسی قسم کا فرق نہ آنے پائے،[۲]

توریت کا دوسرا ترجمہ حنین بن اسحاق نے کیا، یہ ترجمہ اس یونانی نسخہ سے کیا گیا تھا جو مصر مین بطلیموس اسکندر کے زمانہ مین ۷۲ بڑے بڑے نامور پادریون نے عبرانی زبان سے یونانی زبان مین کیا تھا، اور یہ نسخہ تمام نسخون سے صحیح ترسمجھا جاتا تھا،[۳]

---

[۱] کتاب الفہرست صفحہ ۳۰۵ و ۳۱۲، [۲] یہ تمام تفصیل کتاب الفہرست صفحہ ۲۲ و ۲۳ مین ہی، [۳] کتاب التنبیہ والاشراف للمسعودی صفحہ ۱۱۲،

عہد عتیق اور جدید کے مجموعہ کا جس مین ۴۲ کتابین شامل ہین؛ اور لوگون نے بھی عربی زبان مین ترجمہ کیا، جن مین سے اکثر یہود تھے، چنانچہ ان مین سے مفصلۂ ذیل علما کا نام مسعودی نے کتاب التنبیہ والاشراف مین لکھا ہی،

ابو کثیر یحیی بن زکریا الکاتب العبرانی، ۳۲۰ھ مین وفات پائی،

سعید بن یعقوب الفیومی اثمعشی، بہت بڑا فاضل تھا، بغداد کے وزرا اور قضاۃ کے دربار مین اکثر حاضر ہوتا تھا، اور اسرائیلیون کے مباحثات مین اس کے فیصلے ہمیشہ تسلیم کئے جاتے تھے، ۳۳۰ھ کے بعد وفات پائی،

داؤد قومسی، بیت المقدس مین رہا کرتا تھا، ۳۳۴ھ مین وفات پائی،

ابراہیم بغدادی[1]، یہ بھی چوتھی صدی مین تھا،

قبطی

قبطی زبان سے مصر کی قدیم زبان مراد ہے، مصر مین اگرچہ آج کل عموماً عربی زبان شائع ہے، لیکن اصل قبطی زبان معدوم نہین ہوئی، اور قبطیون کی مذہبی کتابین اب بھی اسی زبان مین لکھی جاتی ہین[2]، البتہ خطوط مین بہت انقلابات ہوئے، نہایت ابتدائی زمانہ مین ہیروغلوفی خط جاری تھا، جو اہرام وغیرہ پر کندہ ہے، اس خط مین حروف نہ تھے صرف نقوش اور تصویرین تھین جو بالذات یا بالعرض مطالب پر دلالت کرتی تھین، متقدمین

---

[1] ان چارون کے لئے دیکھو کتاب التنبیہ والاشراف صفحہ ۱۱۳، [2] سیاحۃ المعارف صفحہ ۶۱،

ابجدی حروف ایجاد ہوئے، مذہب عیسوی کا قدم آیا تو یونانی خط جاری ہوا، اور تمام تالیفات وتصنیفات اسی زبان مین ہونے لگین،

قدیم زمانہ کی تصنیفات تو اسلام سے پہلے معدوم ہو چکی تھین، لیکن زمانہ مابعد کا بہت بڑا ذخیرہ موجود تھا، جو زیادہ تر بلکہ قریباً کل یونانی زبان مین تھا، کیونکہ اسکندریہ مین حضرت عیسیٰ سے ۲۸۰ برس پہلے فلسفہ کا جو مدرسہ قائم ہوا تھا وہ گویا یونان کی شاخ تھا اور اسکندریہ کے بڑے بڑے حکما مثلاً ارسترخس، ایرخس، ایلونیوس، فرفوریوس وغیرہ جن کا ذکر اوپر گذر چکا، سب دراصل یونانی تھے اس عہد کی اکثر تصنیفات عربی زبان مین ترجمہ ہوئین لیکن اون کا ذکر یونان کے تذکرہ مین گذر چکا، یہان صرف قبطی زبان کے سرمایہ سے بحث ہے اگرچہ ہم تفصیل سے یہ نہین بتا سکتے کہ اس زبان کی کیا کیا کتابین ترجمہ ہوئین لیکن اس مین شبہ نہین کہ اس زبان کے ہر قسم کے سرمائے بہم پہنچانے مین نہایت کوششین کی گئین، لوگون کو تعجب ہوگا لیکن یہ مورخ مسعودی نے بڑے وثوق کے ساتھ بیک واسطہ روایت کی ہے کہ حضرت ذوالنون مصری کو مصر کی قدیم عمارتون کے کتبون کے دریافت کرنے کا نہایت شوق تھا، اور اونھون نے ہیروغلوفی خط کے نقوش اور تصویرون کو بڑی کوشش سے پڑھا تھا، مسعودی کے خاص الفاظ جیسا کہ علامہ مقریزی نے نقل کئے ہین یہ ہین[۱]،

واخبرنی غیر واحد من بلاد اخمیم من صعید مصر عن ابی الفیض ذی النون بن ابراهیم المصری الاخمیمی الزاهد وکان حکیما وکانت له طریقة یاتیها ونحلة یعضدها وکان ممن یقرأ علی اخبار هذه البرابی[۲] وامتحن کثیرا مما صور فیها ورسم علیها من الکتابة

[۱] دیکھو مقریزی جلد اول صفحہ ۹۳، [۲] برابی بربا کی جمع ہے، بربا مصر کے قدیم مقبرون اور اس قسم کی عمارتون کو کہتے ہین،

والصور، قال رأيت في بعض البرابي كتابا تدبرته فاذا هو + ورأيت في بعضها كتابا تدبرته فاذا فيه يقدر المقدر والقضاء يضحك،

ابو زید بلخی نے لکھا ہے کہ اہرام پر جو تحریرین ہین ان مین سے ایک عبارت کا عربی مین ترجمہ کیا گیا، تو اس کا یہ مطلب تھا[1] مورخ مقریزی نے اپنی کتاب (جلد اول صفحہ ۱۱۲) مین ایک اور واقعہ نہایت تفصیل سے لکھا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نہایت قدیم قبطی خط کے پڑھنے والے اسلام کے زمانہ مین موجود تھے اگر یہ روایتین صحیح ہین تو ہیروغلوفی خط کے پڑھنے کا فخر یورپ سے چھین کر مسلمانون کو ملنا چاہئے، ہیروغلوفی خط کے متعلق کچھ شبہہ ہو تو ہو لیکن زمانہ مابعد کی قبطی تصنیفات کا ترجمہ کیا جانا بالکل یقینی ہے، فرعون کے زمانہ کی مالگذاری اور اس کے مصارف کی تعداد اور تفصیل جو مسلمان مورخون نے لکھی ہے؛ وہ درحقیقت ایک قبطی کتاب کا ترجمہ ہے، چنانچہ مورخ مقریزی نے اس کتاب کے ترجمہ کئے جانے کی تصریح کی ہے[2]،

سنسکرت

اوپر ہم لکھ آئے ہین کہ سنسکرت کے ترجمون کی ابتدا خلیفہ منصور کے عہد سے ہوئی یعنی ہندوستان کا ایک نامور پنڈت منصور کے دربار مین آیا، اور کتاب سدھانتا ندر گذرانی جس کا ترجمہ دربار کے ایک عالم محمد بن ابراہیم فزاری نے کیا، اسی زمانہ مین یحیی برمکی نے ایک شخص کو ہندوستان بھیجا کہ وہان جو دوائین پیدا ہوتی ہین، اون کو تلاش کر کے لائے اور نیز ہندوستان والون کے عقائد اور مذہب وغیرہ کی تفصیل لکھ کر لائے، چنانچہ اس رپورٹ کا ایک نسخہ علامہ ابن الندیم نے یعقوب کندی کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا تھا، جس کی تاریخ کتابت

---

[1] مقریزی جلد اول صفحہ ۱۱۱، [2] ایضاً صفحہ ۰،

۲۴۹ھ تھی، علامہ مذکور نے لکھا ہے کہ خاندان برامکہ نے ہندوستان سے بہت سے پنڈت اور ویدک کے علما طلب کیے افسوس کہ اون کے نام کی تفصیل صحت کے ساتھ نہین ملتی، جاحظ اپنی کتاب البیان والتبیین مین ایک جگہ ایک ضمنی تذکرہ مین لکھ گیا ہے[۱] کہ معمر کا بیان ہے کہ جس زمانہ مین یحیی ابن خالد نے ہندوستان کے حکیمون یعنی منکہ، بازیگر، فلر حل، سندباد وغیرہ کو طلب کیا تھا مین نے بہلہ ہندی سے پوچھا کہ بلاغت کس کو کہتے ہین الخ" اس عبارت سے پتہ لگتا ہے کہ بہت سے ہندو پنڈت اور طبیب بغداد مین آئے تھے لیکن افسوس ہے کہ ان کی تفصیل نہین ملتی،

برامکہ کے سوا، ہرون الرشید اور مامون الرشید کی قدردانی نے ہندوستان کے اہل کمال کو بغداد کی طرف متوجہ کیا، ہرون الرشید ایک مرتبہ سخت بیمار ہوا، اور پایہ تخت کے اطبا علاج سے عاجز آگئے، اس زمانہ مین ہندوستان کے ایک پنڈت کی شہرت دور دور پھیلی ہوئی تھی، ابوعمر عجمی کی تحریک سے ہرون الرشید نے اوس کو طلب کیا، اور اس کے علاج سے خدا نے شفا دی، اس فاضل کا نام منکا تھا اور وہ طبابت کے علاوہ علوم عقلیہ کا بڑا ماہر تھا، بغداد مین رہ کر اس نے فارسی زبان سیکھ لی اور سنسکرت کتابون کے ترجمے کرائے[۳]،

ہرون الرشید کے دربار کا ایک نامور پنڈت سالی تھا جس کو عرب کے مصنف صالح لکھتے ہین، اسی عہد مین ایک اور مشہور فاضل ہندو تھا جس نے سنسکرت کتابون کے ترجمے کیے، اس کے باپ کا نام دھن تھا، اور اہل عرب اس کو اس کے اصلی نام کے

---

[۱] کتاب الفہرست صفحہ ۲۴۵، [۲] کتاب مذکور صفحہ ۴۰ مطبوعہ مصر، [۳] منکا کا مفصل تذکرہ طبقات الاطبا رجلد دوم صفحہ ۳۳ مین ہے،

بجائے ہمیشہ ابن دھن یعنی دہن کا بیٹا لکھتے ہین، برمکیون نے بغداد مین جو ہسپتال بنایا تھا، یہ اوس کا افسر تھا،[1]

معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانون مین سنسکرت اور بھاشا کی تعلیم اس حد تک وسیع ہوگئی تھی کہ مدت تک ایک گروہ اس قسم کا موجود رہا جو ان زبانون سے واقفیت رکھتا تھا، ہرون الرشید نے ہندوستان مین جو علما مناظرہ کے لئے بھیجے تھے، ضرور ہے کہ سنسکرت دان ہون گے، مورخ مسعودی ۳۰۳ھ مین کھنبات آیا تھا، اور وہان کے حالات سے واقفیت پیدا کی تھی وہ لکھتا ہے کہ "یہان کا راجہ مذہبی مناظرون کا بہت شائق ہے، اور مسلمان اور دوسرے مذہب کے لوگ جو اس شہر مین آتے ہین ان سے بحث اور گفتگو کرتا رہتا ہے"[2]، یہ ظاہر ہے کہ مناظرہ بھاشا زبان مین ہوتا ہوگا، اور سنسکرت تصنیفات سے واقفیت کے بغیر مناظرہ کی بنیاد قائم نہین ہو سکتی،

اس گروہ مین سب سے بڑا ماہر ابوریحان بیرونی تھا جس کا مختصر حال ہم اوپر لکھ آئے ہین اس کی سنسکرت دانی اس مرتبہ کی تھی کہ اس نے بعض عربی تصنیفات کو ہندوون کے لئے سنسکرت مین ترجمہ کیا، سنسکرت علوم وفنون کے متعلق جو کتاب اس نے لکھی ہے اور جس کو جرمنی کے مشہور پروفیسر زخاؤ نے اپنی تصحیح سے چھپوایا ہے ہمارے سامنے ہے، یہ کتاب درحقیقت سنسکرت علوم وفنون کا نہایت عمدہ خلاصہ ہے، مصنف نے سنسکرت کی بہت سی مستند اور قدیم تصنیفات سے ذخیرۂ معلومات بہیا کیا ہے، ایک عجیب بات یہ ہے کہ چونکہ ہندو اپنی کتابون کے دینے مین بخل کرتے تھے، اس لئے مصنف نے بہت سی کتابون کو زبانی پڑھا اور یاد کیا، اس نے خود لکھا ہے[3] کہ مختلف پرانون مین سے جو پران مین نے

[1] کتاب الفہرست صفحہ ۲۴۵، [2] مسعودی مطبوعہ یورپ جلد اول صفحہ ۲۵۴، [3] کتاب الہند صفحہ ۶۳،

زبانی سیکھے وہ حسب ذیل ہین،

اوپران، مچھ پران، کورم پران، براہ پران، نرسنگھ پران، بایو پران، بامن پران، نندپران، اسکند پران، ادت پران، سوم پران، سانب پران، برہمانڈ پران، مارکنڈیو پران، تارکش پران، بشن پران، برہم پران، ہبش پران،

بیرونی کی کتاب کی جامعیت و وسعت معلومات کا اندازہ ان ابواب کے عنوان سے ہو سکتا ہے جو مصنف نے اختیار کئے ہین، یہ کل اسی عنوان ہین، اور ہر عنوان پر تفصیلی بحث کی ہے، اور جو کچھ لکھا ہے سنسکرت کی مستند کتابون سے لکھا ہے، ان مین سے بعض عنوان ہم نمونہ کے طور پر نقل کرتے ہین،

(۱) ہندؤن کا اعتقاد خدا کی نسبت،

(۲) موجودات عقلیہ اور حسیہ کی نسبت اعتقاد،

(۳) تناسخ کا مسئلہ،

(۴) بید اور پران اور دیگر مذہبی کتابین،

(۵) نحو اور عروض کی تصنیفات،

(۶) دیگر علوم کے متعلق تصنیفات،

(۷) ہیئت اور نجوم، اس کے متعلق بہت سے عنوان قائم کئے ہین اور ہر ایک پر مفصل بحث کی ہے،

(۸) حرام وحلال،

(۹) قانون وراثت،

اس نامور مصنف نے علاوہ اس کتاب کے سنسکرت کی متعدد کتابین عربی مین ترجمہ کین

یا سنسکرت کی کتابون سے اخذ کرکے لکھین جن کی تفصیل حسب ذیل ہو،

سامیکا[1]،

پاتنجلی[2] पातञ्जली

پلس سدھانتا[3]،

براہم سدھانتا[4] ब्रह्मसिद्धान्त

برہ تسا میتا[5]،

لاجو[6]، مصنفہ براہمر वराहमिहर

سدھانتا پر ایک کتاب جس کا نام جوامع الموجود بخواطر اھنود ہے، یہ کتاب ۵۰۰ صفحہ مین ہے

کھنڈ کھنڈکا[7]، اس کتاب کا ترجمہ پہلے عربی مین ہوا تھا جس کو عربی کتابون مین ارکند

لکھتے ہین،

کسوف[8] پر ایک رسالہ،

ایک[9] رسالہ حساب پر جس مین بتایا ہے کہ سندھ اور ہندوستان مین صفرون کے شمار کا

قاعدہ کیا ہے،

ایک[10] رسالہ جسمین بیان کیا ہے کہ اعداد کے مدارج عربی مین باعتبار ہندی کے زیادہ

صحیح طریقہ پر مقرر کئے گئے ہین، ۱۵ صفحون مین ہے،

راشیکا[11] یعنی اربعۂ متناسبہ پر ایک مضمون، ۱۵ صفحون مین ہے

اعداد[12] کی ترتیب کے متعلق ایک رسالہ،

برہما[13] سدھانتا مین حساب کا جو طریقہ ہے اس کا ترجمہ، ۵۰ صفحون مین ہے،

موجودہ[14] زمانہ کا تعین باعتبار ہندی تاریخ و سنہ کے، ۱۰۰ صفحون مین ہے،

ایک[19] رسالہ جسمین بہ تعین بتایا ہے کہ کون کون ثوابت صرف منازل قمر کے متعلق ہین،
ان[20] سوالات کے جوابات جو ہند و ہیئت دانون نے اس سے پوچھے تھے، ۱۲۰ صفحون

مین ہے،
ان[21] سوالون کے جواب جو کشمیر سے اس کے پاس آئے،
طول[19] عمر کے شمار کا ہندی طریقہ،
لاگھو جتیا کم مصنفہ وراہ مہر کا ترجمہ جو ایک چھوٹی سی کتاب ولادت کے متعلق ہے، लघुजातकम
بامیان[20] کی دو بتون کی کہانی،
نیلو[22] فر کا قصہ جسمین دلبتی اور بربہاکر کا بیان ہے،
کلپہ[23] یارہ، کا ترجمہ جو ایک سالہ ہے متعلق عوارض مکروہ کے،
داسو[24] دیو کے دوبارہ ظہور پر ایک مضمون، नासुदेव
ایک[25] کتاب کا ترجمہ جو تمام محسوسات اور مدرکات پر مشتمل ہے،
مساوات[26] کی تنصیف[1] کی وجہ کے متعلق ایک سالہ موافق رائے برہمہ سدھانتا،
اخیر اخیر مین **اکبر شاہ** کی بدولت سنسکرت کی تصنیفات نے زیادہ تر مسلمانون مین رواج
پایا، اکبر کو ہندوؤن کی طرف جو میلان تھا وہ عام طور سے مشہور ہے، اس نے اپنے دربار مین
بڑے بڑے قابل اور نامور پنڈتون کو جمع کیا تھا، ابوالفضل نے آئین اکبری مین جہان دانش
اندوزان دولت کی فہرست دی ہے، ہندو علما مین سے حسب ذیل نام شمار کیے ہین،

---

[1] بیرونی کی کتاب الآثار الباقیہ جو یورپ مین چھاپی گئی ہے اسکے اخیر مین خود بیرونی کی لکھی ہوئی ایک فہرست شامل ہے جسمین اسنے اپنی تمام تصنیفات کی تفصیل لکھی ہے، کتاب الہند مین بھی جا بجا اپنی تصنیفات اور ترجمون کا ذکر کیا ہے، ہمنے اس مقام پر جن ترجمون کی فہرست دی ہے، انہی دونون کتابون سے ماخوذ ہے،

مہادیو، بھیم ناتھ، بابا بلاس، نرائن اسیتوجی، مادھو، رام بھدر، سری بھٹ، مادھو سرستی،
جدرروپ، بشن ناتھ، مدسودن، رام کشن، نارائن اسرم، بلبھدر مصر، ہرجی سور، باسدیو مصر،
دامودر بھٹ، باہتن بھٹ، رام تیرتھ، بدھ نواس، نرسنگھ، گوری ناتھ، برم اندر، گوپی ناتھ،
بجے ستین سور، کشن پنڈت، مہال چند، بھٹا چارج، کاشی ناتھ،

اکبر نے اپنے اہتمام سے بہت سی کتابون کے ترجمے کرالئے، دیوی برہمن اور عبدالقادر
بدایونی و شیخ سلطان تھانیسری ونقیب خان کی شرکت سے **مہابھارت** کا فارسی مین
ترجمہ ہوا، اکبر نے اس ترجمہ کا نام **رزم نامہ** رکھا اور تمام معرکون کی تصویرین بنواکر اسمین شامل کین،
مذکورہ بالا فضلا نے **راماین** کا بھی ترجمہ کیا، اور اس مین بھی تصویرین بنوائی گئین، **اتھرون بید**
جو چوتھا وید ہے، اس کا ترجمہ حاجی ابراہیم سرہندی نے کیا، اور اس ترجمہ کا قلمی نسخہ ہمارے کالج
کے کتبخانہ مین موجود ہے، **لیلاوتی** جو فن حساب کی مشہور کتاب ہے، اس کا ترجمہ فیضی نے کیا،
تاجک جو علم نجوم مین ایک معتبر تصنیف ہے، مکمل خان گجراتی نے اس کو فارسی قالب
پہنایا، **کنہیا جی** کے حالات مین ہربنس ایک کتاب ہے، مولانا شیری نے اس کا ترجمہ کیا،
نل اور دمن کا قصہ جو ایک پر درد ناول ہے، فیضی نے اس کو مثنوی کا لباس پہنایا،[1]

اکبر نے سنسکرت کے سرمایہ مین بھی اضافہ کیا، یعنی عربی و فارسی کی کتابین سنسکرت مین
ترجمہ کرائین، چنانچہ زیچ میرزائی کا ترجمہ سنسکرت مین کیا گیا جس کے ترجمہ مین فتح اللہ شیرازی،
ابوالفضل، کشن جوتشی، گنگا دھر، مہیش، مہانند، یہ سب فضلا شریک تھے،

ہر قسم کے علوم و فنون کے متعلق سنسکرت کی تصنیفات جو فارسی اور عربی مین ترجمہ
ہوئین، ان کا اگر استقصا کیا جائے، تو ایک مستقل رسالہ لکھنا پڑے گا، اور شاید مین اس محنت

---

[1] ابوالفضل نے ان تمام واقعات کو آئین اکبری مین آئین تصویر خانہ کے ذیل مین لکھا ہے،

کو گوارا کرتا، لیکن بڑی دقت یہ ہے کہ عربی لب ولہجہ نے ناموں میں اس قدر تغیر پیدا کر دیا ہے کہ اکثر کتابوں اور مصنفوں کے صحیح نام دریافت نہیں ہو سکتے، علامہ ابن ابی اصیبعہ نے طبقات الاطبا میں لکھا ہے کہ کنکہ ہندوستان کا سب سے بڑا نامور طبیب و حکیم تھا، اور اس کی حسب ذیل تصنیفات ہیں (یعنی جو عربی میں ترجمہ کی گئیں) کتاب النمودار فی الاعمار، اسرار الموالید، القرانات الکبیر، القرانات الصغیر، کناش، کتاب فی التوہم، کتاب فی احداث العالم والدور فی القران، کنکہ کی جن کتابوں کا نام ابن ابی اصیبعہ نے لکھا ہے، بے شبہہ عربی میں موجود ہیں، لیکن ہم کو خود کنکہ کا پتہ نہیں چلتا، کہ اس کا اصلی نام سنسکرت تلفظ میں کیا ہے،

علامۂ مذکور نے ہندوستان کے اور حکمار کے نام لکھے ہیں، یعنی باکھر، راجہ، سکھ، داہر، زنکل، جیہر، اندی، جاری، اور لکھا ہے کہ ان حکمار کی اکثر تصنیفات عربی میں ترجمہ کی گئیں لیکن ہم اون ناموں کی صحت نہیں کر سکتے،

طبی تصنیفات میں صحیح تلفظ کے ساتھ ہم کو صرف دو تصنیفوں کا پتہ لگتا ہے، ایک چرکا (चरका) کی کتاب جو آج سے پانچ ہزار برس پہلے نہایت مشہور طبیب تھا اور جس کو ہندو بہت بڑا رشی مانتے تھے، یہ کتاب پہلے فارسی میں ترجمہ کی گئی، پھر عبد اللہ بن علی نے فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا، دوسری سُشرت (सुश्रुत) کی کتاب جو دس بابوں میں ہے، اس کتاب کا ترجمہ یحییٰ بن خالد کے حکم سے کیا گیا،

ناموں کی صحت سے مایوس ہو کر ہم ایک اجمالی نقشہ مورخین عرب کی تصریحات کے موافق اس موقع پر درج کرتے ہیں، جس سے معلوم ہو گا کہ ہر علم و فن کے متعلق سنسکرت کی کون کون سی تصنیفات عربی میں ترجمہ کی گئیں[1]، ان میں بیرونی وغیرہ کے وہ ترجمے داخل

[1] یہ فہرست یا نقشہ کتب ذیل سے ماخوذ ہے، طبقات الاطبا، جلد دوم صفحہ ۳۲ و ۳۳ و کتاب الفہرست صفحہ ۳۰۳ و ۳۰۵ و ۲۷۱، و تاریخ یعقوبی جلد اول صفحہ ۱۰۵،

نہین، جن کا ذکر اوپر گذر چکا،

نام کتاب	کیفیت
بدان	اس مین چار سو چار بیماریون کا بیان ہے،
شندہشان	ابن دھن نے اس کا ترجمہ کیا،
فیما اختلف فیہ الہند والروم	یونانی اور ہندوستانی طب مین جو اختلافات ہین اس کا بیان ہے،
تفسیر اسماء العقاقیر	دواؤن کا نام، اس کا ترجمہ منکہ نے اسحٰق بن سلیمان کے لئے کیا تھا،
رای کی کتاب	سانپون کے اقسام اور اون کے زہر کا بیان،
استانکر کی کتاب	ابن دھن نے اس کا ترجمہ کیا،
حاملہ عورتون کا علاج	
توفشتل کی کتاب	اس مین سو بیماریون اور سو علاجون کا بیان ہے،
روسا کی کتاب	عورتون کے علاج مین،
کتاب السکر	
کتاب التوہم والامراض	تاکشتل کی تصنیف ہے،
کتاب السموم	شاناق کی تصنیف ہے اور زہرون کا بیان ہے، اس کتاب کا ترجمہ اول فارسی مین ابو حاتم بلخی نے منکہ کی مدد سے کیا، پھر مامون کے حکم سے عباس بن سعید نے کیا،
کتاب البیطرة	جانورون کا علاج،
کتاب فی النجوم	شاناق ہندی کی تصنیف ہے،

کیفیت	نام کتاب
جو درکی تصنیف ہو،	کتاب المو الید
منطق مین ہے،	توفا
یونانی اور ہندوستانی فلسفہ کے اختلافات	ماتفاوت فیہ فلاسفۃ الہند والروم
سند باد کا قصہ جو الف لیلہ مین شامل ہے دراصل سنسکرت سے ماخوذ ہے،	سند باد
	بوداسیب وبلوہر

ان کتابون کے علاوہ ابن الندیم نے اور بہت سی کتابون کے نام لکھے ہین مثلاً کتاب البلد، کتاب ادب الہند والصین، کتاب دیک الہندی، کتاب سادیرم، کتاب ملک الہند، کتاب الاشربۃ، کتاب بیدپا وغیرہ وغیرہ، لیکن مبہم اور غیر صحیح التلفظ نام لکھتے لکھتے مین عاجز آگیا ہون،

(از رسائل شبلی)

مطبوعہ ۱۸۹۸ء

کتب خانۂ اسکندریہ

منجملہ اُن افسوسناک غلطیون کے جو یورپ مین اسلامی تاریخ کے متعلق کسی زمانہ مین پیدا ہو گئی تھین اور اب تک قائم ہین ایک یہ واقعہ بھی ہی،

اگرچہ ایک زمانۂ دراز سے یورپ کو مسلمانون کے حالات سے واقف ہونے کے ذریعے حاصل ہین، لیکن موجودہ علم تاریخ کی ابتدا جس دور سے شروع ہوتی ہے وہ کروسیڈ یعنی صلیبی لڑائیان ہین، اس زمانہ مین یورپ نے مسلمانون کو جس حیثیت سے جانا اور پہچانا وہ صرف یہ حیثیت تھی کہ مسلمان جنگجو ہین، غارت گر ہین، وحشی ہین، اور سب سے بڑھکر یہ کہ مقدس صلیب اور عیسائیون کے قبلہ (بیت المقدس) کے دشمن ہین،

یہی زمانہ یورپ کے عہدِ ظلمت سے نکلنے کا بھی زمانہ ہے، کیونکہ جیسا کہ اکثر مورخون نے تصریح کی ہے، یورپ کی علمی اور تمدنی ترقی کی ابتدا، اسی زمانہ سے ہوئی،

اس زمانہ مین یورپ مین مسلمانون کے متعلق عجیب عجیب روایتین پیدا ہو گئین، اور واقعات موجودہ کے لحاظ سے ایسا ہونا ضرور تھا، اس زمانہ مین مسلمانون کے مذہب، قومیت، معاشرت تمدن کے متعلق یورپ مین جو غلط اور بے سروپا روایتین پیدا ہوئین وہ رفتہ رفتہ اس قدر شہرت پکڑ گئین کہ ضرب المثل کے طور پر عام وخاص کی زبانون پر جاری ہو گئین، اور جب تصنیف وتالیف کا زمانہ شروع ہوا تو تاریخون، حکایتون، ناولون، بلکہ فلسفہ کی کتابون مین بھی کثرت

سے اون کا استعمال ہونے لگا، بیکن جو یورپ مین فلسفۂ حال کا بانی خیال کیا جاتا ہے اس نے مضامین کا ایک مجموعہ لکھا ہے جس کا نام (Bacon's Essays) ہے وہ ایک مضمون مین جرات اور دلیری کی مثال مین لکھتا ہے کہ

"محمدؐ ایک دن لوگون کو اپنی نبوت کا یقین دلا رہے تھے، چنانچہ حاضرین سے کہا کہ اس پہاڑ کے پاس جاؤ اور اوس سے کہو کہ تجھکو محمدؐ نے طلب کیا ہے، لوگ گئے اور یہ پیغام سنایا، پہاڑ اپنی جگہ سے کیونکر حرکت کر سکتا تھا محمدؐ نے یہ دیکھکر بجائے اس کے کہ شرمندہ ہوتے نہایت اطمینان اور جرات سے کہا کہ کچھ پروا نہین، اگر پہاڑ محمدؐ کے پاس نہین آتا تو محمدؐ خود پہاڑ کے پاس جا سکتا ہے"

بیکن کوئی مورخ نہ تھا اور نہ اپنے خیال مین یہ واقعہ اس نے آنحضرت صلعم کی تحقیر کی غرض سے لکھا ہے، بلکہ جرات اور حوصلہ مندی کی تعریف کرتے کرتے یہ مثال پیش کی ہے لیکن چونکہ اس زمانہ مین اس قسم کی روایتین یورپ کی آب و ہوا مین سرایت کر گئی تھین، اس لئے عام و خاص سب بے تکلف اصول موضوعہ کے طور پر اون کو استعمال کرتے تھے اور صحیح سمجھتے تھے،

سو ڈیڑھ سو برس سے یورپ زیادہ تحقیقات پر مائل ہوا ہے، اور اس قسم کی روایتون کی غلطی روز بروز کھلتی جاتی ہے، یہان تک کہ یورپ کے نامور مورخ ان روایتون کی نسبت تسلیم کرتے جاتے ہین کہ وہ یورپ کے لئے شرم کی باعث ہین، مسٹر کارلائل اپنی کتاب لکچران دی ہیروز مین لکھتے ہین کہ "جو جو جھوٹ باتین دور اندیش اور مذہبی سرگرمی رکھنے والے آدمیون نے اس انسان (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نسبت قائم کی تھین، اب وہ الزام قطعاً ہماری روسیاہی کے باعث ہین" کارلائل صاحب نے یہ لکچر چونکہ خاص

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت لکھا ہو اس لئے رسول اللہ صلعم کی تخصیص کی ورنہ یورپ مین اس قسم کی جھوٹ باتین عام طور پر اسلام اور تاریخ اسلام کے متعلق شائع تھین، موجودہ تحقیقات نے اگرچہ ان غلطیون کو کم کر دیا ہے لیکن مٹا نہین دیا ہے، کیونکہ جو واقعات اس وسعت سے تمام قوم مین پھیل گئے تھے، اون کی تحقیق پر مائل ہونا صرف ان لوگون کا کام ہے جن کے دلون کو عام اجماع اور جمہوریت کا بوجھ دبا نہین سکتا، وقلیلٌ ما ھم،

اس کے علاوہ ایک خاص سبب یہ ہے کہ ہر قوم مین محققین کا دائرہ جمہور سے الگ ہوتا ہے اور اگرچہ اعتبار کے قابل صرف وہ واقعات ہوتے ہین جن کو محققین نے غور و تحقیق کے بعد تسلیم کیا ہو لیکن اون کی تحقیقات ایک خاص دائرہ تک محدود رہتی ہو، عام لوگون مین اور عام تصنیفات مین اون کو رواج نہین ہوتا، یورپ مین جو نامور محقق ہین اکثر اون بیہودہ روایتون کو غلط تسلیم کرتے جاتے ہین جو اسلامی واقعات کے متعلق وہان پیدا ہوگئی تھین، چنانچہ گبن، کارلائل، گاڈفری ہگنز، باسورتھ اسمتھ، رینان، سیدیو وغیرہ نے عموماً ان واقعات سے صاف انکار کیا ہو، لیکن عام تصنیفات اور عام روایتون مین ان غلطیون کا زور اب بھی کم نہین ہوا،

اسی قسم کے واقعات مین اسکندریہ کے کتب خانہ کے جلائے جانے کا واقعہ بھی ہے اس واقعہ کو یورپ نے جس بلند آہنگی سے مشہور کیا ہے حقیقت مین وہ نہایت تعجب انگیز ہے، تاریخین، ناولین، حکایتین، مثلین، افسانے، قصہ طلب جو سلے، روزمرہ کے محاورے ایک چیز بھی اس صدا سے خالی نہین، ادب اور لٹریچر کا تو کیا ذکر ہے منطق و فلسفہ بھی اسکے اثر سے محروم نہ رہے، ایک سال[1] کلکتہ یونیورسٹی کے سوالات امتحان (ایف اے پرچہ علم منطق) مین یہ سوال تھا کہ ذیل کے مغالطہ کو حل کرو، یعنی "کتابین اگر قرآن کے موافق ہین تو اون کی کوئی ضرورت نہین اور مخالف ہین تو اون کو برباد کر دینا چاہئے"

[1] یعنی ۱۸۸۳ء

یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے کہ یورپ کو کتب خانہ اسکندریہ کے ساتھ اس قدر ہمدردی کیون ہے؟ یہ مسلّم ہے کہ جس کتب خانہ کی نسبت بحث ہے عیسائیون سے اوس کو کچھ واسطہ نہین اس کو بادشاہانِ مصر نے قائم کیا تھا جو بت پرست تھے اور حضرت عیسیٰؑ سے بہت پہلے تھے! شاید یہ کہا جائے کہ یورپ کی عام قدر دانی اور ہمدردی کا اثر ہے، لیکن اس حالت مین اسکندریہ کی تخصیص کی کیا وجہ ہے،؟ انہی ممالک مین اور بھی بہت بڑے بڑے کتب خانے برباد ہوئے، اون پر یورپ مین یہ شور وغل کہان ہوا؟ اسکندر نے ایران کے کتبخانے جو برباد کئے اون کی تشہیر کس نے کی؟ اسپین مین خود عیسائیون نے مسلمانون کی تمام علمی یادگارون کو مٹا دیا اور کئی لاکھ کتابین برباد کردین کس نے اس کا ماتم کیا؟ پھر کتبخانۂ اسکندریہ کے ساتھ یہ خاص ہمدردی کیون ہے،؟

حقیقت یہ ہے (جیسا کہ ہم آگے چل کر ثابت کرین گے) کہ اس کتب خانہ کو خود عیسائیون نے برباد کیا تھا، اور بڑے بڑے پیشوایانِ مذہب اس کی بربادی مین شریک تھے، اس وقت تو یہ امر فخر کا باعث تھا، لیکن جب کسی قدر تہذیب وشائستگی کا زمانہ آیا تو یورپ نے دیکھا کہ اس کے دامن پر یہ بہت بڑا بدنما داغ ہے، اس کے مٹانے کی اس کے سوا اور کوئی تدبیر نہ تھی کہ یہ الزام کسی دوسری قوم کے سر منڈھا جائے، مسلمانون نے جب مصر و اسکندریہ فتح کیا تو کتب خانۂ مذکور کا وہان نام ونشان نہ تھا، متعصب عیسائیون نے اس گمشدگی کو فاتحانِ اسلام کی طرف منسوب کردیا، اور چونکہ اس زمانہ مین تمام یورپ تعصب سے لبریز تھا اور کسی قسم کی علمی ترقی کا اثر نہ تھا، اس لئے کسی نے غور وتحقیق کی پروا نہ کی، اور نہایت تیزی سے یہ روایت تمام یورپ مین پھیل گئی، یورپ نے اس ہمدردی سے اس واقعہ کا ماتم کیا کہ گویا وہ انہی کا خاص کتب خانہ تھا، چنانچہ عوام کا آج تک یہی خیال ہے، اس عام شہرت نے یہ بڑا فائدہ دیا کہ عیسائیون کی طرف اس الزام کے منسوب کرنیکا کسی کو خیال بھی نہ آیا کیونکہ

ظاہراً یہ ایک بدیہی بات ہے کہ کوئی قوم اپنا سرمایہ آپ نہین برباد کرسکتی،

اب اس فرضی واقعہ کو جس کی صدا سے کسی زمانہ مین تمام یورپ گونج رہا تھا تحقیق کرو کہ اس کی اصل کیا ہے، افسوس کچھ بھی نہین!!! لیکن یہان ایک سوال خودبخود پیدا ہوتا ہے! کہ ایک فرضی واقعہ کا اتنی مدت تک تمام ممالکِ یورپ مین اس طرح مشہور و مسلّم رہنا کیونکر ممکن ہے؟ یہ سوال بظاہر مشکل ہے لیکن اس کا جواب بہت آسان ہے، یورپ کے عہدِ ظلمت تک تو اس شہرت پر کچھ تعجب نہین، اس وقت ایسی اور بھی سیکڑون بیہودہ روایتین شائع تھین اور عموماً تسلیم کیجاتی تھین جیسا کہ ہم اس مضمون کے شروع مین لکھ آئے ہین، تہذیب و ترقی کے زمانہ سے اس پر بحثین شروع ہوئین اور بڑے بڑے نامور مصنفین نے اسکی صحت سے انکار کیا، البتہ یہ تعجب ہے کہ اب بھی کچھ لوگ اس کی صحت کے قائل ہین حالانکہ اس کے بطلان کا قطعی فیصلہ ہوجانا چاہیئے تھا،

لیکن اس کی دو وجہین ہین، اوّل تو یہ کہ تہذیب و ترقی کے زمانہ مین بھی جاہلیت کے آثار بالکل فنا نہین ہوجاتے اور نہ ایسا ہونا ممکن ہے، دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ تاریخی واقعات کے متعلق یورپ کا جو طرزِ بحث ہے، وہ (اکثر) کسی پہلو کا قطعی فیصلہ نہین ہونے دیتا، اصل روایت کو چھوڑکر درایت و قیاسات پر بحثین شروع ہوجاتی ہین، اور بہت سی فروعی باتین بحث طلب قرار پاجاتی ہین، رفتہ رفتہ ایک بڑا سلسلہ تیار ہوجاتا ہے، اور اصل بحث غیر منفصل رہ جاتی ہے، اس مسئلہ مین بھی ایسا ہی ہوا، چنانچہ اس کی تفصیل آگے آتی ہے،

یورپ مین ایک مدت سے یہ مسئلہ زیر بحث ہے اور اکثر مصنفون نے اس کے متعلق مستقل مضامین لکھے، مسلمانون کے متعلق جو عام تاریخین لکھی گئی ہین ان مین بھی اکثر اس کا ذکر آجاتا ہے اور مصنفین اس روایت کے نقل کرنے کے بعد اپنی خاص راے (موافق یا مخالف) بیان

کرتے ہین، اس قسم کی جس قدر تحریرین ہماری نظر سے گذرین اجمالاً ان کا ذکر کرنا مناسب ہوگا
کیونکہ ہمارے مضمون مین اکثر جا بجا ان کے حوالے آئین گے، اسی لحاظ سے ہم ان کتابون کے
مقامات بقید صفحات و اڈیشن لکھتے ہین،

سب سے پہلے مسٹر گبن نے جو ۱۷۹۴ء مین فوت ہوا اس واقعہ سے انکار کیا اور اپنی تاریخ
رومن ایمپائر حصہ مسلمانان فتح اسکندریہ کے بیان مین اس کے متعلق مختصر مگر محققانہ ریمارک کیا،
پروفیسر وائٹ نے اس کے ثبوت مین ایک مستقل آرٹیکل لکھا، (دیکھو)

Aegyptiaca or Observation on certain antiquiti es of Egypt by J. White D.D. Professor of Arabic in the University of Oxford 1801.

Successors of Mohamad by Washington Irving P113 Printed by Bell & Sons London. واشنگٹن ارونگ

The Saracens Second Edition Page 254 Story of nation Series edited 1889. آرتھر گلمین ایم اے،

History of Arabia Ancient and Modern Vol I Page 393 by Andrew Crichton. مسٹر کریچٹن،

History of the Conflict between religion and Science 20th Edition London 1887 Page 104 & 103 By Draper L.L.D. Professor New york College America ڈریپر

اسپکٹیٹر جو لندن کا مشہور اخبار ہے اس مین متعدد مباحثے اس کے متعلق شائع ہوئے،

جن مین سے بعض موافق تھے اور بعض مخالف،

(دیکھو اسپکٹیٹر پرچہاے ۲جون ۱۸۸۸ء اور ۲۳جون ۱۸۸۸ء)

برٹش انسائیکلوپیڈیا ذکر اسکندریہ،

میسو سیدیو سے جو فرانس کا مشہور عالم ہے، اور جس نے اسلام کی نہایت جامع اور مفید تاریخ لکھی ہی، اس پر مورخانہ نکتہ چینی کی، (دیکھو

Histoire Generale Des Arabes Par L. A. Sedillot Tom 1 Paris 1877 P. 155.

پروفیسر ڈساسی فرانس کے مشہور عربی دان نے اس واقعہ کے متعلق مفصل بحث لکھی دیکھو پروفیسر ڈساسی (Desacy) کا ترجمہ و نوٹ کتاب عبداللطیف بغدادی مطبوعہ پیرس ۱۸۱۰ء صفحہ ۲۴۰،

سب سے زیادہ جامع اور مفصل وہ آرٹیکل ہے، جو مسٹر کریل جرمنی نے اورنیل کانفرنس مین پیش کیا، یورپ مین دس پندرہ برس سے ایک کانگریس قائم ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ ایشیا کی تاریخ کے متعلق نادر اور مفید تحقیقات بہم پہنچائے، اس کانگریس کا چوتھا اجلاس ستمبر ۱۸۷۸ء مین بمقام فلارنس منعقد ہوا تھا، اس کے ایک اجلاس مین مسٹر کریل نے جو جرمنی کے مشہور عربی دان عالم ہین اس بحث پر جرمن زبان مین ایک رسالہ پیش کیا، جو کانگریس کی رپورٹ کیساتھ شائع ہوا ہے، چنانچہ اُس رسالہ کا ترجمہ بعینہ اس مضمون کے اخیر مین ضمیمہ کے طور پر شامل ہے،

اس مقام پر مجھکو یہ بھی ظاہر کر دینا ضرور ہے کہ مسٹر کریل کے مضمون کا ترجمہ میری درخواست کے موافق میرے معزز دوست نہین بلکہ میرے مخدوم شمس العلماء مولانا سید علی بلگرامی جیالوجسٹ بی اے، بی ایل انسپکٹر جنرل معدنیات حیدر آباد دکن نے کیا ہے، جو واقفیت السنہ مختلفہ کے

لحاظ سے ہمارے زمانہ کے فارابی وکندی ہین، فرنچ تصنیفات کے متعلق مجھ کو مجبوراً کہنا پڑتا ہی کہ مین نے ٹوٹی پھوٹی فرنچ سیکھ لی ہے، اور اس لیے ان سے متمتع ہونا میرے لئے چندان دشوار نہ تھا،

مقدم اور ضروری بحث

اس روایت کے متعلق سب سے مقدم اور ضروری بحث یہ ہے کہ اُس کا اصلی مخرج یورپین تاریخین ہین یا عربی تاریخین؟ یہ سوال اگرچہ نہایت ضروری سوال ہی، لیکن بحث طلب نہین، کیونکہ مخالف و موافق دونون نے اس سوال کا یکسان جواب دیا ہی، یورپ کے عام مورخین موافق ہون یا مخالف اس سے انکار نہین کرتے کہ اون کے پاس اس روایت کا کوئی مخرج نہین ہے، اور وہ اس مرحلہ مین صرف عربی تاریخون کے دست نگر ہین، لیکن اس بات کے ثابت کرنے سے پہلے ہم بتانا چاہتے ہین کہ یورپ مین یہ قصہ کیونکر مشہور ہوا، اور کس ذریعہ سے،

یورپ مین اول اول اس واقعہ کو ابوالفرج نے مشہور کیا

سب سے پہلے جس نے یورپ مین اس واقعہ کو مشہور کیا وہ ابوالفرج ہے، اس کی مختصر سی لائف یہ ہے، کہ وہ ایک یہودی طبیب ہارون نامی کا بیٹا تھا، اور شہر ملیٹن مین ۱۲۲۶ء مین پیدا ہوا، چونکہ اس کا باپ ترک مذہب کر کے عیسائی ہو چکا تھا، اس لئے ابوالفرج نے شروع ہی سے عیسائی مذہب کی تعلیم پائی، اس نے اپنے مذہبی علوم کے علاوہ عربی و سریانی زبان مین نہایت کمال پیدا کیا، اور اپنی لیاقت کی وجہ سے اکیس۲۱ ہی سال کی عمر مین گویا کا بشپ مقرر ہوا اور رفتہ رفتہ مافریان کے درجہ تک ترقی کی جس کے بعد صرف بطریق یعنی پٹریارک کا رتبہ باقی رہجاتا ہے، ابوالفرج نے سُریانی زبان مین ایک نہایت بسیط تاریخ لکھی، جس کا ماخذ سریانی، عربی، فارسی، اور یونانی کتابین تھین، اس بڑی کتاب کا اس نے عربی زبان مین ایک خلاصہ لکھا جس کا نام مختصر الدول ہے، اور جس کو ڈاکٹر پوکاک پروفیسر آکسفورڈ کالج نے ۱۶۶۳ء مین لاٹن ترجمہ

ابوالفرج کی مختصر لائف،

کے ساتھ چھاپا، اس خلاصہ کے مختلف نسخے ہین، اور سب نامکمل ہین، اور بعض واقعات اصل سریانی کتاب سے زائد ہین یہ امر مشتبہ ہے کہ یہ زائد واقعات خود ابوالفرج نے بڑھائے یا کسی اور نے الحاق کیے،

یہی خلاصہ ہے جس مین سب سے اول اسکندریہ کے کتب خانہ جلائے جانے کے واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے، اور اسی کے لاٹن ترجمہ کے ذریعہ سے تمام یورپ مین یہ روایت پہنچی،

مسٹر گبن اپنی تاریخ مین لکھتے ہین کہ جب سے ابوالفرج کی تاریخ لاٹن مین ترجمہ ہو کر دنیا مین شائع ہوئی یہ قصہ بار بار منقول ہوا ہے، واشنگٹن اروِنگ و آرتھر گلین ایم اے و مسٹر کرچٹن اور بہت سے یورپین مصنفین نے صاف تصریح کی ہے کہ یورپ مین یہ روایت ابوالفرج کے ذریعہ سے پہنچی، یہ زمانہ یورپ کے نہایت تعصب اور جہالت کا زمانہ تھا، اور اسی لئے وہان مسلمانون کے متعلق تمام اس قسم کی روایتین صحیح ہون یا غلط فوراً قبول کر لیجاتی تھین، جن سے مسلمانون کی نسبت نفرت انگیز خیالات پیدا ہون، غرض یورپ کے ہر حصہ مین یہ واقعہ مشہور ہو گیا اور نہایت تیزی سے وہ یورپین لٹریچر کا عنصر بن گیا، اس واقعہ کو جس عبارت مین ابوالفرج نے لکھا ہے اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے:

ابوالفرج کی عبارت کا ترجمہ

"اور اس زمانہ مین عربون مین یحییٰ نحوی جو ہماری زبان مین غرماطیقوس کے لقب سے ملقب ہے مشہور ہوا، وہ اسکندریہ کا رہنے والا تھا اور یعقوبی عیسائیون کا عقیدہ رکھتا تھا، اور ساوری کے عقیدہ کی تائید کرتا تھا، پھر عیسائیون کے عقیدۂ تثلیث سے منکر ہوا، اس پر مصر کے تمام پادری جمع ہوئے اور اس سے درخواست کی کہ اس عقیدہ سے باز آئے، اس نے نہ مانا، اس پر پادریون نے اس کا رتبہ گھٹا دیا، وہ بہت دنون تک زندہ رہا، یہان تک کہ عمرو بن

لہ دیکھو تاریخ مختصر الدول مصنفہ ابوالفرج مطبوعہ لندن ۱۶۶۳ء ص ۱۰۰، ۱۰۱،

نے اسکندریہ کو فتح کیا، وہ عمروؓ کے پاس حاضر ہوا، عمروؓ اس کی لیاقت سے واقف ہوچکا تھا اسلئے اس نے اس کی بہت عزت کی اور اس سے وہ فلسفیانہ بحثیں سنیں جس سے اہل عرب کبھی آشنا نہ تھے، عمروؓ کے دل پر ان بحثوں نے بہت اثر کیا، اور وہ اس پر فریفتہ ہوگیا، عمرو عاقل، خوش فہم، صحیح الفکر شخص تھا، اسی لئے اس نے یحییٰ کی صحبت کو لازم پکڑ لیا، اور اوس کو اپنے پاس سے جدا نہ کرتا تھا،

ایک دن یحییٰ نے عمروؓ سے کہا کہ اسکندریہ کی تمام قسم کی چیزوں پر آپ قابض ہیں، جو جو چیزیں کہ آپ کے کام کی ہیں ہیں ان سے تعرض کرنا نہیں چاہتا، لیکن جو چیزیں آپ کے کام کی نہیں اس کے تو ہمیں لوگ زیادہ مستحق ہیں، عمروؓ نے کہا تمکو کیا درکار ہے، یحییٰ نے کہا فلسفہ کی وہ کتابیں جو شاہی کتب خانوں میں ہیں، عمروؓ نے کہا اس امر کی نسبت میں امیرالمومنین عمرؓ ابن الخطاب کی اجازت کے بغیر کوئی حکم نہیں دے سکتا، عمروؓ نے یحییٰ کی درخواست کی اطلاع عمرؓ بن الخطابؓ کو دی، وہاں سے جواب آیا کہ جن کتابوں کا تم نے ذکر کیا ہے اگر وہ خدا کی کتاب کے موافق ہیں، تو خدا کی کتاب کے ہوتے اون کی کوئی ضرورت نہیں، اور اگر اون کے مضامین خدا کی کتاب کے مخالف ہیں تو تم اون کو برباد کرنا شروع کردو، عمرو بن العاصؓ نے ان کتابوں کو اسکندریہ کے حماموں میں تقسیم کرنا اور اون کو جلوانا شروع کیا، پس وہ چھ مہینے کی مدت میں جل کر تمام ہوئیں، سو جو کچھ ہوا اسکو سنو اور تعجب کرو،،

یہ واقعہ اسی طرح برابر تسلیم ہوتا آتا تھا اور کسی کو اس کی نسبت تحقیق و تفتیش کا خیال تک نہ آیا، سب سے پہلے مشہور مورخ گبن تھے جو تاریخ کے طرز خاص کا بانی ہے اس واقعہ کو تحقیق کی نگاہ سے دیکھا، اور لکھا کہ میں اس واقعہ کی اصلیت اور اس کے نتائج دونوں کے انکار کی طرف مائل ہوں، گبن نے اپنے انکار کی مختلف وجہیں قائم کیں جنمیں سے ایک یہ ہے کہ ابوالفرج

سب سے پہلے گبن نے اس واقعہ سے انکار کیا

واقعہ مبحوث فیہ کے پانسو برس بعد پیدا ہوا، اور اس کے سوا اور کسی مورخ حتی کہ خود عیسائی مورخوں نے اس واقعہ کا کہین ذکر نہین کیا، اس لئے ابوالفرج کی شہادت کیونکر معتبر ہوسکتی ہی، گبن کے اس انکار کے بعد یورپ خواب غفلت سے چونکا، اور متعدد علما اس کی تحقیق مین مصروف ہوئے" اگرچہ گبن کے بعد اس واقعہ کے متعلق دو فریق موافق و مخالف قائم ہوگئے، لیکن چونکہ اس قدر عموماً مسلّم تھا کہ پہلی صدی ہجری مین اسلام کے متعلق یورپ مین کوئی تصنیف نہین لکھی گئی، اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم اور خلفاے راشدین کے حالات مین آج تک یورپ مین جس قدر تاریخین لکھی گئین یا لکھی جارہی ہین عموماً اسلامی تصنیفات سے ماخوذ ہین، اس لئے خود اس فریق کو بھی جو واقعہ کو صحیح ثابت کرنا چاہتا ہے عربی ہی تاریخون کی طرف رجوع کرنا پڑا،

اہل یورپ کی روایت کا عربی تاریخوں سے ماخوذ ہونا

مسٹر کریٹن جنھون نے گبن کے انکار پر نہایت غصہ ظاہر کیا، اپنی کتاب تاریخ اسلام مین لکھتے ہین " اگر یہ واقعہ صرف اس اجنبی شخص (ابوالفرج) کے بیان پر جس نے چھ سو برس کے بعد اس واقعہ کو تحریر کیا، مبنی ہوتا تو ہم کو آرمینا کے مورخ (ابوالفرج) کے بیان کے تسلیم کرنے مین تامل ہوتا، لیکن یہ واقعہ صرف اوس کی سند پر مبنی نہین ہو، بلکہ برخلاف اس کے مقریزی اور عبداللطیف نے جنھون نے مصر کی تاریخ قدیم پر تصنیفات لکھی ہین اس واقعہ کو بیان کیا ہی، مسٹر کریل نے نہایت انصاف کے ساتھ علانیہ اس کا اعتراف کیا ہے، وہ لکھتے ہین کہ "جہان تک مجھے یاد ہے یہ واقعہ پہلے پہل عبداللطیف کی تاریخ مین جو اس واقعہ کے پانسو برس بعد پیدا ہوا مذکور ہے"!

اس امر کے طے ہو جانے کے بعد کہ اس واقعہ کا ماخذ جو کچھ ہے صرف عربی تاریخین ہین ہم کو اس بحث کا فیصلہ کرنا نہایت آسان ہے، کیونکہ عرب کی تصنیفات سے واقف ہو جانے کا استحقاق یورپ کی بہ نسبت ہم کو زیادہ ہے، "صاحب البیت ادری بما فیہا" گھر کا حال

گھر کا آدمی خوب جانتا ہے"

یورپین مصنفین جنھون نے اس واقعہ کو ثابت کرنا چاہا ہے مستندین عبداللطیف بغدادی، مقریزی، حاجی خلیفہ کا نام لیا ہے، اور کہا ہے کہ "یہ مورخین نہایت معتبر ہین اور ان کی شہادت سے انکار نہین کیا جا سکتا" ہین نے جہان تک دیکھا اور پڑھا یورپ نے ہمیشہ انھی مورخین کا نام لیا ہے، ایک ناواقف انگریز نے ابن خلدون کا بھی حوالہ دیا ہے، اور جھوٹ سے شرم نہ کر کے لکھا ہے کہ "ابن خلدون نے حضرت عمرؓ کے حالات مین یہ روایت بیان کی ہے"، لیکن ابن خلدون کی تاریخ ایک عام اور مشہور کتاب ہے، حضرت عمرؓ کی تمام تاریخ مین اس واقعہ کے متعلق ایک حرف بھی مذکور نہین، غرض ابن خلدون کے علٰحدہ کرنے کے بعد صرف تین مذکورہ بالا مصنفین پر اس روایت کا مدار رہجاتا ہے، اب ہم مورخانہ اصول سے اس روایت کی تحقیق پر متوجہ ہوتے ہین، جس کے ذیل مین ہم یہ بھی دکھائین گے کہ یورپین مورخین نے ان مصنفون سے استناد کرنے مین کس قدر تدلیس اور فریب سے کام لیا ہے،

واقعاتِ تاریخی کے ثابت کرنے کے دو طریقے ہین، روایت، درایت،

روایت سے یہ مطلب ہے کہ جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے اس کی سند اس شخص تک پہنچائی جائے، جو خود اس واقعہ مین موجود رہا ہو، عرب کی تمام مستند تاریخین اسی اصول پر لکھی گئی ہین، اور یہی وجہ ہے کہ ان مین اخبرنا و حدثنا کے ذریعہ سے سند کا تمام سلسلہ مذکور کیا جاتا ہے، اور ان تمام راویون کا نام لیا جاتا ہے جن کے ذریعہ سے واقعہ کی سند اس شخص تک پہنچتی ہے جو خود اُس واقعہ مین شریک تھا، چوتھی صدی تک اسلامی تاریخون کا یہی طرز رہا، اور گو زمانہ مابعد مین اس کا رواج کم ہو چلا، لیکن گذشتہ تین صدیون کے واقعات مین اب تک اس کا لحاظ ہے، یعنی اس زمانہ کے انھی واقعات کا اعتبار کیا جاتا ہے جو سلسلہ سند کے ساتھ ثابت ہون،

درایت سے یہ غرض ہے کہ جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے، اس پر اس لحاظ سے غور کیا جائے کہ وہ طبیعتِ انسانی کے اقتضا، زمانہ کی خصوصیتون، منسوب الیہ کے حالات، اور اس قسم کے اور قرائن کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے یا نہین، اگر وہ واقعہ اس معیار پر پورا نہین اترتا تو اس کی صحت مشتبہ ہوگی، یعنی احتمال ہوگا کہ روایت کے تغیرات نے واقعہ کی صورت بدل دی ہے۔ اس واقعہ کی تحقیق مین بھی ہم کو انہی دو اصول سے کام لینا چاہیے،

اس واقعہ کی اصول رو کے لحاظ

چونکہ اس بحث مین مقدمہ کے دو فریقون مین سے ایک نافی اور دوسرا ثبت ہے اور چونکہ اس قسم کے مقدمات مین بارِ ثبوت ہمیشہ اس فریق پر ہوتا ہے جو ثبوت کا مدعی ہے، اس لئے اول ہمکو ان شہادتون پر غور کرنا چاہیے جو واقعہ کے اثبات مین پیش کیجاتی ہین، ہم کو جہانتک معلوم ہے (اور ہم دعوی کے ساتھ کہہ سکتے ہین، کہ کوئی شخص اس بحث مین اس سے زیادہ ثابت نہین کر سکتا) یورپ کے تمام مصنفین جو اس دعوی کو ثابت کرنا چاہتے ہین، ان کی دلیل روایت کی حیثیت سے صرف اس قدر ہے کہ "اس واقعہ کو عبد اللطیف بغدادی، مقریزی، حاجی خلیفہ نے بیان کیا ہے" اب امور تنقیح طلب یہ ہین کہ کیا ان مصنفون نے اس واقعہ کے متعلق ایسا کوئی بیان کیا ہے جو شہادت مین پیش ہو سکتا ہے؟ اور کیا اس واقعہ کے متعلق ان کی شہادت کافی ہے؟

یورپ کے مورخین نے جو اس واقعہ کے مدعی ہین فریب آمیز طور پر بار بار عبد اللطیف، مقریزی، حاجی خلیفہ کا نام لیا ہے، اور جن کو انکار رہے وہ ان مصنفون کی شہادت کو قابلِ اعتبار نہین سمجھے، اور اس طریق بحث نے اون یورپین مورخون کی فریب آمیزی پر پردہ ڈال رکھا ہے، کیونکہ بحث اس پر محدود ہوگئی کہ عبد اللطیف وغیرہ قابلِ سند ہین یا نہین۔ حالانکہ پہلے یہ تحقیق ضروری تھی کہ عبد اللطیف وغیرہ نے کوئی شہادت بھی دی ہے یا نہین،

پہلی ضروری بحث یہ ہے کہ کیا ان تینوں مصنفوں کا بیان (جن کا بار بار نام لیا جاتا ہے) تین جداگانہ شہادتین ہین؟ مقریزی کی تاریخ مطبوعہ مصر ہمارے پیش نظر ہے اس نے جلد اول صفحہ ۱۵۱ مین عمود السواری کے بیان مین جو اسکندریہ کا ایک مشہور منارہ ہے عمود السواری کے لفظ سے عنوان قائم کیا ہے اور حرف بحرف وہ عبارت نقل کردی ہے جو اس منار کے ذکر مین عبد اللطیف نے لکھی تھی، عبد اللطیف کی تحریر مین محض ضمنی طور پر اسکندریہ کے کتبخانہ کا ذکر آگیا تھا چونکہ مقریزی نے حرف بحرف عبد اللطیف کی عبارت نقل کی ہے اس لئے کتب خانہ کے متعلق جو عبارت ہے وہ بھی اسی طرح منقول ہو گئی ہے۔ اسی بنا پر سیو لانگل نے جو فرانس کا مشہور عالم ہے مجبوراً تسلیم کیا ہے کہ مقریزی کا بیان کوئی مستقل شہادت نہین بلکہ صرف عبد اللطیف کے فقرے کی نقل ہے[1] سیولانگل کتب خانہ اسکندریہ کی بحث مین ہمارے مخالف ہین لیکن اون کو مجبوراً یہ تسلیم کرنا پڑا ہے، جن یورپین مورخون نے مقریزی کی اصل کتاب نہین دیکھی وہ ایمان بالغیب کے طور پر بار بار مقریزی کا نام لیتے ہین لیکن موسیو لانگل ایسا نہین کرسکتا تھا کیونکہ اس نے مقریزی کی کتاب کو خود پڑھا تھا، مقریزی نے اسی کتاب مین اسکندریہ کی فتح کا حال نہایت تفصیل سے لکھا ہے لیکن کتب خانہ کے متعلق ایک حرف بھی نہین لکھا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ واقعہ مذکورہ کو تاریخی واقعات کی فہرست مین شمار نہین کرتا،

مقریزی کے خارج ہونے کے بعد دو نام رہجاتے ہین، عبد اللطیف و حاجی خلیفہ،

حاجی خلیفہ کا ذکر اگرچہ اکثر یورپین مورخون نے کیا ہے لیکن اُس کی خاص عبارت کا حوالہ نہین دیا، کیونکہ اگر وہ ایسا کرتے تو ان کا دعوی غالباً کمزور ہو جاتا، ہم پروفیسر ڈساسی کے (جو ایک مشہور فرنچ مصنف ہین، اور جو بڑے زور و شور سے اس واقعہ کو ثابت کرنا چاہتے ہین) ممنون ہین

[1] دیکھو پروفیسر ڈساسی کا نوٹ ترجمہ تاریخ عبد اللطیف بغدادی صفحہ ۲۴۴ مطبوعہ پیرس ۱۸۱۰ء،

جنھون نے اس راز کو ظاہر کر دیا ہے، اور حاجی خلیفہ کی عبارت نقل کر دی ہے، جس کے اصلی الفاظ یہ ہین،

فکانت العرب فی صدر الاسلام	اہل عرب شروع اسلام مین تمام علوم مین سے
لا تعتنی بشیٔ من العلوم الا بلغتها	بجز لغت و احکام شریعت و طب کے کسی علم
ومعرفة احکام شریعتها وصناعة	کی طرف توجہ نہین کرتے تھے، صرف یہ علوم
الطب فانها کانت موجودة عند	بوجہ عام حاجت کے بعض لوگون کے پاس
افراد منهم لحاجة الناس طرا الیها	موجود تھے، اور اس کا یہ سبب تھا کہ چونکہ
وذلك منهم صونا لقواعد الاسلام	اسلام کے قواعد اور لوگون کے عقائد
وعقائد اهله عن تطرق الخلل من	مضبوط و راسخ نہین ہو چکے تھے، اسلئے
علوم الاوائل قبل الرسوخ والاحکام	ڈر تھا کہ قدما کے علوم سے ان مین خلل نہ
حتی یروی انهم احرقوا ما وجدوا	پیدا ہو، یہانتک کہ بیان کیا جاتا ہو کہ
من الکتب فی فتوحات البلاد،	ان لوگون نے شہرون کے فتوحات مین

[illegible]

اس عبارت مین اسکندریہ کا تو ذکر تک نہین عام طور پر کتابون کے جلانے کا ذکر کیا ہے، اور وہ بھی یروی کے لفظ سے جو ظاہر کرتا ہو کہ وہ ایک عامیانہ روایت ہے، اس عبارت کے طرز اور نظام سے ہرگز نہین پایا جاتا کہ مصنف اس واقعہ کو واقعہ مسلمہ قرار دیتا ہے، حاجی خلیفہ شروع زمانہ اسلام کی عدم اعتنا کا ذکر بیان کرتا ہے اور اس کے ذیل مین ایک عامیانہ روایت کو اسی عامیانہ حیثیت سے ذکر کر جاتا ہو، اس کی بالکل ایسی مثال ہے کہ جس طرح کوئی کہے کہ نپولین نے مصر مین اسلامی افسری کا دعوی کرنا چاہا اور اس کے لئے بڑے جال پھیلائے یہانتک کہ کہتے ہین کہ "اس نے جامع ازہر مین کلمہ توحید پڑھا اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی" یہ طرز بیان

کا ایک عام طریقہ ہے کہ ایسے موقعون پر ایک مقرر یا مضمون نگار ضعیف سے ضعیف روایت کا بھی ذکر کر جاتا ہی، غرض خاص کتب خانہ اسکندریہ کے جلائے جانے کا دعویٰ حاجی خلیفہ کی طرف منسوب کرنا ایسی تعجب انگیز جرأت ہے جو یورپین مورخون کے سوا اور کسی سے نہین ہوسکتی،

اب صرف عبد اللطیف بغدادی کی شہادت باقی رہ گئی اور درحقیقت یورپین مورخون کا اخیر سہارا یہی عبد اللطیف ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ عبد اللطیف نے مصر کی ایک تاریخ لکھی ہے جس کا نام کتاب الافادۃ والاعتبار فی الامور المشاهدۃ والحوادث المعاینۃ بارض مصر ہے، یہ کتاب اس نے ۱۰ شعبان ۶۰۰ھ مین تمام کی اور اس کا موضوع صرف وہ حالات و واقعات ہین جو عبد اللطیف نے خود مصر مین مشاہدہ کئے، اس مین ایک موقع پر عمود السواری کے لفظ سے ایک عنوان قائم کیا ہے، اس کے تمام حالات بیان کئے ہین، اور لکھا ہے کہ اس ستون کے گرد چار سو اور چھوٹے چھوٹے ستون تھے، یہ حالات لکھتے لکھتے اخیر مین ضمناً یہ عبارت لکھی ہے

ویذکر[1] ان هذا العمود من جملة	اور کہا جاتا ہی کہ یہ ستون منجملہ ان ستونون کے
اعمدۃ کانت تحمل رواق ارسطا	ہے جس پر وہ چھت قائم تھی جو ارسطو کا
طالیس الذی کان یدرس بہ	رواق تھا اور جہان ارسطو حکمت کا درس
الحکمۃ وانہ کان دار علم وفیہ	دیا کرتا تھا، اور یہ کہ وہ دار العلم تھا اور اسی مین
خزانۃ کتب حرقها عمرو بن العاص	وہ کتبخانہ تھا جس کو عمرو بن العاصؓ نے عمرؓ
باشارۃ عمر بن الخطاب،	ابن الخطاب کے اشارے سے جلا دیا،

اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ عبد اللطیف نے اس واقعہ کو کس حیثیت سے ذکر

۱؎ ایک نسخہ مین جو مصر مین چھپا ہے، اور نہایت غلط چھپا ہی، بجائے یذکر کے اری کا لفظ ہی، اگر یہی نسخہ صحیح مان لیا جائے تو بھی یہ عبد اللطیف کی ذاتی رائے ہوگی،

کیا ہے، عبد اللطیف کا یہ تمام قول یُذکر کے تحت مین ہے، جس سے کسی طرح یہ ظاہر نہین ہو سکتا
کہ وہ اس موقع کو مورخانہ حیثیت سے لکھتا ہے، یا اس کو تسلیم کرتا ہے، مسٹر کریل جرمن اپنے مضمون
مین عبد اللطیف کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہین "یہ بیان محض علی سبیل التذکرہ معلوم ہوتا
ہے اور اس سے خاص کوئی غرض نہین معلوم ہوتی، یہ کسی خاص اصل واقعہ کا یاد دلانا نہین ہے،
بلکہ محض ایک مشہور بات کا اعادہ کر دینا ہے، جس کو اس زمانہ کے سیاحون نے بارہا کہا ہے
اور یہ من قبیل اُسی قسم کی غیر معتبر اور خلافِ عقل بیانات کے ہے جو زمانۂ وسطیٰ کے سیاحون مین بیت المقدس
کے مقام کے بارہ مین مشہور تھے"۔

ایک مزے کی بات یہ ہے کہ عبد اللطیف نے چونکہ بازاری گپون کا ذکر کیا، اس لئے
اس جملہ مین جتنے واقعات بیان کئے اتفاق سے سب غلط تھے، نہ یہ مقام ارسطو کا رواق تھا
نہ ارسطو نے کبھی وہان درس دیا، ایک مضمون نگار نے جس نے اسکیٹر مورخہ ۱۳ رجون مین اس
مضمون پر ایک بحث لکھی ہے، عبد اللطیف کے بیان کی غلطی پر عجیب لطف سے استدلال کیا ہے
وہ کہتا ہے، کہ کتب خانہ کا جلایا جانا تو ایک طرف عبد اللطیف نے اس کے ساتھ اور جو واقعات بیان
کئے وہ کون سے صحیح ہین!!!

یورپین مو
کی تدلیس،

یہ ہے حقیقت ان سندون اور روایتون کی جن پر یورپین مورخون نے چھاؤنی چھا رکھی
ہے، ان مصنفون نے اس بحث مین جس قسم کی تدلیس سے کام لیا ہے حقیقت مین وہ نہایت
تعجب انگیز ہے، عبد اللطیف وغیرہ کی جو اصل عبارتین ہم نے نقل کی ہین، ان سے ناظرین کو
معلوم ہو سکتا ہے کہ مقریزی نے خود اس واقعہ کو نہین بیان کیا، بلکہ عمود السواری کے ذکر مین
عبد اللطیف کی عبارت نقل کر دی ہے، جس مین ضمناً کتب خانہ کا بھی ذکر تھا، حاجی خلیفہ نے
اسکندریہ کا نام تک نہین لیا، البتہ عام طور پر کتب خانون کا ذکر کیا ہے، اور وہ بھی یذکر کے

تحت مین جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کوئی مصدقہ روایت نہین لیکن یورپین مورخون نے عبداللطیف وغیرہ کا نام ہمیشہ اس حیثیت سے لیا ہے کہ گویا اونھون نے اس واقعہ کی صحت کا دعوی کیا ہے اور اس پر کوئی مستقل مضمون لکھا ہے،

پروفیسر ڈساسیی نے اپنے نوٹ مین لکھا ہو کہ "جو اعتراضات ابوالفرج کے بیان پر کیے جاتے ہین، ان مین یہ نہایت قوی اعتراض خیال کیا جاتا ہے، کہ عرب کے مورخ ایک ایسے عظیم واقعہ کے متعلق خاموش ہین"؛ اس کے بعد پروفیسر ڈساسیی اس اعتراض کا جواب دیتے ہین اور فرماتے ہین کہ "لیکن اس اعتراض کا زور یقیناً عبداللطیف اور مقریزی کی شہادت کے بعد گھٹ جاتا ہے" لطف یہ ہے کہ اسی عبارت کے بعد پروفیسر موصوف لکھتے ہین کہ "اگرچہ لوگون کو یہ کہنے کا موقع حاصل ہے، کہ مقریزی کا قول صرف عبداللطیف کے فقرہ کی نقل ہے"

مسٹر کرحٹن لکھتے ہین کہ "یہ واقعہ صرف سند مذکورہ بالا (یعنی ابوالفرج کا بیان) پر مبنی نہین ہے، بلکہ برخلاف اس کے مقریزی اور عبداللطیف نے جنھون نے قدیم تاریخ مصر پر تصنیفات لکھین اس واقعہ کا بیان کیا ہے"

پروفیسر وایٹ نہایت بلند آہنگی سے فرماتے ہین، کہ "ہم گبن کی منفیانہ دلیل کے مقابلہ مین دو عربی مورخون کی اثباتی شہادت پیش کرنے کی جرأت کرین گے، جو ایسے مستند مصنف ہین کہ اون کے مستند ہونے کی نسبت کوئی اعتراض نہین کیا جا سکتا، اور دونون مذہب اسلام کے نہایت متعصب پیرو ہین، اس سے عبداللطیف و مقریزی کو مراد لیتا ہون جو اس واقعہ یعنی کتب خانہ کے جلانے کے ذکر ہی مین ہمزبان نہین ہین بلکہ ٹھیک اس مقام کا نشان دیتے ہین جہان کتب خانہ مذکور قائم تھا"

پروفیسر وایٹ نے اس موقع پر کس چالاکی سے کام لیا ہے عبداللطیف نے ایک ستون کے ذکر میں ضمناً افواہی طور پر اس واقعہ کا ذکر کیا ہے پروفیسر وایٹ اس کو اس قالب میں ڈھالتے ہین جس سے ایک ناواقف شخص کو یہ گمان ہوگا کہ عبداللطیف نے مستقل طور پر اس واقعہ کو ثابت کرنا چاہا ہے اور صرف اصل واقعہ کو ثابت نہین کیا بلکہ واقعہ کا موقع ومحل بھی متعین کردیا،

اگرچہ یورپ کے اکثر مورخون نے جو اس واقعہ کو ثابت کرنا چاہتے ہین، صرف انہی تینون یعنی عبداللطیف، مقریزی، حاجی خلیفہ پر استناد کا مدار رکھا ہے، اور ہم نے اس موقع پر انہی مصنفون سے بحث کی لیکن بعض یورپین مصنفون نے تدلیس (مخفی فریب) کے میدان مین اورون سے بڑھکر قدم رکھا ہے، اور فریب آمیز طور پر ظاہر کیا ہے کہ اس واقعہ کی تائید کے لئے اور بھی متعدد شہادتین موجود ہین، مسٹر کریجٹن صاحب اپنی کتاب کے حاشیہ مین فرماتے ہین کہ "بیرن ڈساسی نے اپنے ایک لمبے نوٹ مین جو اس نے عبداللطیف کے ترجمہ پر لکھا ہے (مصر کا بیان صفحہ ۲۴۰) عربی مصنفون کی کتابون سے مختلف شہادتین جمع کی ہین، جو پیرس کے شاہی کتب خانہ مین موجود ہین، اور ان شہادتون سے ابوالفرج کا بیان قابل اعتبار ثابت ہوتا ہے لیکن مسٹر گبن نے ان تصنیفات کو نہین دیکھا تھا"

اس عبارت سے ایک ناواقف اور خصوصاً وہ جس کو یورپین مصنفون کے ساتھ عام خوش اعتقادی ہو بالکل دھوکے مین آجائیگا اور یقین کریگا کہ پیرس کے عظیم الشان کتب خانہ مین ضرور اس واقعہ کے متعلق بہت کچھ مادہ موجود ہوگا، ورنہ تمام یورپ مین ایسا غلط واقعہ کیونکر مشہور ہو سکتا تھا،

لیکن ہمارے ناظرین کو پیرس کے پرشوکت نام سے مرعوب نہ ہونا چاہئے، ڈساسی کا نوٹ اور وہ کتابین جن کا اونھون نے حوالہ دیا ہے، ہمارے سامنے ہین، بے شبہہ ڈساسی نے

اس واقعہ کو بڑے زور شور سے ثابت کرنا چاہا ہے، لیکن افسوس ہے کہ جو زور او ن کی طبیعت مین ہے وہ دلائل مین نہین، ہم اس موقع پر اون کی پوری تحریر کا لفظی ترجمہ نقل کرتے ہین،

"ابو الفرج نے اپنی تاریخ خاندانِ عرب مین عمرؓ کے حکم سے کتب خانہ اسکندریہ کی بربادی کی نسبت جو واقعہ بیان کیا ہے اس مین متعدد مشہور مصنفون نے شک کیا ہے، جو کچھ اس واقعہ پر لکھا گیا ہے اس کے بیان کرنے اور اوس کی حیثیت کے اندازہ کرنے مین ایک بڑی بحث ضرور ہونی چاہیے،

وہ دلیلین جن کی بنا پر تشکیک کیے گئے ہین اس جرمن مباحثہ مین مل سکتی ہین جس کو (Mr. Rainhard) نے ۱۷۹۲ء مین بمقام (Gottingue) چھاپا تھا، اور اُن ریمارکون مین جو اسکندریہ کے قدیم کتب خانون کے متعلق ہین جن کو کہ M. de. Saine-Croix نے میگزین انسائیکلوپیڈیا سال پنجم صفحہ ۴۳۳ مین درج کیا ہے موسیو لانگل (M.-Langles) اور وایٹ (White) عام خیال کی حمایت کرتے ہین لیکن ابو الفرج کے مبالغہ آمیز بیان کو قبول نہین کرتے،

ابو الفرج کے بیان پر جو اعتراضات کیے گئے ہین، اُن مین یہ اعتراض قوی خیال کیا گیا ہے کہ عرب کے مورخ ایک ایسے عظیم واقعہ کے متعلق خاموش ہین لیکن اس اعتراض کا زور یقیناً عبد اللطیف اور مقریزی کی شہادت کے بعد گھٹ جاتا ہے، اگرچہ لوگ یہ کہہ سکتے ہین کہ ظاہرا مقریزی کا وہ فقرہ جیسا کہ موسیو لانگل نے نشان دیا ہے صرف عبد اللطیف کے فقرہ کی نقل ہے،

مین نہین چاہتا کہ ان ریمارکون سے جن کو کہ مین بیان کرون گا ایک ایسے عالم مصنف (موسیو لانگل مراد ہے) کے ساتھ میدانِ مبارزت مین آؤن جس کی مین تہ دل سے نہایت عزت اور محبت رکھتا ہون لیکن مین نے چند اور نئی خاص سندین پیدا کی ہین، اور مین یقین کرتا ہون،

کہ یہ واقعہ جس طرح کہ ابوالفرج نے بیان کیا ہے گو اس مین ایسی تفصیلین ہین جو نکتہ چینی کی برداشت نہین کر سکتین تاہم یہ سچ ہے کہ وہ ایک تاریخی سچائی پر مبنی ہے، اور یہ کہ عربون نے جب یہ شہر فتح کر لیا تھا تو عمرو بن العاص رضؓ نے عمرؓ کے فرمان کے مطابق یہ حکم دیا تھا، کہ ایک مجموعہ جس مین بہت سی کتابین تھین، اور جو اسکندریہ مین تھا، آگ پر رکھ دیا جائے"

اس کے بعد پروفیسر ڈساسی نے حاجی خلیفہ اور مقدمہ ابن خلدون کی عبارت نقل کی ہے اور اس سے کتب خانہ اسکندریہ کے واقعہ پر استدلال کیا ہی،

پروفیسر ڈساسی نے جو نئی خاص سندین پیدا کین، ان کے دیکھنے کا ہم کو نہایت شوق تھا، مگر افسوس کہ وہ کچھ نہ نکلین، پروفیسر موصوف نے پیرس کے اتنے بڑے عظیم الشان کتب خانہ کو چھان کر صرف دو سندین مہیا کین، ایک تو وہی حاجی خلیفہ کی عبارت جس کو ہم اوپر نقل کر چکے ہین، دوسری مقدمہ ابن خلدون کا ایک فقرہ جس مین ایک موقع پر ضمناً اور اجمالاً ایران کے کتب خانہ کا ذکر آگیا ہے، یہ بھی عجیب منطق ہے کہ اسکندریہ کے کتب خانہ کے جلائے جانے کا دعوی کیا جائے، اور دلیل مین ایران کا نام لیا جائے، اگرچہ ابن خلدون کا یہ قول بالکل غلط اور تمام صحیح اور مستند تاریخون کے خلاف ہے لیکن ہم اس مقام پر اس سے بحث نہین کرتے، کیونکہ ہمارا مضمون اسکندریہ کے کتب خانہ پر ہے نہ ایران پر،

شاید یہ کہا جائے کہ پروفیسر ڈساسی نے ابن خلدون کے قول کو تائیدی شہادت مین پیش کیا ہے لیکن اس سے یہ مقصد بھی حاصل نہین ہوتا کیونکہ اس سے اگر کوئی نتیجہ نکلتا ہے تو یہ نکلتا ہے کہ اسکندریہ کا واقعہ بالکل بے اصل ہے، ورنہ جس طرح ایران کا واقعہ ابن خلدون نے بیان کیا تھا کوئی نہ کوئی عربی مورخ اسکندریہ کے واقعہ کا بھی اسی حیثیت سے ذکر کرتا، حالانکہ عربی کی سیکڑون ہزارون تاریخون مین سے ایک مین بھی اس کا پتہ نہین چلتا،

عبد اللطیف و مقریزی کی اصل عبارت جو ہم نے نقل کی وہ تو کسی طرح شہادت مین پیش نہین کی جا سکتی لطف یہ ہے کہ خود ابو الفرج جو اس بحث مین ہمارا مدعا علیہ ہے اس نے بھی اس واقعہ کو اس حیثیت سے نہین لکھا جس سے ثابت ہو کہ وہ یقیناً اس کو تسلیم کرتا تھا، اور صحیح سمجھتا تھا، ابو الفرج کی اصلی تاریخ جو سریانی زبان مین ہے، اور جس مین فتح اسکندریہ کا حال تفصیلاً مذکور ہے اس مین اس واقعہ کا ذکر تک نہین البتہ اس تاریخ کا خلاصہ جو عربی زبان مین ہے اس مین یہ واقعہ جیسا کہ ہم اوپر نقل کر آئے مذکور ہے لیکن اس خلاصہ کی نسبت کافی اطمینان نہین ہے کہ جو بیانات اس مین اصل سریانی تاریخ پر اضافہ کئے گئے ہین وہ درحقیقت ابو الفرج ہی کے ہین یا کسی اور نے الحاق کر دیا ہے، مسٹر گریل جرمن اس خلاصہ کی نسبت لکھتے ہین کہ اسمین بہت سی ایسی چیزین ہین جو اصل سریانی مین نہین، اور یہ امر کہ آیا یہ الحاقات زمانہ ما بعد کے الحاق ہین یا خود ابو الفرج نے اون کو بڑھایا ہے، بخوبی معلوم نہین ہوتا کیونکہ اس خلاصہ کے کل نسخے ناکامل ہین، یہ واقعہ کتب خانہ اسکندریہ کے جلائے جانے کا جو عربی مین موجود ہے اصل سریانی مین نہین پایا جاتا، اس عبارت کے الحاقی ہونے کا گمان اس سے زیادہ قوی ہو جاتا ہے کہ اس عربی خلاصہ کو پروفیسر پوکاک نے اپنے اہتمام و تصحیح سے چھپوایا ہے، اور اون کو مسلمانون کے خلاف واقعات گڑھ لینے مین نہایت کمال حاصل تھا،

یہ تمام بحث تو اس لحاظ سے تھی کہ عبد اللطیف و حاجی خلیفہ نے اس واقعہ کے متعلق کوئی شہادت دی بھی ہے یا نہین لیکن بطریق تنزل اگر ہم یہ مان بھی لین کہ درحقیقت ان مصنفون نے اُس کو صحیح تسلیم کیا ہے تو دوسری بحث یہ پیدا ہوتی ہے کہ اس امر کے متعلق ان مصنفون کی شہادت قابلِ اعتبار ہے یا نہین، عبد اللطیف بغدادی ۵۵۷ھ مین پیدا ہوا، اور حاجی خلیفہ کو تو دو سو برس سے زیادہ نہین گذرے کون شخص کہہ سکتا ہے، کہ ایک ایسے واقعہ کے متعلق جو پہلی صدی ہجری کے

عبد اللطیف و خلیفہ کا تاریخ میں کیا رتبہ ہے

شروع مین واقعہ ہوا ہو وہ شہادت معتبر ہو سکتی ہے جس کو اون لوگون نے بیان کیا ہو جو اصل واقعہ کے پانسو برس کے پیدا ہوئے اور جس کی ان لوگون نے نہ کوئی سند بیان کی ہو نہ کوئی حوالہ دیا ہو۔

ہم کو ان مصنفون کی نسبت یہ بھی دیکھنا ہے کہ فن تاریخ مین ان کو کیا رتبہ حاصل ہے، کیونکہ یورپین مورخون نے اس موقع پر بھی تدلیس سے کام لیا ہے، وہ بڑے بڑے شاندار لفظون مین حاجی خلیفہ اور عبد اللطیف کی تعریف کرتے ہین، اور لکھتے ہین کہ اون کی عظمت و شان کے لحاظ سے اون کا قول ضرور تسلیم کے قابل ہے، یورپین مصنفون کے اس فریب کی پردہ دری کے لئے صرف ایک مختصر سا سوال کافی ہے، ہم بھی تسلیم کرتے ہین کہ عبد اللطیف و حاجی خلیفہ بڑے پایہ کے مصنف ہین، مگر سوال یہ ہے کہ کس فن مین؟ عبد اللطیف بے شبہہ بہت بڑا طبیب تھا، طب مین اسکی متعدد تصنیفات موجود ہین، ابن ابی اصیبعہ نے طبقات الاطبا مین اس کا مفصل تذکرہ لکھا ہے جس سے اوس کی طبی معلومات اور عظمت و شان کا اندازہ معلوم ہو سکتا ہے، لیکن کیا اوس کو کسی نے مورخ کہا ہے؟ کیا اس نے اپنی تالیف مین کہین فن تاریخ کا تذکرہ کیا ہے، اگر یہ نہین ہے تو تاریخی واقعات مین اوس کی عظمت و شان کس کام آئیگی، فارابی، بو علی سینا کے حوالہ سے اگر کوئی تاریخی واقعہ لکھا جائے تو کس حد تک اعتبار کے قابل ہوگا،

حاجی خلیفہ نے بے شبہہ کشف الظنون نہایت مفید کتاب لکھی ہے، لیکن وہ کوئی تاریخ کی کتاب نہین ہے، بلکہ اسلامی تصنیفات کی فہرست ہے، اس کے سوا حاجی خلیفہ کا کوئی کارنامہ ہکو معلوم نہین، تاریخ مین نہ اس کی کوئی کتاب ہے نہ کسی نے اس کو مورخون مین شمار کیا ہے،

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے مخالفون کے لئے یہ نہایت شرم کی جگہ ہے، کہ اون کو ایک ایسے عظیم الشان واقعہ کے لئے جو بخیال اون کے چھ مہینے تک قائم رہا، اسلام کی سیکڑون، ہزارون تصنیفات مین سے کہین کوئی سہارا ہاتھ نہ آئے، اور بمجبوری ان کو ایک طبیب اور

فہرست نگار کے سایہ مین پناہ لینی پڑے،

واقعۂ مفروضہ کے غلط ہونیکا دعویٰ اور نفی کے دعوی کا طرز ثبوت،

یہان تک ہم نے جو بحث کی، وہ اس حیثیت سے تھی کہ ہم نے مخالفین کو مدعی قرار دیا تھا، کیونکہ اصولِ مناظرہ کی رو سے درحقیقت وہی مدعی ہین، لیکن اس سے بڑھکر ہم خود مدعی بنتے ہین اور دعویٰ کرتے ہین کہ حضرت عمرؓ کے حکم سے یہ کتب خانہ برباد نہین ہوا، اور نہ کبھی مسلمانون نے اوس کو برباد کیا، لیکن پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ جو دعویٰ نفی کی صورت مین کیا جاتا ہے اس کے لئے روایۃً و درایۃً استدلال کا کیا طریقہ ہے، مثلاً اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ فلان واقعہ فلان عہد مین نہین ہوا، تو اس کی دلیل روایت کے لحاظ سے صرف یہ ہوگی کہ اس عہد کے متعلق علم و واقفیت کے جس قدر ذریعے ہین ان سے اس واقعہ کا کہین پتہ نہین چلتا، اور درایت کے لحاظ سے یہ کہ تمام قرائن اور شہادتین اس واقعہ کے ثبوت کے خلاف ہین، انھی وجوہِ استدلال کے لحاظ سے ہم دعوی کرتے ہین کہ کتب خانہ اسکندریہ مسلمانون کے ہاتھ سے ہرگز برباد نہین ہوا،

اسلام کی ابتدائی تاریخین،

اسلام مین تصنیف و تالیف کی ابتدا ۱۴۳ھ سے ہوئی اور اسی زمانہ مین تاریخ کی سب سے پہلی کتاب محمد بن اسحٰق نے لکھی، جو آنحضرت صلعم کے حالات مین ہے، اس کے بعد اور مصنفین نے عام تاریخین لکھین، جن مین خلفاے راشدین کی فتوحات و واقعات تفصیل سے مذکور ہین، اس دور کی تصنیفات مین سے آج جو موجود ہین یا جن کا نام و نشان معلوم ہے یہ ہین،

فتوح البلدان بلاذری، بلاذری خلیفہ متوکل باللہ کے عہد مین تھا، اس تاریخ مین اس نے تمام واقعات سند متصل کے ساتھ بیان کئے ہین،

تاریخ یعقوبی، یعنی تاریخ احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وہب بن واضح کاتب العباسی، یہ مصنف نہایت قدیم مصنف ہے اور مامون الرشید کے درباریون کا ہمعصر ہے، اس نے یہ تاریخ سنہ ۲۵۹ھ تک لکھی ہے اور غالباً اس سنہ مین وہ موجود تھا، یہ کتاب دو جلدون مین ہے، اور سنہ ۱۸۸۳ء

مین بمقام لیڈن چھاپی گئی،

تاریخ ابوحنیفہ دینوری لیڈن مین چھاپی گئی،

تاریخ کبیر ابوجعفر جریرطبری، یہ تاریخ اگرچہ مذکورۂ بالا تاریخون سے کسی قدر زمانہ مابعد کی ہے، کیونکہ اس کے مصنف نے سنہ ۳۱۰ھ مطابق سنہ ۹۲۲ء مین وفات پائی ہے، لیکن اس نے تمام واقعات سند متصل کے ساتھ لکھے ہین اور ہر روایت مین تمام راویون کے نام بیان کر دیئے ہین، یہ کتاب تمام ان روایتون کا مخزن ہے جو تاریخ اسلام کے متعلق آج موجود ہین یا کبھی موجود تھین، اور اس لحاظ سے یہ کہنا صحیح ہے کہ تین سو صدیون کے متعلق جو معتدبہ واقعہ اس کتاب مین نہین ہے، وہ داخلِ تاریخ نہین، یہ ایک نہایت ضخیم کتاب ہے اور اس کی ۱۲ جلدین ہالینڈ مین چھپ چکی ہین، اور متعدد جلدین اور باقی ہین،

ابن الاثیر و ابن خلدون جن کی تاریخین نہایت معتبر خیال کی جاتی ہین، وہ تاریخ طبری ہی کا خلاصہ ہین، اور خود ان مورخون نے اس کا اعتراف کیا ہے، ان تاریخون کے سوا تاریخ اسلام کے متعلق اور بھی بہت سی کتابین لکھی گئین لیکن قدیم واقعات کی نسبت ان سب کا ماخذ یہی چند کتابین ہین جن کا ذکر اوپر ہو چکا، اور یہ صریح طور پر خود ان کتابون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے،

ان کتابون کے سوا مصر و اسکندریہ کے خاص حالات مین بہت سی کتابین لکھی گئین، ان مین سے جس قدر ہم دریافت کر سکے یہ ہین،

خطط[1] مصر لابی عمر الکندی المتوفی سنہ ۲۴۶ھ، کشف[2] الممالک لابن شاہین المتوفی سنہ ۸۷۳ھ، تاریخ[3] مصر لعبد الرحمن الصوفی المتوفی سنہ ۳۴۷ھ، تاریخ[4] مصر لمحمد بن برکات النحوی المتوفی سنہ ۵۲۰ھ، اتعاظ[5] المتامل الی سنہ ۶۲۱ھ، تاریخ[6] مصر لمحمد بن عبد اللہ المتوفی سنہ ۴۲۰ھ، تاریخ[7] مصر للقفطی المتوفی سنہ ۶۴۶ھ، تاریخ[8] مصر لقطب الدین

الحلبی المتوفی ۸۳۵ھ، تاریخ مصر[9] یحیی الحلبی المتوفی ۸۶۴ھ، الانتصار[10] لابن دقماق المتوفی ۸۰۹ھ، عقود[11] الجواہر، نزہۃ[12] الناظرین، الدرۃ[13] المضیئۃ، اشرف[14] الطرف، نزہۃ[15] السنیۃ، تفریج[16] الکربۃ، فرائد[17] السلوک، بدائع[18] الزہور، تحفۃ[19] الکرام بہ اخبار الاحرام، اعلام[20] بمن ولی مصر فی الاسلام، تاریخ[21] مصر لابراہیم بن وصیف، جواہر[22] البحور، مختار[23] للقضاعی، النقط[24] المعجم، الروضۃ[25] البہیۃ، المواعظ[26] والاعتبار للمقریزی، جواہر[27] الالفاظ، اتعاظ[28] الحنفاء، نجوم[29] الزاہرۃ، تاریخ[30] مصر لابن عبد الحکم، اگرچہ یہ تمام کتابین آج نہین ملتین لیکن زمانہ مابعد کی متعدد تصنیفات ایسی موجود ہین جن مین تمام قدیم کتابون کی روایتین جمع کر دی گئی ہین مثلاً

حسن المحاضرۃ سیوطی، جس کے دیباچہ مین خود سیوطی نے لکھا ہے، کہ مین نے اٹھائیس[2] تاریخین دیکھین اور اون سے یہ کتاب تیار کی، سب سے مفصل اور بسیط مواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار ہے، جو مقریزی کی تصنیف ہے، اور جس مین مصر و اسکندریہ کے متعلق ایک ایک جزئی واقعہ کا استقصا کیا گیا ہے،

یہ تمام معتبر کتابین جن کا ذکر اوپر ہوا، اور جن کے سوا اس زمانہ کے حالات دریافت کرنے کا کوئی ذریعہ نہین ہے، ان مین سے کسی کتاب مین واقعہ بحث فیہ کا مطلق پتہ نہین چلتا، ان کتابون مین اور خصوصاً طبری و فتوح البلدان بلاذری و حسن المحاضرہ و خطط والآثار للمقریزی مین اسکندریہ کی فتح کے نہایت تفصیلی حالات مذکور ہین لیکن کتب خانہ کا ذکر تک نہین،

یہ کتابین تو وہ ہین جن مین اس واقعہ کو (اگر وہ واقع ہوتا) مستقل طور پر مذکور ہونا چاہیئے تھا لیکن جن تصنیفات مین ضمنی اور اتفاقی طور پر اس کا تذکرہ آسکتا تھا، ان مین بھی واقعۂ مفروضہ کا کہین پتہ نہین چلتا، مثلاً حکما اور طبیبون کے حالات مین جو کتابین لکھی گئی ہین، اور جن مین یحیی النحوی کا ذکر عموماً کیا گیا ہے، چنانچہ ابو الفرج نے یہ فرضی قصہ جو گڑھا تو اسی یحیی نحوی کے تذکرہ مین گڑھا اور یون بیان کیا کہ یحیی نے عمرو بن العاصؓ سے کتب خانہ کے لئے درخواست کی تھی، جس کے جواب

بن عمرو نے حضرت عمرؓ کے حکم سے کتب خانہ کے جلا دینے کا حکم دیا، یحییٰ طبیب اور فلاسفر تھا، اور عربی زبان میں اس کی تمام کتابیں ترجمہ کی گئیں، اس لئے عربی تاریخیں جو حکما اور اطبا کے حالات میں ہیں، ان میں یحییٰ کا مفصل تذکرہ کیا گیا ہے، ابن ابی اصیبعہ نے طبقات الاطبا اور ابن الندیم نے کتاب الفہرست میں یحییٰ کے تمام حالات و واقعات اور اس کی تصنیفات کے نام لکھے ہیں، اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ عمرو بن العاصؓ کے پاس حاضر ہوا اور عمروؓ نے اس کی بہت کچھ عزت کی، ابن الندیم کے خاص الفاظ یہ ہیں:-

ولما فتحت مصر علی یدی عمرو	یعنی جب مصر عمرو بن العاص کے ہاتھ سے
ابن العاص دخل الیہ واکرمہ	فتح ہوا تو یحییٰ عمرو کی خدمت میں حاضر ہوا،
ورای لہ موضعا،	عمروؓ نے اوس کی عزت و تکریم کی،

ان تمام تصریحات کے ساتھ کتب خانہ کا کہیں ذکر نہیں جس سے علانیہ اس واقعہ کا بالکل بے اصل ہونا پایا جاتا ہے،

ان تصنیفات کے علاوہ اور قسم کی تصنیفات مثلاً جغرافیون، سفرناموں، بیوگرفیوں میں اس واقعہ کا ذکر ضمناً آسکتا تھا لیکن ان کتابوں میں اس کا نام و نشان تک نہیں، سچ یہ ہے کہ اگر یہ دعویٰ کیا جائے تو بالکل سچ ہے کہ عبد اللطیف کی عبارت کے سوا جس کی حقیقت ہم اوپر بیان کر چکے **کل اسلام کا لٹریچر اس واقعہ کے ذکر سے خالی ہے**، اس سے زیادہ اس واقعہ کے بے اصل ہونے کی کیا دلیل ہو گی ؟

اس سے بڑھکر یہ کہ خود عیسائی قدیم تاریخوں میں اس کا پتہ نہیں، یوٹیکس المتوفی ۹۴۰ء جو دسویں صدی عیسوی میں اسکندریہ کا بطریق تھا، اس نے اسکندریہ کی فتح کا حال تفصیل سے لکھا ہے، اسی طرح المکین جو واقعہ مفروضہ کے تین سو برس بعد تھا، یعنی ابو الفرج سے دو سو برس پہلے

اس نے تاریخ مصر خود مصر مین رہکر لکھی، اور اسکندریہ کی فتح کے حالات نہایت تفصیل سے لکھے لیکن ان دونون کتابون مین واقعۂ مفروضہ کے متعلق ایک حرف بھی مذکور نہین، یہ دونون مصنف متعصب عیسائی تھے جن کی نسبت مسلمانون کے ساتھ کسی قسم کی بیجا طرفداری کا گمان نہیں ہوسکتا اسکے ساتھ محقق اور علم دوست تھے، اور اون کی نگاہ مین اتنے بڑے علمی سرمایہ کا ضائع ہونا کوئی معمولی بات نہین ہوسکتی تھی، مصر کے قیام اور ذاتی شوق کی وجہ سے مصر کے حالات کے متعلق اون کے وسائل معلومات نہایت وسیع تھے، ان باتون کے ساتھ ان دونون مورخون کا واقعہ بحوث فیہ کے متعلق ایک حرف نہ لکھنا صریح اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی کچھ اصل نہیں، چنانچہ انصاف پسند یورپین مصنفون مثلاً گبن، کریل نے اس واقعہ کے بے اصل ہونے کے لئے عموماً اس سے استدلال کیا ہے،

اس واقعہ کے بے اصل ہونے کی ایک نہایت قوی دلیل یہ ہے کہ جس کتب خانہ کا جلایا جانا بیان کیا جاتا ہے، وہ اسلام کے دور سے پہلے ہی برباد ہوچکا تھا، اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ کتب خانہ شاہان مصر نے جو بت پرست اور بہت سے خداؤن کے ماننے والے تھے، قائم کیا تھا جب مصر مین عیسائیت کا دورہ ہوا تو عیسائی بادشاہون نے تعصب مذہبی کی وجہ سے ان کتابون کی بربادی شروع کی اور ان کے اس ارادہ کو پادریون نے اور بھی اشتعال دیا،

چنانچہ یورپ کے بڑے بڑے نامور مصنفون اور مورخون کو تسلیم کرنا پڑا کہ یہ کتب خانہ اسلام سے پہلے برباد ہوچکا تھا، موسیو رینان جو فرانس کا ایک مشہور عالم ہے، اس نے ایک دفعہ یونیورسٹی مین اس عنوان پر لکچر دیا تھا، "اسلام اور علم" یہ لکچر ایک رسالہ کی صورت مین بمقام پیرس ۱۸۸۳ء مین چھپا ہے، اگرچہ یہ لکچر مسلمانون کے برخلاف نہایت تعصب آمیز تھا یعنی اس مین نہایت شد و مد سے یہ ثابت کیا تھا کہ اسلام اور علم کبھی جمع نہین ہوسکتے تاہم اس متعصب شخص نے کتبخانہ

اسکندریہ کے متعلق یہ الفاظ کہے "اگرچہ یہ بار بار کہا گیا ہے کہ عمرؓ نے کتب خانہ سکندریہ کو برباد کرادیا" لیکن یہ صحیح نہین، کتب خانہ مذکور اس زمانہ سے پہلے ہی برباد ہو چکا تھا،،

اس شاہی کتب خانہ کی تفصیلی کیفیت مسٹر کریل نے اپنے مضمون مین لکھی ہے، اور اس کے عہد بعہد کی بربادی کا ذکر نہایت تفصیل سے کیا ہے لیکن چونکہ مسٹر کریل کا مضمون ہمارے رسالہ کے اخیر مین بطور ضمیمہ شامل ہے، اس لئے ہم اوس کو یہان نقل نہین کرتے، اس کتب خانہ کا برباد ہونا ایسا یقینی امر ہے جس سے وہ یورپین مورخین بھی انکار نہین کرسکے، جو اس واقعہ کے اثبات کے درپے ہین، مسٹر ڈریپر اپنی کتاب مین لکھتے ہین کہ جولیس سیزر نے نصف سے زیادہ کتابین جلادی تھین" اور اسکندریہ کے بطریقون نے نہ صرف قریباً کل باقی کتابون کے منتشر ہونے کی اجازت دی بلکہ اپنی نگرانی مین ان کو منتشر کرایا، اور ڈسیس صاف بیان کرتا ہے کہ "بیس سال بعد اس واقعہ کے، تھیوفلس نے شہنشاہ تھیوڈوسس سے تحریری اجازت کتب خانہ مذکور کی بربادی کی حاصل کی تھی مین نے اس کی الماریان اور خانے خالی دیکھے"

چونکہ اس کتب خانہ کی بربادی یقینی امر تھا، اس لئے مخالفون نے ایک اور فریب سے کام لیا یعنی یہ دعوی کیا کہ عمرؓ نے جو کتب خانہ تباہ کیا وہ شاہی کتب خانہ نہ تھا، بلکہ سراپیم کا کتب خانہ تھا، چنانچہ اسپکٹیٹر کے مضمون نگار نے ابوالفرج کی حمایت مین سراپیم ہی کے کتب خانہ کا حوالہ دیا ہے، لیکن یہ توجیہ القول بما لا یرضیٰ قائلہ ہے کیونکہ ابوالفرج نے اپنی تاریخ مین جہان یہ لکھا ہے کہ یحیی النحوی نے عمرو بن العاصؓ سے کتابون کے لئے درخواست کی وہان صاف یہ الفاظ لکھے ہین کتب الحکمۃ التی فی خزائن الملوکیۃ یعنی فلسفہ کی وہ کتابین جو شاہی خزانون (کتب خانون) مین ہین" لیکن اگر یہ تسلیم بھی کرلین کہ یہ حکایت سراپیم کے کتب خانہ کی نسبت ہے، تاہم ہمارے مخالفون کو یہ ثابت کرنا مشکل ہوگا کہ سراپیم کا کتبخانہ فتح اسکندریہ کے وقت موجود تھا، بلکہ برخلاف

اس کے یہ ثابت ہوگا کہ کتب خانہ مذکور کل یا کل کے قریب پہلے ہی برباد ہوچکا تھا

مسٹر کریل لکھتے ہین کہ سراپیم اور اس کے کتب خانہ کا حال اس وقت تک تاریکی مین پڑا ہوا ہے، یہ تو معلوم ہے کہ سراپیم کا معبد جس سے یہ کتب خانہ متعلق تھا تہیوڈوسیس کے عہد مین ۳۹۱ء مین گرجا بنا دیا گیا تھا لیکن یہ امر کہ آیا اس تبدیلی کے وقت وہ کتب خانہ وہان موجود تھا یا ضائع ہوگیا تھا، یا کتابین قسطنطنیہ کو منتقل ہوگئی تھین مطلق ثابت نہین ہوتا، یہ اخیر خیال یعنی کتابون کا قسطنطنیہ کو جانا زیادہ قرین قیاس ہے، کیونکہ تہیوڈوسیس ثانی نے جو کتب خانہ پانچوین صدی مین بمقام قسطنطنیہ قائم کیا وہ زیادہ تر مصر و ایشیاے کوچک کی کتابون سے تیار ہوا تھا،

میسو سدیو فرانسیسی نے یہ تسلیم کرکے کہ کتب خانہ ہوٹ فیہ سراپیم مین تھا لکھا ہے کہ "کسی ہمعصر مورخ نے اس واقعہ (یعنی عمرو بن العاص ؓ کا کتب خانہ کو برباد کرنا) کو بیان نہین کیا لیکن اگر وہ صحیح بھی ہوتا ہم وہ صرف معدودے چند کتابون سے متعلق ہوگا، کیونکہ اس کتب خانہ کے حصے ۳۹۱ء مین سیزر کے عہد مین اور تہیوڈوسیس کے عہد مین برباد ہوچکے تھے"

اب ہم اصولِ درایت کے معیار سے اس واقعہ کی صحت و عدمِ صحت کا اندازہ کرنا چاہتے ہین، واقعۂ مذکورہ کو ابوالفرج (جو اس فرضی قصہ کا موجد اول ہے) نے جن خصوصیتون کے ساتھ بیان کیا ہے، وہ تو اس قدر لغو ہین کہ عموماً تمام یورپین مورخین موافق ہون یا مخالف اس کو افسانہ باطل سمجھتے ہین، پروفیسر ڈساسی جنھون نے بڑے زور شور سے اس واقعہ کو ثابت کرنا چاہا ہے، تسلیم کیا ہے کہ ابوالفرج کے بیان مین جو تفصیلین ہین، صحیح نہین، برٹش انسائیکلوپیڈیا کے لکھنے والون نے بھی اس کی ہنسی اڑائی ہے، اور درحقیقت ایک کتب خانہ کا حمامون مین (جن کی تعداد چار ہزار تھی) تقسیم کیا جانا اور چھ مہینے تک کتابون کا جلتے رہنا اور ایندھن کے کام آنا، افسانہ کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے، ؟ ابوالفرج نے اگرچہ مصر کے تمام حمامون کی تعداد نہین

بتائی لیکن یہ صحیح طور پر معلوم ہے کہ وہ چار ہزار تھے اس لئے حمامہاے مصر اور چار ہزار کی تعداد کو لازم و ملزوم سمجھنا چاہئے، جیسا کہ اکثر یورپین مورخون نے سمجھا ہے، اب اگر دیکھا جائے کہ اربعۂ متناسبہ کی روسے فی حمام ہر روز کیا تعداد پڑتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر روز فی حمام ایک کتاب کا بھی پڑتا نہین پڑتا، بلکہ نصف کتاب سے متجاوز نہین ہوتا، یا تو حمام ایسے مختصر تھے کہ ایک دن کے لئے ایک کتاب بلکہ نصف کتاب کافی ہوتی تھی، یا کتابین اس قدر ضخیم تھین کہ ایک کتاب کا آدھا حصہ حمام کے لئے سارے دن ایندھن کا کام دے سکتا تھا،

یہ بھی مسلّم ہے کہ اس زمانہ مین کتابین چمڑے کے کاغذ پر لکھی جاتی تھین، جو ایندھن کا کام نہین دے سکتا تھا، اس لئے کتابون کا اس کام کے لئے استعمال کرنا اور بھی بے ہودہ معلوم ہوتا ہے، ڈریپر صاحب لکھتے ہین کہ "ہمکو یقین ہے کہ اسکندریہ کے حمام والے جب تک کوئی اور شے جلانے کیلئے پا سکتے تھے اونھون نے چمڑے کا کاغذ (جس پر کتابین لکھی تھین) نہین جلایا ہوگا، اور ان کتابون کا بہت بڑا حصہ چمڑے ہی کے کاغذ کا بنا ہوا تھا"

اس قصے کے گڑھنے والون نے یہ قصہ مسلمانون کے بدنام کرنے کے لئے گڑھا لیکن ان کو یہ خیال نہ آیا کہ اس کی وجہ سے مسلمانون سے زیادہ عیسائی موجب الزام ٹھہرتے ہین، عمرو بن العاصؓ نے بفرض محال اس قدر کیا کہ کتابین حمامون مین بھجوا دین، لیکن حمام والے جس قدر تھے عیسائی تھے وہ کتابون کو بچا سکتے تھے، اور بجاے اُس کے اور ایندھن سے کام لے سکتے تھے، عمرو بن العاصؓ نے اس کے بعد اسکندریہ مین چھ مہینے تک قیام بھی نہین کیا تھا کہ اون کی باز پرس کا ڈر ہوتا،

اگرچہ یہ سرسری اور عام فہم قیاسات واقعۂ مفروضہ کے ابطال کے لئے کافی ہین، لیکن زیادہ تدقیقات سے اور بھی اس کی رہی سہی قلعی کھل جاتی ہے، اس واقعہ کو اگر ہم درایت کی نگاہ سے دیکھنا چاہین تو ہم کو ان امور پر لحاظ کرنا ہوگا، اسکندریہ پر کس طرح اور کن شرائط کے ساتھ قبضہ

کیا گیا؟ اس حیثیت سے اور ممالک جو فتح ہوئے وہان کیا برتاؤ ہوا؟ اس قسم کے موقعون مین حضرت عمرؓ کا عموماً طرزِ عمل کیا تھا؟ عمرو بن العاصؓ کا ذاتی میلان اور مذاقِ طبیعت کیا تھا؟ اسکندریہ کے علمی خزانون کے آثار اسلام مین ملتے ہین یا نہین؟ ان مین سے ہر سوال کا جواب اس بحث کا کم و بیش فیصلہ کرسکتا ہے،

یہ امر تمام صحیح تاریخون سے ثابت ہے کہ اسکندریہ فتح ہونے کے بعد ذمیانہ عہد مین داخل ہوگیا یعنی وہان کی تمام رعایا ذمی قرار دی گئی، فتوح البلدان بلاذری مین جو نہایت قدیم تصنیف ہے، اور جس کا مصنف تمام واقعات اپنی سند و روایت سے بیان کرتا ہے لکھا ہے،

ثم ان عمروا فتتحها بالسیف وغنم	یعنی عمروؓ نے اسکندریہ کو تلوار سے فتح کیا اور
ما فیها وابقیٰ اهلها ولم یقتل ولم	غنیمت لوٹی، اور وہان کے لوگون کو باقی
یسب وجعلهم ذمة،	رکھا، اور قتل و قید نہین کیا اور لوگون کو ذمی قرار دیا

یہی الفاظ ابن الاثیر و ابن خلدون وغیرہ مین بھی ہین،

ذمیون کے جو حقوق قرار دیئے گئے تھے، ان مین سب سے مقدم یہ تھا کہ اون کی جان، مال، نقد، اسباب، مویشی، مکانات وغیرہ سے کسی قسم کا تعرض نہین کیا جائیگا، فارس و شام کی فتوحات مین جو تحریری معاہدے ذمیون سے ہوئے وہ تمام تاریخون مین منقول ہین، اور سب مین اس حق کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے، خود مصر کے معاہدے کے یہ الفاظ ہین،

هذا ما اعطی عمرو بن العاص	یعنی عمرو بن العاصؓ نے اہل مصر کو ان کی
اهل مصر من الامان علی انفسهم	جان، خون، مال، صاع، مد کو امان
ودمهم واموالهم وصاعهم ومدهم	عطا کی،
وعددهم،	

معجم البلدان مین ایک اور صحیح روایت سے نقل کیا ہو کہ معاہدے مین یہ الفاظ یا مضمون داخل تھا،

وان لھم ارضھم واموالھم لا	یعنی اون کی زمین اور مال انہی کا رہیگا،
یتعرضون فی شئی منھا،	اور ان مین سے کسی چیز مین تعرض نہ کیا جائیگا،

اہلِ ذمہ کے ساتھ حضرت عمرؓ کا جو طرزِ عمل تھا اوس کی پوری تفصیل کا تو یہ موقع نہین ہے، لیکن اجمالاً اس قدر کہنا ضروری ہے کہ اونھون نے ذمیون کی جان و مال کو ہمیشہ مسلمانون کی جان و مال کے برابر سمجھا، شہر حیرہ مین ایک مسلمان نے ذمی کو قتل کر ڈالا تھا، اس کے بدلے مسلمان کے قتل کا حکم دیا، اور اس حکم کی علانیہ تعمیل کرائی، مفلس ذمیون کے لئے بیت المال سے روزینے مقرر کئے، فارس و شام کی تمام فتوحات مین گرجے اور معبد محفوظ رکھے، اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ مرنے کے وقت جو تین وصیتین کین ان مین ایک یہ تھی،

اوصی الخلیفۃ من بعدی بذمۃ	میرے بعد جو خلیفہ مقرر ہوگا اس کے لئے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	مین رسول اللہؐ کے ذمہ پر وصیت کرتا ہون
ان یوفی لھم بعھدھم وان یقاتل	کہ ذمیون کے معاہدون کو بجالائے اور انکی
من ورائھم ولا یکلفوا فوق	حفاظت کے لئے ان کے دشمنون سے لڑے،
طاقتھم،	اور اُن کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دیجائے،

یورپ کے متعصب مصنفین اگرچہ حضرت عمرؓ کی شدت اور جبروت کے شاکی ہین لیکن اس سے انکار نہین کرسکتے کہ جس وقت جو کچھ اون کی زبان و قلم سے نکلا وہ اسی طرح برتا کیا گیا، متعصب سے متعصب مورخین عیسائی اون کی تمام زندگی کا ایک واقعہ بھی نہ بتا سکے جس مین اون کا عمل قول کے مخالف تھا،

جب یہ مسلّم ہے کہ اسکندریہ والے ذمی قرار دیئے گئے، اور ذمیون کے ساتھ جو کچھ حضرت عمرؓ کا طرز عمل تھا وہ تفصیلاً معلوم ہے، تو کیونکر ممکن ہے کہ اسکندریہ والون کی ایک بڑی یادگار (کتب خانہ) کو اس بیرحمی سے برباد کیا جاتا؟ کیا یہ کتب خانہ مسلمانون کو گرجاؤن اور آتش کدون سے زیادہ ناگوار ہوسکتا تھا؟ تمام ممالکِ مفتوحہ مین جب سیکڑون ہزارون گرجے اور آتش کدے قائم رکھے گئے اور اون کی حفاظت کے لئے تمام فرامین مین یہ خاص الفاظ لکھے گئے،

لا یهدم لهم بیعة ولا کنیسة داخل — یعنی کوئی گرجا اور عبادت گاہ ڈھایا نہ جائیگا

المدینة ولا خارجها، — نہ شہر کے اندر اور نہ باہر،

تو کتب خانہ کی نسبت ایسا ظالمانہ برتاؤ کیونکر قیاس مین آسکتا ہے،

سچ یہ ہے کہ ابو الفرج کو (جو اس فرضی قصہ کا موجد ہے) جھوٹ بولنا بھی نہین آتا تھا وہ اگر اس واقعہ کو عین محاصرہ اور فتح کی حالت مین بیان کرتا تو قیاس مین آسکتا تھا، کیونکہ حملہ اور مقابلہ کا جوش کسی چیز کی پروا نہین کرتا، لیکن یہ تسلیم کرکے کہ شہر کو امن دیدیا گیا، اہلِ شہر ذمی قرار دیدیئے گئے، حملہ اور معرکہ آرائی کا جوش تھم چکا، اس وقت ایسا ظالمانہ عمل صرف ابو الفرج ہی کے قیاس مین جائز ہوسکتا ہے، پروفیسر سیدیو نے اسی بنا پر ابو الفرج کے بیان کو ناقابلِ اعتبار سمجھا ہے، وہ لکھتے ہین کہ "جب یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ فتح کے پہلے دہلہ مین شہر غارت نہین کیا گیا، تو یہ یقین کرنا مشکل ہو کہ ایسے وحشیانہ کام کا اس وقت حکم دیا گیا ہو جب کہ فاتحین کا خون سرد ہوچکا تھا"

عمرو بن العاصؓ کی قابلیت اور مذاق کا خود ابو الفرج نے اعتراف کیا ہے، چنانچہ وہ یحییٰ نحوی کے تذکرہ مین لکھتا ہے،

دخل علی عمرو وقد عرف موضعه — یعنی وہ (یحییٰ نحوی) عمروؓ کے پاس حاضر ہوا،

من العلوم فاکرمه عمرو وسمع من — عمروؓ نے اسکے علمی مرتبے سے واقف ہوکر اس کی

الفاظه الفلسفية التي لم تكن للعرب بها انسة تهاله وكان عمرو عاقلا حسن الاستماع صحيح الفكر فلازمه وكان لا يفارقه،

(طبقات الاطباء ابن ابی اصیبعہ ترجمہ یحیی)

عزت کی، عمروؓ نے اس کے وہ فلسفیانہ الفاظ سنے جن سے عرب کبھی مانوس نہ تھے اس لئے وہ اس پر مفتون ہو گیا، اور عمرو عاقل خوش فہم صحیح الفکر شخص تھا اسلئے اس نے یحیی نحوی کی صحبت کو لازم

اب خیال کرو کہ ایسا قابل اور علم دوست شخص جس نے باوجود مذہبی جوش کے ایک عیسائی عالم کو اپنا رفیق و ہمدم بنا لیا ہو، اس کے ساتھ اوس کو علمی مباحث بلکہ فلسفہ کا چسکا پڑ چکا ہو، وہ اس بے رحمی سے مدت تک کتب خانہ کو برباد کراتا جو ایک جاہل سے جاہل شخص بھی نہیں کر سکتا تھا، مانا کہ وہ خود مختار نہ تھے لیکن حضرت عمرؓ کو جو خط لکھا تھا اس مین کتب خانے کے لئے سفارش تو کر سکتے تھے عمروؓ نے بہت سے کامون مین اکثر زور ڈال کر حضرت عمرؓ سے اجازت حاصل کی تھی، مصر و اسکندریہ پر لشکر کشی کے لئے حضرت عمرؓ کسی طرح راضی نہ ہوتے تھے عمروؓ نے ان کو مجبور کیا اور ذمہ داری کی کہ اس کا فتح کرنا کچھ مشکل نہین، اس وقت حضرت عمرؓ نے اجازت دی، بلکہ علامہ بلاذری (جو نہایت مشہور اور مستند مورخ ہے) کی روایت کے مطابق عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کی اجازت کا بھی انتظار نہ کیا اور مصر کو روانہ ہو گئے، اور یہ تو عموماً مسلم ہے کہ مصر و اسکندریہ کی فتح جس شرط پر ہوئی اور معاہدہ مین جو شرطین قلمبند ہوئین وہ بالکل عمروؓ نے اپنی رائے سے لکھین، حضرت عمرؓ کو اون کی اطلاع البتہ دی، اور اونھون نے اس کو منظور کر لیا، کیا کتب خانہ کی نسبت عمرو بن العاصؓ ایسا نہین کر سکتے تھے اس سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ عمرو بن العاصؓ نے اسکندریہ کی فتح کے بعد دربار خلافت مین جو خط بھیجا اس مین ایک ایک چیز کی تفصیل کی ہے، چنانچہ فتح کے ذکر کے بعد لکھا ہے کہ اس شہر مین چار ہزار حمام، چار ہزار قصر، چالیس ہزار خراج گذار یہودی، چار سو شاہی سیرگاہین، بارہ ہزار باغ جن کی ترکاری بکتی ہے، موجود ہین، لیکن ان تفصیلون مین ہم کو اپنے دوست ابو الفرج کے فرضی

کتب خانہ کا کہین پتہ نہین چلتا،

تمام واقعاتِ تاریخی پر غور کرنے سے حقیقتِ واقعہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اسکندریہ مین جس قدر قدیم کتب خانے تھے اسلام کے زمانہ سے پہلے ہی برباد ہوگئے تھے جس کے اسباب و اتفاقات مورخون نے بہ تفصیل لکھے ہین لیکن ان آفتون پر بھی علمی آثار بالکل معدوم نہین ہوگئے تھے، اور ایک ایسے شہر مین جو سیکڑون برس تک دار العلوم رہ چکا تھا علمی یادگارون کا یک لخت معدوم ہوجانا ممکن بھی نہ تھا، چنانچہ زمانہ اسلام سے کسی قدر پہلے اسکندریہ مین سات نہایت مشہور طبیب اور فلاسفر موجود تھے جن کے یہ نام ہین، اسطفن، جاسیوس، انادودسیوس، اکیلاوس، انفیلاوس، فلادیوس، یحییٰ نحوی، ان سب مین یحییٰ نحوی نے زیادہ عمر پائی اور عمرو بن العاصؓ کے زمانہ تک زندہ رہا، اسکندریہ کے کتب خانے تو بہت پہلے برباد ہوچکے تھے لیکن اخیر زمانہ مین جو علمی سرمایہ مہیا ہوا تھا وہ اسلام کی فتح کے وقت موجود تھا، اور زمانہ مابعد تک بھی باقی رہا، چنانچہ دولتِ عباسیہ کے زمانہ مین جب علمی یادگارون کی تلاش ہوئی تو اسکندریہ سے معتد بہ ذخیرہ ہاتھ آیا، ہرون الرشید و مامون الرشید و متوکل باللہ کے عمال جو شام و فلسطین، ایشیاے کوچک، سائپرس مین فلسفی اور طبی تصنیفات ڈھونڈتے پھرتے تھے اسی غرض سے اسکندریہ بھی گئے تھے، اور بہت سی کتابین حاصل کین، حنین بن اسحٰق نے لکھا ہے کہ "جالینوس کی کتاب البرہان کی تلاش مین مین جزیرہ و شام، فلسطین، مصر کے تمام شہرون مین پھرا، یہان تک کہ اسکندریہ پہنچا، لیکن کتاب مذکور کا کہین پتہ نہ چلا، صرف دمشق مین اس کے چند حصے وہ بھی بے ترتیب ملے"، حنین کو اگرچہ اس کتاب کے ملنے مین اس وجہ سے ناکامی ہوئی کہ قدیم کتب خانے اسلام سے پہلے ہی برباد ہوچکے تھے، لیکن زمانۂ مابعد کی تصنیفات جو شروع اسلام تک محفوظ تھین قریباً کل ہاتھ آئین، جن سات حکیمون کا اوپر ذکر ہوا اون کی تمام تصنیفات محفوظ ہیں، اور عربی زبان مین اون کے ترجمے کیے گئے، یحییٰ نحوی کی کتابون کے ساتھ زیادہ اعتنا کیا گیا،

چنانچہ اس کی جس قدر کتابیں عربی زبان میں ترجمہ کی گئیں، ان میں سے چند یہ ہیں،

تفسیر کتاب[1] فاطیغوریاس لارسطو، تفسیر کتاب[2] انالوطیقاے الاولی لارسطو، تفسیر[3] کتاب انالوطیقاے الثانی لارسطو، تفسیر[4] کتاب طوبیقا لارسطو، تفسیر[5] کتاب السماع الطبیعی لارسطو، تفسیر[6] کتاب الکون والفساد لارسطو، تفسیر[7] کتاب ما بال لارسطو، تفسیر کتاب[8] الفرق بجالینوس، تفسیر کتاب[9] الصناعۃ بجالینوس، تفسیر کتاب[10] النبض الصغیر بجالینوس، تفسیر[11] کتاب اغلوقن بجالینوس، تفسیر[12] کتاب الاسطقسات بجالینوس، تفسیر[13] کتاب القوی الطبیعۃ بجالینوس، تفسیر کتاب[14] التشریح الصغیر بجالینوس، تفسیر کتاب[15] العلل والاعراض بجالینوس، تفسیر[16] کتاب تعرف علل الاعضاء الباطنۃ بجالینوس، تفسیر[17] کتاب النبض الکبیر بجالینوس، تفسیر[18] کتاب الحمیات بجالینوس، تفسیر[19] کتاب البحران بجالینوس، تفسیر[20] کتاب ایام البحران بجالینوس، تفسیر[21] کتاب منافع الاعضاء بجالینوس، تفسیر[22] کتاب تدبیر الاسحار بجالینوس، تفسیر کتاب[23] المزاج بجالینوس، جوامع[24] کتاب التریاق بجالینوس، جوامع[25] کتاب الفصد بجالینوس، کتاب[26] الرد علی برقلس، کتاب[27] فی ان کل جسم متناہ فقوتہ متناہیۃ، کتاب[28] الرد علی ارسطو، کتاب[29] الرد علی نطورس، شرح کتاب[30] ایساغوجی لفرفوریوس، ان کے سوا اور بھی کتابیں ہیں جن کی تفصیل طبقات الاطباء و کتاب الفہرست لابن الندیم میں ملتی ہے، اگر اسکندریہ کا کتب خانہ عمرو بن العاص رض کے زمانہ میں برباد ہوا ہوتا تو سب سے پہلے یحیی نحوی کی تصنیفات برباد ہونی چاہیے تھیں، جو عمرو بن العاص رض کا ہمعصر اور بقول ابوالفرج کے کتب خانہ مذکور کا مہتمم تھا،

غرض مصر و اسکندریہ وغیرہ میں اسلام کے زمانہ تک جو سرمایہ محفوظ رہ گیا تھا، وہ ہرگز ضائع نہیں ہونے پاتا، البتہ جو کچھ اسلام سے پہلے تلف ہو چکا تھا، اس کو وہ دوبارہ

پیدا نہین کرسکتا تھا، ہم کو تاریخون سے اس بات کا بھی پتہ لگتا ہے کہ نہایت قدیم
زمانہ کی بھی کوئی چیز اگر زمانہ اسلام تک کسی وجہ سے محفوظ رہ گئی تو وہ ہرگز برباد نہین
ہونے پائی، بلکہ زمانۂ مابعد مین نہایت قدردانی کے ساتھ یادگار کے طور پر اس کو
محفوظ رکھا گیا، ابن السندی نے جو مصر کا رہنے والا اور علم اصطرلاب کا بڑا ماہر تھا
لکھا ہے کہ "وزیر ابوالقاسم علی بن احمد الجرجانی نے ۴۳۵ھ ہجری مین قاہرہ کے کتبخانہ
کا جائزہ لیا اور قاضی ابوعبداللہ القضاعی و ابن خلق وراق کو حکم دیا کہ کتابون کی
فہرست تیار کرین، اور جلدین جو خراب ہو گئی ہین، اون کی مرمت کرائین، مین بھی
اون دونون بزرگون کے ساتھ اس غرض سے وہان گیا کہ اپنے مذاق کی کتابون کی
سیر کرون چنانچہ صرف نجوم و ہندسہ و فلسفہ کے متعلق جو اجزا تھے اون کی تعداد
چھ ہزار پانسو تھی، یہین مین نے ایک تانبے کا کرہ دیکھا، جو بطلیموس کے ہاتھ کا بنا ہوا
تھا، مین نے اس کی قدامت کا اندازہ کرنا چاہا تو حساب سے ثابت ہوا کہ دو ہزار دو سو
پچاس برس کی مدت کا ہے، یہین مجھ کو ایک اور کرہ ملا جو چاندی کا تھا اور جس کو
ابوالحسن صوفی نے عضد الدولہ کے لئے بنایا تھا، اوس کا وزن تین ہزار درم تھا، اور تین ہزار
دینار (پندرہ ہزار روپئے) کو خریدا گیا تھا!!"

اگرچہ ہم نے اس بحث کو مجتہدانہ اصول کے ساتھ طے کر دیا ہے، اور اس
وجہ سے ہم کو اس کی کچھ پروا نہین کہ یورپ کے مورخین ہمارے ہمزبان ہین یا نہین،
تاہم تقلید پسندون اور بالخصوص اون لوگون کی تسلی کے لئے جن کو یورپ کیساتھ
نہایت حسن عقیدت ہے یہ کہدینا ضرور ہے کہ واقعۂ مفروضہ کو ایک زمانہ مین تمام
یورپ مین تسلیم کیا جاتا تھا، لیکن جس قدر تاریخی تحقیقات کو ترقی ہوتی گئی، اسی نسبت

اس کی تصدیق کا زور گھٹتا گیا، یہاں تک کہ حال کے مصنفین میں زیادہ تر انہی لوگوں کی تعداد ہے، جو اس کو غلط اور مشکوک واقعہ قرار دیتے ہیں، آج تک اس قدر ہوا ہے اور امید ہے کہ وہ دن بھی آئے جب زیادہ غور اور تحقیق کے بعد تمام یورپ متفق ہو کر علانیہ کہہ دے کہ ع

ہم الزام اُن کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

(رسائل شبلی)



اسلامی کتب خانے

اسلامی قدیم کتب خانون کی یہ ایک نہایت اجمالی تاریخ ہے، اگرچہ اس امر سے کسی شخص کو انکار نہین ہوسکتا کہ تصنیف و تالیف اور علمی ذخیرون کا مرتب و محفوظ رکھنا مسلمانون کا قومی شعار تھا، اور یہی وجہ ہے کہ مسلمانون کے عہد مین جس کثرت سے جابجا کتب خانے اور دار العلم پائے جاتے تھے، شاید دنیا کی تاریخ مین اس کی نظیر نہین مل سکتی، تاہم یہ سخت تعجب ہے کہ کتب خانون کے حالات مین آج تک کوئی کتاب بلکہ مضمون تک نہین لکھا گیا، جغرافیہ کی کتابون مین کسی شہر کا حال لکھتے ہین تو ہر قسم کی عمارتون کا ذکر کرتے ہین لیکن کتب خانون کا نام تک نہین آتا، یہی خیال ہے جس نے مجھ کو اس مضمون کے لکھنے پر آمادہ کیا، اگرچہ مین تسلیم کرتا ہون کہ عنوان کے لحاظ سے مضمون کو نہایت مفصل اور وسیع ہونا چاہیئے تھا لیکن جن واقعات کو قدما نے نظرانداز کر دیا ہو اون کے متعلق مشکل سے کچھ اجمالی حالات مل سکتے ہین، اور مفصل تو بالکل نہین ملتے، اسلیئے مجبوراً ہمارے ناظرین کو اسی پر قناعت کرنی چاہیئے،

یہ مضمون اگرچہ بظاہر عنوان کی حیثیت کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے لیکن اس سے دو اور مہتم بالشان مسئلون کا فیصلہ ہوسکتا ہے جو تعلیم یافتہ ملکون مین مدت سے زیر بحث ہین، اور جن کی نسبت بڑے بڑے مشہور مصنفون نے تعصب آمیز غلطیان کی ہین، وہ مسئلے یہ ہین،

(۱) مسلمانون نے غیر قومون کی یادگارون کے ساتھ کیا سلوک کیا،؟

عرب مین تحریر کا ابتدا کب ہوا

(۲) مسلمانون نے غیر قومون کے متعلق جو تاریخی حالات لکھے، کہان تک قابلِ اعتبار ہین؟

اسلام مین کتابون کے جمع کرنے اور کتب خانہ کی صورت مین ترتیب دینے کا زمانہ اگرچہ دولتِ بنی امیہ کے عہد سے شروع ہوتا ہے لیکن اس امر کی تحقیق کے لیے کہ جو خزانہ دولتِ بنی امیہ کے عہد مین جمع ہوا اس کا سرمایہ کہان سے آیا ہوگا، ہم کو اس سے پیشتر زمانہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے

عرب مین شعر و شاعری اور انساب کا چرچا اگرچہ نہایت قدیم زمانہ سے تھا مگر تحریر کا مطلق رواج نہ تھا سب سے پہلے جس نے اس فن کی بنیاد ڈالی وہ قبیلہ طے کے تین شخص تھے، یعنی مرامر، اسلم، عامر، ان لوگون نے ایک جا جمع ہو کر حرفون کی شکل اور وضع قرار دی اور حروفِ ہجا اس ترتیب سے مقرر کیے جیسے سریانی زبان مین تھے، ان لوگون سے حیرہ والون نے سیکھا، حیرہ والون کا ایک شاگرد جس کا نام بشر بن الولید تھا اور دومۃ الجندل کا رئیس تھا کسی کام سے مکہ معظمہ گیا، وہان ابوسفیان (امیر معاویہؓ کے باپ) سے ملاقات ہوئی، ابوسفیان نے اس سے اس فن کے سیکھنے کی درخواست کی، چنانچہ ابوسفیان اور ابوقیس بن عبد مناف دو شخص اس کے شاگرد ہوئے اور چونکہ یہ دونون تجارت کے ذریعہ سے طائف آیا جایا کرتے تھے، طائف مین بھی تحریر کا رواج ہوگیا، بشر نے مصر اور شام مین بھی بہت لوگون کو شاگرد کیا، اور رفتہ رفتہ اکثر قبائل مین تحریر کا رواج ہوگیا، یہان تک کہ جب اسلام کا ظہور ہوا تو صرف ایک قبیلہ قریش مین ۱۷ شخص صاحبِ قلم موجود تھے، جن مین یہ حضرات بھی تھے، عمر بن الخطابؓ، علی بن ابی طالبؓ، عثمان بن عفانؓ، ابوعبیدہ بن الجراحؓ، عورتون مین بھی اس فن کا رواج ہو چلا تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ کے گھرانے مین شفا بنت عبداللہ اور حضرت حفصہؓ لکھنا پڑھنا جانتی تھین، مدینہ منورہ مین بھی اسلام سے پہلے تحریر کا رواج تھا جس کے موجد یہود تھے[۱]،

---

[۱] یہ تمام تفصیل فتوح البلدان بلاذری کے خاتمہ مین مذکور ہے،

اس سے بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اشعار و قصائد جو عرب کے تمدن و معاشرت کی اصلی تصویر ہین، اور جو اب تک زبانی روایت ہوتے آتے تھے قلمبند ہونے لگے، اور اون کی حفاظت کا بڑا ذریعہ نکل آیا، چنانچہ سات مشہور قصیدے جو معلقات کے نام سے مشہور ہین آب زر سے لکھے گئے اور کعبہ پر آویزان کئے گئے،

اسلام کے آغاز یعنی جناب رسالت پناہ صلعم کے عہد وفات تک جو تحریری سرمایہ وجود مین آیا وہ قرآن مجید کی متفرق سورتین، رسول اللہ صلعم کے نامہاے مبارک، صلح حدیبیہ وغیرہ کے معاہدے شعرائے کے قصائد تھے، آنحضرت صلعم کے بعد اگرچہ تحریر و کتابت کو زیادہ وسعت ہوئی، لیکن امیر معاویہ کے زمانہ تک جو کچھ سرمایہ وجود مین آیا وہ زبان یا مذہب کے متعلق تھا، امیر معاویہؓ نے جب دمشق مین تخت سلطنت پر اجلاس کیا، تو ایک عیسائی طبیب جس کا نام ابن آثال تھا، دربار مین حاضر ہوا اور امیر معاویہؓ نے اس کی بہت قدر کی، اس نے ان کے استعمال کے لئے طب کی بعض کتابین عربی زبان مین ترجمہ کین اور یہ پہلا اضافہ تھا جو عربی زبان کے سرمایہ مین ہوا،

اگرچہ اس کے بعد عرب کا تحریری سرمایہ برابر ترقی کرتا گیا، لیکن یہ پتہ لگانا مشکل ہے کہ ان تحریرون کو ایک منتظم کتب خانہ کی صورت مین کس نے جمع کیا، اور اس اولیت کا فخر کس کو حاصل ہے، ہمارے مورخین تو ان باتون کو مہتم بالشان نہین سمجھتے، کہ ان کے لئے جداگانہ عنوان بناتے ہین، البتہ کہین کسی ضمنی تذکرہ مین کچھ ذکر آجاتا ہے تو اس سے کچھ کچھ پتہ چلتا ہے، علامہ ابن ابی اصیبعہ نے طبقات الاطبا مین حکیم ماسرجویہ کے حال مین لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ماسرجویہ کی ایک کتاب جو اس نے سریانی زبان سے عربی زبان مین ترجمہ کی تھی خزانۃ الکتب (کتب خانہ) مین پائی، اور کتب خانہ سے نکلوا کر اس کے نسخے شائع کرائے، اس تصریح اور نیز اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ کتب خانہ کا طریقہ اس عہد سے پہلے قائم ہو چکا تھا، غالبًا اول جس شخص نے اس طریقہ

کی بنا ڈالی، وہ خالد بن یزید بن معاویہ تھا،

خالد

مورخ ابن خلدون کو تو تعجب اور انکار ہے کہ اسلام کے ابتدائی زمانہ مین ایسا مذاقِ علمی کہان پیدا ہوسکتا تھا، اور اس لئے ان کے نزدیک خالد کے واقعات افسانہ سے زیادہ رتبہ نہین رکھتے، لیکن علامہ ابن الندیم نے اس کی نسبت لکھا ہے کہ خالد بن یزید حکیم کے لقب سے پکارا جاتا تھا، وہ خود فاضل تھا اور بلند ہمتی کے ساتھ علوم کی محبت رکھتا تھا، اس کو صنعت کا خیال آیا تو اس نے ان یونانی فلاسفرون کو جمع کیا جو مصر مین رہا کرتے تھے، اور فصیح عربی بولتے تھے، ان لوگون کو اس نے حکم دیا کہ علم صنعت مین جو جو کتابین یونانی و قبطی زبانون مین ہین اون کے ترجمے عربی زبان مین کرین"۔

یہی مورخ ایک دوسرے موقع پر لکھتا ہے کہ "خالد کے لئے طب، نجوم، کیمیا کی تصنیفات عربی زبان مین ترجمہ کی گئین" خالد خود بھی مصنف تھا اور اس کی تصنیفات مین سے جو کتابین مورخ ابن الندیم کے زمانہ تک موجود تھین اور خود اس مورخ کی نظر سے گذرین اون کے یہ نام ہین، کتاب الحرارۃ، کتاب الصحیفۃ الکبیر، کتاب الصحیفۃ الصغیر،

ان دو باتون کے ثابت ہونے کے بعد یعنی یہ کہ دولتِ امویہ مین حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کے زمانہ سے پہلے شاہی کتب خانہ قائم ہوچکا تھا، اور یہ کہ خاندانِ امیہ مین اول جس شخص نے قدیم تصنیفات کی جستجو اور تلاش کی وہ خالد بن یزید تھا، یہ قیاس یقین کے قریب پہنچ جاتا ہے کہ کتبخانہ کی اول جس نے بنیاد ڈالی وہ یہی خالد تھا، خالد کے بعد تالیفات اور تصنیفات کو بے انتہا ترقی ہوئی، اشعارِ عرب، لغت، انساب، ایام العرب، غزوات، سیر، تفسیر، حدیث، فقہ، کلام وغیرہ کے متعلق ایک بڑا سرمایہ پیدا ہوگیا، خلیفہ منصور نے غیر زبانون کی سیکڑون کتابین عربی مین ترجمہ کرائین، یہان تک کہ خلیفہ ہارون الرشید نے اس عجیب و غریب عظیم الشان دار العلم کی

بنیاد ڈالی، جس کا نام بیت الحکمۃ تھا،

بیت الحکمۃ

یہ بیت الحکمۃ دو حصون مین منقسم تھا، ایک کتب خانہ کے لئے خاص تھا اور دوسرا غیر زبانون کے ترجمہ کے لئے، اس عظیم الشان کتب خانہ مین عربی زبان کے علاوہ ہندی، فارسی، یونانی، قبطی، کالڈی زبانون کی بے شمار کتابین مہیا کی گئی تھین، یحیٰی بن خالد برمکی نے جو ہارون الرشید کا وزیر اعظم اور خلافت عباسیہ کا چشم وچراغ تھا ہندوستان مین قاصد بھیجے اور بڑے بڑے نامی پنڈت اور حکیمون کو دربار مین بلایا، یہی پنڈت تھے جن کی وجہ سے ہندوستان کا بہت بڑا علمی سرمایہ بغداد مین پہنچا، فارسی تصنیفات زیادہ کثرت سے فراہم ہوئین، کیونکہ خاندان برامکہ فارسی الاصل تھا، اور اون کو اپنی زبان اور علوم کے ساتھ نہایت محبت اور شیفتگی تھی، اسی کا نتیجہ تھا کہ کتب خانہ کے افسر فارس کے خاندان سے تھے، ہرون الرشید نے کتابون کی فراہمی اور تدوین کے ذوق مین نہایت بے تعصبی سے کام لیا جس کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ علان شعوبی کو بیت الحکمۃ مین ترجمہ وکتابت کی خدمت پر مقرر کیا، حالانکہ یہ شخص ہمیشہ عرب کی ہجو گوئی مین مصروف رہتا تھا، اور قبائل عرب مین سے ہر قبیلہ کے عیوب مین الگ کتاب لکھی تھی،

مامون الرشید

مامون الرشید نے اپنے عہد مین اس کتب خانہ کو نہایت ترقی دی، اور بہت سے ایرانی علما اس کے مہتمم اور افسر مقرر کئے، جن مین اکثر مثلاً سہل بن ہرون، سعید بن ہرون وغیرہ شعوبی[1] تھے، جو عرب کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اور اون کے عیوب کی پردہ دری کرتے رہتے تھے، اس سے یہ نہین خیال کرنا چاہئے کہ مامون کو قومی حمیت کا پاس نہ تھا لیکن مشکل یہ تھی کہ فارس کی تصنیفات سے زیادہ تر واقف کار یہی شعوبی تھے، اور اس لئے انکے انتخاب سے چارہ نہ تھا،

---

[1] شعوبی ایک عجمی فرقہ تھا جو عرب کی تحقیر ومذمت کرتا تھا، اور ان کے عیوب کی پردہ دری کرنا اپنا فرض جانتا تھا،

اس کے سوا مامون الرشید کو فارس کے ساتھ ایک خاص تعلق بھی تھا، وہ ماں کی طرف سے فارسی الاصل تھا فضل بن سہل جو اس کا وزیر اعظم اور خلافت کا بانی تھا فارسی تھا، اوس کے اکثر درباری بھی فارسی نسل سے تھے، ابتدائے خلافت مین جب وہ مرو مین رہا کرتا تھا فارسی اثر اس پر اس قدر غالب آگیا تھا کہ فارسی ہی تصنیفات پیش نظر رکھتا تھا، اور وضع، لباس، طریق انتظام ملکیہ خیالات مین بھی فارسیوں ہی کی تقلید کرتا تھا، یہان تک کہ اردشیر کے تزک کو دستور العمل قرار دیا تھا، اس لحاظ سے یہ تعجب کی بات نہین کہ اس نے فارسی تصنیفات کی طرف زیادہ توجہ کی، لیکن وہ اور زبانون کی تالیفات کے بہم پہنچانے مین بھی بڑے شوق سے مصروف رہا، یونانی کتابون کے جمع کرنے اور اون کے ترجمہ کرانے مین اس نے جو تعجب انگیز کوششین کین ان کو ہم گذشتہ تعلیم اور المامون مین مفصل لکھ چکے ہین،

مامون نے اس عظیم الشان کتب خانہ مین عرب جاہلیۃ کے زمانہ کا بھی بہت کچھ سرمایہ جمع کیا تھا، جاہلیون کے قصائد اور اشعار کے علاوہ اس زمانہ کے خطوط، دستاویزات، معاہدے جہان تک مل سکے، نہایت کوشش سے فراہم کئے تھے، اس کتب خانہ مین عبد المطلب بن ہاشم کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرضہ کا ایک رقعہ موجود تھا جو چمڑے پر لکھا ہوا تھا اور اس کے یہ الفاظ تھے،

حق عبد المطلب بن هاشم من اهل مكة على فلان بن فلان الحميري من اهل وزل صنعا، عليه الف درهم فضة كيلا بالحديدة ومتى دعاه بها اجابه شهد الله والملكان[1]،

ابن ابی الحریش جو ایک مشہور جلد ساز تھا کتب خانہ مین جلد سازی کے کام پر مامور تھا، مامونی کتب خانہ کی وسعت اور کتابون کی کثرت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ باوجود اس کے

[1] کتاب الفہرست لابن الندیم صفحہ ۵،

کہ بغداد پر اکثر تباہیاں آئین اور انقراضِ زمانہ سے اس کے علمی خزانے ہمیشہ برباد ہوتے رہے، تاہم اس کتب خانہ کی بچی کھچی بہت سی کتابین ساتوین صدی ہجری تک موجود تھین جو خوش قسمتی سے علامہ ابن ابی اصیبعہ کو ہاتھ آئین، علامۂ موصوف نے ان کتابون کا ذکر حنین بن اسحٰق کے ترجمہ مین کیا ہے، اور لکھا ہے کہ ان پر حنین کے ہاتھ کی تحریرین تھین، اور مامون کا طغرا بنا ہوا تھا،

مامون کے عہد سے کتابون کے جمع کرنے کا شوق تمام بغداد مین پھیل گیا، اکثر وزرا وامرا بلکہ عام علما بڑے بڑے کتب خانے رکھتے تھے اور کتابون کے مہیا کرنے مین بیدریغ زر وپیہ صرف کرتے تھے، فتح بن خاقان، متوکل باللہ کے وزیر نے جو عظیم الشان کتب خانہ جمع کیا تھا اور جس کا مہتمم علی بن یحیٰی منجم تھا، اس زمانہ مین عموماً بے نظیر خیال کیا جاتا تھا، محمد بن عبدالملک زیات جو خلیفہ واثق باللہ کا وزیر تھا، کتابون کی نقل وکتابت وترجمہ پر ماہوار دو ہزار روپیہ صرف کرتا تھا، ابن الندیم نے کتاب الفہرست مین لکھا ہے کہ "علامہ واقدی نے جب وفات کی تو چھ سو قمطر کتابین چھوڑین اور ہر قمطر دو آدمیون کا بوجھ تھا، حالانکہ مرنے سے پہلے وہ اپنے کتب خانہ کا ایک حصہ دو ہزار اشرفیون کو بیچ چکے تھے،،

یہ شوق برابر ترقی کرتا گیا، یہان تک کہ چوتھی صدی مین تمام ممالکِ اسلام مین جا بجا کثرت سے کتب خانے تیار ہوگیے، چنانچہ اس صدی کے بعض مشہور اور نادر کتب خانون کا ذکر ہم کسی قدر تفصیل کے ساتھ کرتے ہین،

اس زمانہ مین غالباً سب سے بڑا کتب خانہ جو تیار ہوا وہ اسپین کا کتب خانہ تھا جس کو حکم مستنصر نے قائم کیا تھا، مورخ ابن خلدون وصاحب نفح الطیب نے اس کتب خانہ کی جو کیفیت لکھی ہے وہ درحقیقت تعجب انگیز ہے حکم خاندانِ بنی امیہ کا (جو اسپین مین حکومت کرتے تھے)

ایک مشہور خلیفہ تھا، اس کی سلطنت نہایت وسیع اور منتظم تھی، وہ بہت بڑا وسیع النظر عالم تھا، اور کتابون کے جمع کرنے کا اس قدر شائق تھا کہ ملک کا خراج اس کے مصارف کے لئے کافی نہین ہوتا تھا، اسپین، شام، مصر، بغداد، فارس، خراسان کے اضلاع مین اس کے سیکڑون گماشتے اور سوداگر اس کام پر مامور تھے کہ نادر اور عمدہ قدیم وجدید کتابین بہم پہنچائین، علامہ ابو الفرج اصفہانی نے جب کتاب الاغانی ختم کی تو حکم نے خاص قاصد بھیجا کہ قبل اس کے کہ یہ کتاب ان ممالک مین شائع ہو ہمارے کتب خانہ مین آجائے" چنانچہ چار ہزار روپیہ پر یہ کتاب خریدی گئی، اور سب سے پہلے حکم کے کتب خانہ مین داخل ہوئی، قاضی ابو بکر ابہری کی تصنیف بھی اسی طرح بہم پہنچائی گئی، بیان کیا جاتا ہے کہ یہ کتب خانہ چار لاکھ کتابون پر مشتمل تھا، مورخ ابن خلدون و ابن الآبار نے تصریح کی ہے کہ "صرف اشعار وقصائد کے مجموعون کی جو فہرست مرتب کی گئی تھی وہ آٹھ سو اسی صفحون مین تھی"

حکم کو نایاب کتابون کے بہم پہونچانے کے ساتھ ان کی درستی اور زیب وزینت کا بھی شوق تھا اس غرض سے اس نے نہایت نامور اور باکمال خوش نویس، مصحح، جلدساز جمع کئے تھے اور اون کو بیش قرار تنخواہین دیتا تھا، اگرچہ یہ کتب خانہ خود حیرت انگیز تھا، لیکن بانی کتب خانہ کی وسعت نظر اس سے زیادہ تعجب انگیز ہے، مورخون نے بیان کیا ہے کہ ان مین سے اکثر کتابین اس کی نظر سے گذری تھین، اور اون پر اس نے مفید حاشیے چڑھائے تھے، ہر کتاب کے شروع مین وہ مصنف کا نام ونسب، مولد ووفات لکھتا تھا اور ایسے عجیب وغریب نکتے اور فوائد درج کرتا تھا جن کا پتہ اس کی تحریر کے سوا اور کہین نہین مل سکتا تھا،

حکم نے ۳۶۶ھ مین وفات پائی،

اسلامی دنیا کا دوسرا حصہ جو عباسیوں کے زیرنگین تھا، اس مین دولت عباسیہ کے ضعف

کی وجہ سے طوائف الملوکی ہوگئی تھی، اور ہر جگہ الگ الگ تاج و تخت کے دعویدار پیدا ہوگئے تھے۔ بخارا مین سامانی خاندان کی حکومت تھی، جرجان مین قابوس بن وشمگیر فرمان روا تھا، شام کے اضلاع بنو حمدان کے ہاتھ مین تھے، شیراز آل بویہ کا پایہ تخت تھا، مصر مین فاطمیین فرماں روا تھے، لیکن یہ عجیب اتفاق تھا کہ یہ سب صاحب علم تھے اور اہل علم کے نہایت قدردان تھے، ان مین سے ہر ایک نے بڑے بڑے کتب خانے قائم کئے تھے، اور بے شمار کتابین جمع کی تھین،

نوح

نوح بن منصور نے (بخارا کا بادشاہ اور بڑی سطوت و جبروت کا بادشاہ تھا) جو کتب خانہ قائم کیا تھا وہ اس زمانہ مین بہت سی حیثیتون کے لحاظ سے بے نظیر خیال کیا جاتا تھا علامہ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ اس عدیم المثل کتب خانہ مین ہر علم و فن کی کتابین تھین، اور اُن مین بہت سی ایسی تھین جن کا پتہ اس کتب خانہ کے سوا اور کہین نہین مل سکتا تھا، شیخ بو علی سینا نے اپنے حال مین بیان کیا ہے کہ "فلسفہ وغیرہ کی کتابین جو مین نے یہان دیکھین کہین نہین دیکھی تھین اور نہ اورون نے اون کو دیکھا ہوگا" بو علی سینا نے اس کتب خانہ کی صورت یہ بیان کی ہے کہ "ایک بہت بڑا امکان ہے، جس مین بہت سے کمرے ہین، ہر کمرے مین متعدد صندوق ہین، جس مین کتابین اوپر تلے رکھی ہوئی ہین، ہر فن کے لئے جدا کمرہ ہے[۱]"

عضد الدولہ

عضد الدولہ کی سلطنت نہایت وسیع تھی، اور اس زمانہ مین سب سے زیادہ ممالک اسی کے قبضۂ اختیار مین تھے، فارس سے لیکر موصل و جزیرہ تک اس کا عمل تھا، اور خود بغداد مین اس کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا، وہ قابلیتِ حکومت کے ساتھ بہت بڑا شاعر تھا، اور علوم و فنون مین کامل دستگاہ رکھتا تھا، اس نے شیراز مین ایک عالیشان کتب خانہ

[۱] ابن خلکان، تذکرہ شیخ بو علی سینا،

قائم کیا جس میں اس بات کا التزام کیا تھا کہ جس قدر کتابیں شروع اسلام سے اوس کے عہد تک تصنیف ہو چکی تھیں سب مہیا کیجائیں، افسوس ہے کہ باستثنائے علامہ بشاری کے کسی مؤرخ نے اس کتب خانہ کا حال نہیں لکھا، علامۂ مذکور کی یہ عنایت بھی اس وجہ سے ہے کہ کتب خانۂ مذکور اُس عجیب وغریب عمارت کا ایک حصہ تھا جس کی نسبت علامہ بشاری کا بیان ہے کہ "میں نے تمام ممالکِ اسلامیہ میں ایسی عمارت نہیں دیکھی، اور میں قیاس کرتا ہوں کہ وہ بہشت کے نمونہ کے موافق بنائی گئی ہے" علامہ بشاری نے شیراز میں عضد الدولہ کے شاہی محل کا جہاں ذکر کیا ہے، لکھا ہے کہ "اسی عمارت میں یہ عظیم الشان کتب خانہ بھی تھا جس کی صورت یہ ہے کہ ایک نہایت لمبا مکان ہے اور اس میں ہر طرف متعدد کمرے ہیں جن میں بہت سی الماریاں دیوار سے لگی کھڑی ہیں، یہ الماریاں تین تین گز چوڑی اور قد آدم اونچی ہیں، لکڑی عموماً منقش اور مذہب ہے، ہر فن کے لئے جدا کمرہ ہے اور اس کی جداگانہ فہرست ہے، کتب خانہ کے اہتمام ونگرانی کے لئے وکیل اور خزانچی ومحاسب مقرر ہیں، اور بجز معزز آدمیوں کے کسی شخص کا وہاں گذر نہیں ہو سکتا۔"

سیف الدولہ تیغ وقلم دونوں کا مالک تھا اور اس قدر علم دوست تھا کہ بقول امام ثعلبی کے اس کے دربار میں جس قدر شعراء اور اہلِ کمال جمع ہوئے خلفائے عباسیہ کے سوا کبھی کسی کے دربار میں نہیں جمع ہوئے، حکیم ابو نصر فارابی اسی کے دربار کا وظیفہ خوار تھا، سیف الدولہ کو فن ادب کی طرف زیادہ میلان تھا، اس لئے اس نے اپنے کتب خانہ میں زیادہ تر اسی فن کی کتابیں جمع کیں، چنانچہ فن ادب کا ذخیرہ جس قدر اس کتب خانہ میں مہیا ہوا اور کہیں نہیں ہوا ہوگا،

محمد بن ہاشم اور اس کا بھائی کہ دونوں فن شاعری میں ممتاز تھے، اس کتب خانہ کے

مہتمم اور افسر تھے،

اگرچہ یہ تمام کتب خانے بجائے خود بڑے بڑے دار العلوم تھے، لیکن ان سب کا سرتاج اور اسپین کے نامور کتب خانہ کا حریف مقابل فاطمیین مصر کا کتب خانہ تھا، جس کے حالات علامہ مقریزی نے کتاب الخطط والآثار میں کسی قدر تفصیل سے لکھے ہیں،

یہ کتب خانہ شاہی محل کا ایک حصہ تھا اور چالیس جدا جدا کتب خانوں پر مشتمل تھا جن میں سے ایک کتب خانہ میں صرف علوم قدیمہ یعنی فلسفہ وغیرہ کی اٹھارہ ہزار کتابیں تھیں، بعض مورخوں نے دعویٰ کیا ہے کہ کل اسلامی دنیا میں اس کے برابر کوئی کتب خانہ نہ تھا، اس امر میں کہ اوس کی کتابوں کی مجموعی تعداد کیا تھی، مورخوں کے مختلف اقوال ہیں، ابن السطویر نے دو لاکھ، ابن ابی واصل نے ایک لاکھ تیس ہزار اور ابن ابی طے نے چھ لاکھ ایک ہزار بیان کی ہے، غالباً یہ اختلاف اس وجہ سے ہوگا کہ ابن ابی طے وغیرہ نے ایک ہی کتاب کے مختلف نسخوں کو الگ الگ کتاب شمار کیا، کیونکہ اس کتب خانہ کی یہ بھی ایک خصوصیت تھی کہ ایک ایک کتاب کے مختلف نسخے موجود تھے، اور ہر نسخہ کسی خصوصیت کے ساتھ ممتاز تھا، چنانچہ ایک دفعہ خلیفہ عزیز باللہ کے دربار میں کتاب العین کا ذکر آیا تو اوس کے حکم سے داروغۂ کتب خانہ نے کتاب مذکور کے تیس نسخے نکال کر پیش کئے، جن میں سے ایک خود مصنف یعنی خلیل بن احمد بصری (موجد نحو) کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا، اکثر کتابیں مطلا و مذہب اور جلدیں عموماً زریں تھیں، قدیم یادگاروں کا یہ اہتمام کیا گیا تھا، کہ مشہور خوشنویس مثلاً ابن مقلہ و ابن البواب کے قلم کے تراشے جمع کئے تھے، اور اون کو صندوقوں میں بھر کر نہایت احتیاط سے رکھا تھا، بطلیموس کے ہاتھ کا بنایا ہوا کرہ جس پر ۲۲۵۰ برس گذرے تھے اس کتب خانہ میں موجود تھا، ایک اور کرہ تھا جس کو ابو الحسن صوفی نے عضد الدولہ

ل اسپین کے شاہی محل میں مسلمانوں کے زمانہ کی کچھ بچی کھچی کتابیں اس وقت تک موجود ہیں، ستو برس (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

کے لئے بنایا تھا، اور جو پندرہ ہزار روپئے کو خریدا گیا تھا،

کتب خانوں کے قائم کرنے کا شوق سلاطین اور والیانِ ملک پر محدود نہ تھا، بلکہ اس زمانہ کے اکثر علما اور عہدہ دارانِ ملکی کتب خانوں کو لازمۂ عزت سمجھتے تھے، ابونصر سہل بن مرزبان نے جو نیشاپور کا ایک نامآور امیر تھا اپنی تمام دولت کتابوں کے جمع کرنے میں صرف کر دی، اور صرف کتابوں کی تلاش و جستجو میں اکثر بغداد کا سفر کیا اور نادر کتابیں بہم پہنچائیں[۱]،

صاحب بن عباد کو جب نوح بن منصور نے وزارت کے لئے بخارا میں طلب کیا تو اس نے عذر لکھ بھیجا کہ "مجھ کو ضروری ساز و سامان کے ساتھ لانے میں بڑی زحمت ہوگی، اور صرف کتابوں کے لادنے کے لئے چار سو اونٹ درکار ہوں گے[۲]"،

اسی زمانہ میں محمد بن الحسین بغدادی نے جو کتب خانہ قائم کیا، وہ نادر اور نایاب کتابوں کے اعتبار سے عموماً بے نظیر تسلیم کیا جاتا تھا، علامہ ابن الندیم بغدادی نے باوجود اس وسعت نظر کے اعتراف کیا ہے کہ "میں نے ایسا کتب خانہ کہیں نہیں دیکھا" اس علمی خزانہ کے حالات بہت کم معلوم ہیں، جس کی وجہ مورخین کی بے پروائی کے سوا یہ بھی ہے کہ خود محمد بن حسین بانیِ کتب خانہ نے اس کو گمنامی کے پردہ میں رکھنا چاہا تھا، وہ کسی سے اس کا ذکر تک نہیں کرتا تھا، اور درحقیقت جو نایاب علمی یادگاریں اس کے کتب خانہ میں موجود تھیں اس کے لحاظ سے یہ احتیاط اور بخل بیجا بھی نہ تھا، علامہ ابن الندیم نے لکھا ہے کہ "میں نے بڑی مشکلوں سے محمد بن الحسین تک

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۲) سے زیادہ ہوئے کہ پروفیسر کاسیری نے ان کی ایک فہرست لاٹین زبان میں لکھی، یہ فہرست دو ضخیم جلدوں میں ہے اور اس میں کہیں کہیں کتابوں کے نام کے ساتھ کتاب کی اصلی عبارتیں بھی ہیں، بطلیموس کے کرہ کا ذکر میں نے اسی فہرست کے ایک عربی حوالہ سے لکھا ہے، [۱] یتیمۃ الدہر، تذکرہ سہل بن مرزبان،

[۲] یتیمۃ الدہر تذکرہ صاحب بن عباد،

رسائی حاصل کی اور جب اوس کو میری طرف سے اطمینان حاصل ہو گیا تو ایک دن اوس نے ایک بڑا تھیلا نکالا، جس میں قدیم عرب کے اشعار و قصائد اور بہت سی پرانی دستاویزات اور تحریریں تھیں، یہ قصائد اور تحریریں چمڑوں پر اور خراسانی، مصری، چینی، تہامی کاغذ پر تھیں، میں نے اون کو خوب الٹ پلٹ کر دیکھا، کہنگی کی وجہ سے اون کی ہیئت بدل گئی تھی، اور جا بجا سے حرف اڑ گئے تھے، ان میں جو مجموعے اور اجزا تھے اون پر اکثر علماء کے دستخط اور سندیں تھیں، اون میں ایک قرآن مجید خالد بن ابی الہیاج کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا جو حضرت علیؓ کی صحبت میں رہا کرتے تھے، حضرت علیؓ و امام حسنؓ و حسینؓ کے ہاتھ کی متعدد تحریریں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطوط، سلاطین و سرداران قبائل کے نام لکھوائے تھے، بجنسہ محفوظ تھے، نحو و لغت میں اصمعی، ابن الاعرابی، سیبویہ، فراء، کسائی وغیرہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں اور رسالے تھے، اسی طرح حدیث میں سفیان بن عیینہ، ثوری، اوزاعی وغیرہ کے ہاتھ کی تحریریں تھیں[۱]،

علامہ ابن الندیم کا بیان ہے کہ اسی کتب خانہ کی بدولت مجھ کو اس بات کا علم ہوا کہ فن نحو ابو الاسود دولی کی ایجاد ہے، وہ لکھتے ہیں کہ میں نے چار ورق کا ایک رسالہ دیکھا، جو چینی کاغذ پر لکھا ہوا تھا، اور جس کے شروع میں یہ الفاظ تھے، فیہا کلام فی الفاعل والمفعول من ابی الاسود الدؤلی بخط یحیی بن یعمر، اس تحریر کے نیچے چند قدیم علمائے نحو کے دستخط تھے،

ابو جعفر احمد بن عباس نے جو کتب خانہ قائم کیا، اوس میں چار لاکھ مجلد کتابیں تھیں[۲]،

قدیم کتابوں کی تلاش و جستجو میں جو مسلمانوں کو شغف اور اہتمام تھا وہ درحقیقت حیرت انگیز ہے، اس زمانہ میں قدیم سے یہ روایت چلی آتی تھی، کہ اسلام سے پہلے ایرانیوں میں جب علوم و

---

[۱] کتاب الفہرست صفحہ ۴۱، [۲] نفح الطیب، مطبوعہ مصر، جلد دوم صفحہ ۳۰۰،

فنون کی ترقی تھی تو اون کو یعنی ایرانیوں کو یہ خیال آیا کہ کتابوں کو ایسی حفاظت سے رکھنا چاہیے کہ زمانہ دراز تک فنا نہ ہونے پائیں، اس غرض سے وہ تمام علمی کتابیں ایک درخت کی چھال پر جس کو فارسی میں خدنگ اور عربی میں توز کہتے ہیں، اور جو نہایت مضبوط ہوتی تھی لکھوایا کرتے تھے، جب اس قسم کا ایک بڑا سرمایہ جمع ہوگیا تو اونھوں نے اصفہان کے اضلاع میں سے کہندز میں ایک بڑا کتب خانہ بنوایا، اور یہ تمام کتابیں وہاں رکھوا دیں، کیونکہ تمام ایران میں آب و ہوا کے اعتدال کے لحاظ سے اس سے بہتر کوئی مقام نہ تھا، اسلام کے دور تک اگرچہ انقراض زمانہ کی وجہ سے اس کتب خانہ کا نام ونشان نہیں رہا تھا لیکن چونکہ یہ روایت عموماً مشہور تھی اسلیے اکثر شائقین بالخصوص اصفہان کے عہدہ داران ملکی ہمیشہ اوس کی تلاش و جستجو میں رہتے تھے چنانچہ مختلف وقتوں میں کچھ کچھ سرمایہ ہاتھ آیا، ابومعشر فلکی نے لکھا ہے کہ "ہمارے زمانہ سے بہت پہلے کا واقعہ ہے کہ اس عمارت کا ایک حصہ ڈھ گیا اور اس میں نہایت قدیم زمانہ کی بہت سی کتابیں نکلیں، جو قدیم فارسی زبان میں تھیں، چنانچہ جو لوگ اس زبان کو جانتے تھے، انھوں نے اسکو پڑھا" ابن الندیم نے بیان کیا ہے کہ "۳۵۰ھ میں اسی عمارت کے ایک اور حصہ میں بہت سی کتابیں نکلیں لیکن کسی سے پڑھی نہیں گئیں" ابن الندیم نے اس روایت کے بعد لکھا ہے کہ جو کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ یہ ہے کہ ابن العمید نے ۳۴۰ھ میں بہت سی کتابیں بغداد میں بھیجیں جو اصفہان کی شہرپناہ سے صندوقوں میں رکھی ہوئی ملی تھیں، یہ کتابیں یونانی زبان میں تھیں، اور چونکہ چمڑے پر لکھی ہوئی تھیں نہایت متعفن ہوگئی تھیں، مدت تک اون کو دھوپ دی گئی تب جاکر درست ہوئیں، یوحنا وغیرہ نے جو یونانی زبان جانتے تھے ان کتابوں کو پڑھا اور اون کے مضامین پر اطلاع حاصل کی[1]،

---

[1] کتاب الفہرست صفحہ ۲۴۱،

فارس، عراق، شام میں جب اہتمام اور شوق سے ہزاروں کتب خانے قائم ہوئے، اسپین نے اوس سے بھی زیادہ فیاضیاں دکھائیں، قرطبہ (کارڈوا) میں یہ عام دستور ہوگیا تھا کہ ہر امیر ایک جدا کتب خانہ قائم کرتا تھا، اور اس بات کی سخت کوشش کرتا تھا کہ اس کے کتب خانہ میں ایسی نایاب کتابیں ضرور ہوں، جو کہیں نہ پائی جائیں، یہ طریقہ لازمۂ امارت خیال کیا جاتا تھا، اور امرا آپس میں کتب خانوں کے قائم کرنے پر مفاخرت اور حوصلہ آزمائیاں کرتے تھے۔ یہ طریقہ اس قدر عام ہوگیا تھا کہ جو امرا تعلیم یافتہ نہیں ہوتے تھے اون کو بھی فخر و نمود کے لحاظ سے ایسا کرنا پڑتا تھا، مورخ مقری نے اسپین کی تاریخ میں جہاں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے ایک حکایت نقل کی ہے کہ

اسپین کا ایک قصہ،

"اس زمانہ میں حضرمی ایک عالم تھے جن کو مدت سے ایک کتاب کی تلاش تھی، اتفاق سے ایک دن وہی کتاب نیلام ہو رہی تھی، اونھوں نے خریدنا چاہا لیکن ایک اور شخص اس کے دام بڑھاتا جاتا تھا، یہاں تک کہ قیمت کتاب کی حیثیت سے بہت بڑھ گئی، اونھوں نے تعجب سے پوچھا کہ شاید آپ اس کتاب کے بڑے نکتہ شناس اور قدر دان ہیں، اس نے کہا "میں تو جاہل شخص ہوں، لیکن چونکہ یہ کتاب میرے کتب خانہ میں نہ تھی، اس لئے جس قیمت پر ملیگی میں اس کو ضرور خریدوں گا"

اس زمانہ میں کتابوں کی قدر دانی کی یہ نوبت پہونچی تھی کہ ابو علی قالی (المتوفی ۳۵۶ھ) کے پاس جمہرۃ العرب کا ایک نسخہ خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا، جس کی قیمت تین سو مثقال سونا ملتا تھا، لیکن اونھوں نے کتاب کو الگ کرنا گوارا نہ کیا،

اگرچہ تمام ممالک اسلامیہ میں نہایت کثرت سے جا بجا کتب خانے قائم ہوگئے تھے، لیکن تیسری صدی بلکہ چوتھی صدی کے آغاز تک کسی پبلک کتب خانہ کا پتہ نہیں ملتا، جن کتب خانوں

کا اوپر ذکر ہوا وہ لوگوں کے ذاتی کتب خانے تھے، غالبًا سب سے پہلے جس نے اس عمدہ طریقہ کی بنیاد ڈالی وہ سابور بن اردشیر ایک امیر تھا، جس نے ۳۸۳ھ میں بغداد میں ایک دار العلم بنوایا اور بہت سی کتابیں عام لوگوں کے مطالعہ کے لئے وقف کیں، اس کے بعد ۳۹۵ھ میں حاکم بامر اللہ نے جو فاطمی خاندان سے مصر کا فرماں روا تھا، ایک بڑا عظیم الشان عام کتبخانہ تعمیر کیا، یہ کتب خانہ جس کو مورخین نے ہمیشہ دار العلم کے نام سے یاد کیا ہے، بڑی شان و شوکت سے کھولا گیا، اور بہت سے قُرّا، منجمین، اطبا، ادبا، رسمِ افتتاح میں حاضر ہوئے، اور کتابوں کی سیر کی، مکان بڑے ساز و سامان سے آراستہ کیا گیا تھا اور تمام دروازوں، اور گذرگاہوں پر پرتکلف پردے لٹکائے گئے تھے، کتابوں کے مطالعہ اور نقل اور کتابت کی عام اجازت تھی اور اس غرض سے کاغذ، دوات، قلم وغیرہ خود کتب خانہ کی طرف سے ہمیشہ مہیا رہتا تھا، بہت سے فقہا، اطبا، منطقیین، ریاضی دانوں کی تنخواہیں مقرر کی گئیں، کہ ہمیشہ کتب خانہ میں حاضر رہیں، اور اپنی معلومات کو ترقی دیں، چنانچہ ایک بار ۴۰۳ھ میں حاکم بامر اللہ نے ان بزرگوں کو مناظرہ کیلئے طلب کیا، اور دیر تک صحبت کے بعد ہر ایک کو خلعت اور انعام عطا کئے، ۴۰۵ھ میں اس کے دائمی مصارف کے لئے بہت سے مکانات اور دکانیں وقف کیں،

اس زمانہ سے پبلک کتب خانوں کا طریقہ عام ہو گیا، اور تمام ممالکِ اسلامیہ میں سیکڑوں ہزاروں کتب خانے قائم ہو گئے، کتب خانوں کی کثرت کا ایک سبب یہ بھی ہوا کہ اسی زمانے کے قریب مدرسوں اور یونیورسٹیوں کی بنیاد پڑی، اور ہر مدرسہ کے ساتھ کتب خانہ کا ہونا ایک لازمی بات قرار پائی، نظام الملک جس نے نظامیہ بغداد کی بنیاد ڈالی، اوس نے عام حکم دے دیا تھا کہ "تمام اسلامی ممالک میں جہاں جس جگہ کوئی ممتاز عالم ہو اوس کے لئے ایک مدرسہ اور مدرسہ کے ساتھ ایک کتب خانہ تعمیر کیا جائے"[۱] چنانچہ اُس کے زمانہ میں سیکڑوں ہزاروں

پہلا پبلک کتب خانہ

مصر کا دار العلم

پبلک کتب خانوں کا عام

[۱] زبدۃ النصرۃ تاریخ آل سلجوق مطبوعۂ یورپ ص ۵۷،

مدرسے اور کتب خانہ قائم ہوگئے، اور یہ طریقہ عموماً رواج پذیر ہوگیا، مدرسوں کے سوا مسجدیں بھی اس غرض کے لئے استعمال کی جانے لگیں، اور اسی کا بقیہ اثر ہے، کہ آج قسطنطیہ وغیرہ میں جسقدر مشہور مسجدیں ہیں ہر ایک کے ساتھ ایک بڑا کتب خانہ بھی ضرور ہے،

پہلے سوال کا جواب

کتب خانہ کی اس اجمالی تاریخ بیان کرنے کے بعد ہم کو اون سوالات کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، جن کو ہم آغاز مضمون میں لکھ آئے ہیں، ان میں سے سب سے اہم سوال یہ ہے کہ مسلمانوں نے دوسری قوموں کی علمی یادگاروں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا، ؟ پروفیسر زخاؤ جو زمانۂ حال کا جرمن عالم ہے، اور جس نے ابوریحان بیرونی کی کتاب الہند پر نہایت محققانہ دیباچہ لکھا ہے، کتاب الہند کے دیباچہ میں لکھتا ہے کہ "مسلمانوں نے کبھی قدیم باتوں کی کچھ پروانہ کی اور اس وجہ سے قدیم قوموں کی نسبت جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ افسانہ کے قریب قریب ہوتا ہے"

پروفیسر مذکور عربی زبان میں کامل مہارت رکھتا ہے، اور مسلمانوں کے متعلق اس کی معلومات کچھ کم نہیں، اس لئے یہ قیاس نہیں کیا جا سکتا کہ وہ مسلمانوں کے اس اہتمام و توجہ کا منکر ہوگا جو اونھوں نے **یونان** کے علوم و تصنیفات کی طرف مبذول کی، اس لحاظ سے غالباً اوس کا یہ اعتراض ہندوستان، فارس، بابل کی نسبت ہوگا،

فارس کی علمی تاریخ

اس سوال کے حل کرنے کے لئے ہم کو نہایت اختصار کے ساتھ فارس کی علمی تاریخ بیان کرنی چاہیے، موجودہ وسائل علمی سے جہاں تک معلوم ہو سکا ہے، فارس میں علوم و فنون اور اسباب تمدن کا ظہور جمشید کے زمانہ میں ہوا، اور اسی زمانہ میں ہیئت و ہندسہ و جغرافیہ کی کتابیں لکھی گئیں، ضحاک نے گو جمشید کی سلطنت کو برباد کر دیا، لیکن علمی سرمایہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچایا، بلکہ مشتری کے نام پر ایک نیا شہر آباد کر کے برجوں کی تعداد کے موافق بارہ محل بنوائے

اور ان محلوں میں علمی کتابیں جمع کیں، اس زمانہ سے اسکندر کے زمانہ تک گو بڑے بڑے انقلابات ہوئے، جن میں ان خزانوں کا برباد ہونا بھی ایک ضروری امر تھا لیکن چونکہ تمدن و تہذیب کو ترقی تھی اس لئے جو سرمایہ فنا ہوتا تھا بجاے اس کے دوسرا پیدا ہو جاتا تھا، یہاں تک کہ اسکندر یونانی کا زمانہ آیا، اس نامور شہنشاہ کے عجیب و غریب کارناموں نے اگرچہ اس کے عیوب کو بالکل چھپا دیا ہے تاہم مورخوں کی نگاہ سے یہ امر پوشیدہ نہیں رہ سکتا کہ اوس نے فارس کے تمام علمی خزانوں کو برباد کر دیا، کتابیں جلا دیں، پتھر کی چٹانیں اور سلیں جن پر کتبے اور تاریخی واقعات کندہ تھے توڑ پھوڑ کر برابر کر دیئے، البتہ اتنا کیا کہ کتابوں کو جلانے سے پہلے جہاں تک ممکن ہوا یونانی زبان میں اون کے ترجمے کرائے اور اون کو اسکندریہ بھیجدیا، سکندر کے بعد ایک مدت تک فارس میں طوائف الملوکی رہی اور علوم و فنون کے ساتھ کچھ اعتنا نہیں کیا گیا، یہاں تک کہ ساسانیوں کا دور شروع ہوا اور اردشیر بابک نے طوائف الملوکی کو مٹا کر ایک وسیع سلطنت قائم کی، اردشیر نے علوم و فنون کو دوبارہ زندہ کیا، اور ہندوستان روم اور چین سے علمی ذخیرے جمع کئے، اردشیر کے بعد اُس کا بیٹا سابور، اور سابور کے بعد نوشیروانِ عادل نے علوم و فنون کو اور بھی زیادہ ترقی دی،

ان واقعات سے ظاہر ہوگا کہ اسلام کا قدم جب فارس میں پہنچا تو جو کچھ علمی ذخیرہ وہاں موجود تھا، ساسانیوں کے زمانہ کا تھا، اور ہم دعوی کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے جہاں تک انکے امکان میں تھا اس ذخیرے کو بڑے اہتمام اور بڑی جد و جہد سے محفوظ رکھا،

ابتدائے فتح اور انقلاب سلطنت کے ہنگامہ میں اگر کوئی سرمایہ خود بخود برباد ہوا ہو اور ایسا ہونا قدرتی بات ہے تو اس کے ہم ذمہ دار نہیں ہیں، اس کے ساتھ اس بات کا بھی لحاظ رکھنا چاہئیے کہ جس زمانہ (یعنی ابتدائے خلافت عباسیہ) تک مسلمانوں کو اپنے ہی علوم و فنون

کی تدوین وترتیب کا خیال نہ تھا، اس کی نسبت یہ توقع رکھنی عبث ہے، کہ وہ دوسروں کی زبان اور علوم پر توجہ کرتے، اسلام میں باقاعدہ اور منتظم طور پر علمی کارناموں کی ابتدا خلیفہ منصور کے عہد میں ہوئی، اور یہی زمانہ ہے، جب حدیث، فقہ، تفسیر پر اول اول کتابیں لکھی گئیں مسلمانوں کی علمی فیاضیوں کا اس سے بڑھکر کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ عین اس وقت جب کہ اون کو اپنے مذہبی علوم کی حفاظت وترتیب کا اہم کام پیش تھا اسی وقت وہ غیر قوموں کی علمی یادگاروں کے بہم پہنچانے میں بھی مصروف تھے،

خلیفہ منصور نے ایک طرف تو امام مالکؒ کو بلا کر حدیثوں کے جمع کرنے اور ایک کتاب مستقل لکھنے کی ہدایت کی، دوسری طرف ایرانیوں کی سب سے قدیم اور مفصل تاریخ کا جس کا نام سکیکین تھا، اور جو فارسیوں کے نزدیک ایسی ہی عزت رکھتی تھی جیسی کہ ہندوؤں کے نزدیک مہابھارت، ترجمہ کرایا،

فارسی تصنیفات کے مترجم

مسلمانوں میں ایک گروہ کثیر گذرا ہے جو صرف فارسی تصنیفات کے ترجمہ میں مصروف تھا جن میں سے چند نامور شخصوں کا ذکر علامہ ابن الندیم نے کتاب الفہرست میں کیا ہے، اور وہ یہ ہیں، فضل بن نوبخت، عبد اللہ بن المقفع، موسیٰ بن خالد، یوسف بن خالد، علی بن زیاد، حسن ابن سہل، احمد بن یحییٰ البلاذری، جبلہ بن سالم، اسحٰق بن یزید، محمد بن الجہم برمکی، ہشام بن القاسم، موسیٰ بن عیسیٰ الکردی، زادویہ اصفہانی، محمد بن بہرام، بہرام بن مردان شاہ، عمر بن الفرخان،

فارس کے علوم وفنون میں سے شاید ہی کوئی ایسا فن رہا ہو، جس کی تصنیفات نہیں مہیا کی گئیں اور اسی پر نہیں اکتفا کیا گیا، بلکہ ان کے ترجمے بھی شائع کئے گئے،

فارسی فن تاریخ کی کتابیں

چنانچہ فن تاریخ میں رستم واسفندیار نامہ، بہرام نامہ، شہرزاد باپرویز، کارنامۂ نوشیرواں، تاج نامہ، دارا وبُت زریں، خدای نامہ، بہرام ونرسی، نامۂ نوشیرواں، سبکتگین،

فن اخلاق کی کتابیں

فنِ اخلاق میں زاد و فرخ، موبد موبدان کی کتاب، الحکم والآداب، مجموعہ اردشیر، تامۂ بداہود بن فرخ زاد،

فن حرب کی کتابیں

فنِ سپہگری میں چوگان و گوے، بہرام گور کی کتاب فنِ تیر اندازی میں، اور سب سے بڑی مفصل کتاب جس میں قلعوں کی فتح کی تدبیریں، قواعدِ جنگ، جاسوسی و دیدبانی و حملہ اور کے آئین منضبط تھے، اور اردشیر کے عہد میں اس کے استعمال کے لئے تصنیف ہوئی تھی،

اسی طرح فن طب، بیطاری، فلسفہ، منطق وغیرہ میں بہت سی کتابیں ترجمہ کی گئیں،

شاہان فارس کے فرامین اور توقیعات

کتابوں کے علاوہ شاہانِ فارس کے خطوط، فرامین، توقیعات، بڑی تلاش سے بہم پہنچائے گئے، اور اون کے ترجمے کرائے گئے، چنانچہ نوشیرواں، ہرمز بن نوشیراں، اردشیر، موبد موبدان، بزرجمہر کے خطوط و فرامین کا ذکر کتاب الفہرست میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ مذکور ہے،

فارسی زبان کے ناول اور قصے

ناول اور قصے گو مسلمانوں کو چنداں مرغوب نہ تھے، تاہم اون کی طرف سے بھی بے پروائی نہیں کی گئی، ان میں سے جن کتابوں کا عربی زبان میں ترجمہ کیا گیا، وہ یہ ہیں ہزار دستان، یوسفاس، چند خسروا، مرتین، افسانہ روزبہ، شغال و خرس، سگ زمانہ، شاہ زناں، بہرام و نرسی،

الف لیلہ اصل میں فارس کا ایک ناول ہے،

الف لیلہ جس سے زیادہ آج تک دنیا میں کوئی ناول مقبول نہیں ہوا، اور جو یورپ کی تمام زبانوں میں ترجمہ ہوگیا ہے، فارسی ہی ناول کا ترجمہ تھا، جس کا نام ہزار افسانہ تھا، اور جو بہمن کی بیٹی ہما کے لئے تصنیف کیا گیا تھا[۱]، مسلمانوں کی یہ نہایت دیانت داری ہے کہ اونھوں نے کتاب کا نام بھی نہیں بدلا، اور اسی قدیم نام کا لفظی ترجمہ الف لیلہ کر دیا، لیکن چونکہ اونھوں نے بعض قصے اضافہ کئے، اور بالخصوص طرزِ بیان کو رونق دی اس لئے لیلۃ کا لفظ اس پر اضافہ کیا اور الف لیلۃ و لیلۃ نام رکھا،

[۱] الف لیلہ کے لئے دیکھو کتاب الفہرست صفحہ ۳۰۴ و مروج الذہب مسعودی ذکر ہیاکل قدیمہ،

فارس کے بانیانِ مذہب کی کتابیں

فارس کے بانیانِ مذہب کی تمام کتابیں اسلامی کتب خانوں میں موجود تھیں، اور اگرچہ ان میں سے اکثر اسلامی عقائد کے خلاف تھیں، تاہم مزید تحقیقات کے لحاظ سے ان کے ترجمے کرائے گئے، مانی جس نے ساپور بن اردشیر کے زمانہ میں پیغمبری کا دعوی کیا تھا اس کی ساتوں کتابیں عربی میں ترجمہ شدہ موجود ہیں، ان کے علاوہ اس کے اور اس کے پیرووں کے ۷۶ رسالے عربی زبان میں ترجمہ کئے گئے،

ہندوستان کے علوم وفنون کے ساتھ بھی کچھ کم اعتنا نہیں کیا گیا، خلیفہ منصور ہی کے زمانہ سے ہندو علما بغداد کے دربار میں جمع ہونے شروع ہوئے، یہاں تک کہ خاندان برامکہ نے ایک ہندو طبیب کو اپنے مشہور ہسپتال کا مہتمم اور افسر مقرر کیا، ان علما کی بدولت اور نیز ان مسلمانوں کی وجہ سے جنھوں نے تحقیقاتِ علمی کے لئے ہندوستان کا سفر کیا، سنسکرت

سنسکرت کی تصنیفات

کی اکثر عمدہ تصنیفات بغداد کے کتب خانوں میں جمع ہوئیں، اور ان میں سے باکھر، رابہ، داہر، انکر، زنگل، جبھر، اندری، جارری، مانک، سالی، نوکسل، روسا، راسی، کپیل، براہمہ کی تصنیفات کا ترجمہ عربی زبان میں ہوا،

سنسکرت کی جو کتابیں مہیا کی گئیں وہ نجوم، طب، بیطاری، سپہگری، اخلاق، فلسفہ، مذہب، ناول اور ڈراما کے متعلق تھیں ہم ان کتابوں کے نام اور پتے بتا سکتے ہیں لیکن اس مختصر آرٹکل کے لئے یہ تفصیل شاید موزوں نہ ہو،

ان واقعات کے معلوم ہونے کے بعد بعض یورپین مورخوں کا یہ قول کہ "مسلمانوں نے غیر قوموں کی تاریخ وواقعات کی طرف توجہ نہیں کی" غالباً اعتبار کے قابل نہ خیال کیا جائے گا البتہ ایک معترض یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو آج ان کتابوں کا پتہ کیوں نہیں چلتا؟ اس سوال کا جواب ایک پر درد داستان ہے،

کتب خانوں کے اسباب

کتبخانوں کی تباہی اور بربادی کا بہت بڑا سبب اسلامی حکومت کا بہت سے حصوں میں تقسیم ہوجانا اور نئی نئی حکومتوں کا پیدا ہونا اور مٹ جانا تھا، دولت عباسیہ کے ضعف کے ساتھ جو سلطنتیں قائم ہوگئیں اونھوں نے بیشمار علمی ذخیرے پیدا کئے، لیکن جب فنا ہوئیں تو قریباً اپنی تمام یادگاروں کو اپنے ساتھ لیتی گئیں، مصر کا مشہور و بے نظیر کتب خانہ دولت فاطمیہ کی تباہی کے ساتھ برباد ہوا اور تعجب و افسوس یہ ہے کہ صلاح الدین فاتح بیت المقدس جو فاطمیوں کو مٹا کر مصر کا بادشاہ ہوا، اوس نے خود اس کتب خانہ کو برباد ہونے دیا بہت سی کتابیں بے احتیاطی سے پہلے ہی ضائع ہوگئیں، اور جو بچیں ایک دلال کی معرفت جس کا نام ابن صورہ تھا، برسوں تک نہایت بے قدری کے ساتھ بکتی رہیں، صلاح الدین کے وزیر قاضی عبدالرحیم نے البتہ جہاں تک ہوسکا کتابوں کی حفاظت کی چنانچہ قاہرہ میں جو مدرسہ تعمیر کرایا اس میں قریباً ایک لاکھ کتابیں وقف کیں جن میں اکثر بلکہ قریباً کل اسی برباد شدہ کتب خانہ کی تھیں،

مصر کے کتبخانہ کی بربادی

تاتاریوں کا کتب خانوں کو برباد کرنا

ان تباہیوں پر بھی بہت کچھ علمی سرمایہ باقی رہ گیا تھا، لیکن تاتار کے فتنہ نے اس کو قریباً بالکل نیست و نابود کردیا، بغداد کے بعض مورخوں نے تو یہاں تک مبالغہ کیا ہے کہ تاتاریوں نے بغداد کے کتب خانے جب برباد کئے اور تمام کتابیں دریا میں ڈال دیں تو دجلہ کا پانی کالا ہوگیا، لیکن اس میں کچھ شبہہ نہیں کہ اس فتنہ میں بے شمار کتابوں کا نام و نشان جاتا رہا،

تاتار کا سیلاب بغداد پر محدود نہ تھا، بلکہ ترکستان، ماوراء النہر، خراسان، بلاد جبل، فارس، عراق، جزیرہ، شام، ان تمام مقامات سے گذرا، اور جہاں گذرا تمام علمی یادگاروں کو مٹاتا گیا،

ہلاکو خاں کا رصد خانہ

مورخ گبتی نے محقق طوسی کے حال میں لکھا ہے، کہ ہلاکو خاں نے محقق موصوف کے اشارہ سے جو رصد خانہ مراغہ میں بنوایا، اس میں ایک عظیم الشان کتب خانہ بھی تھا، جس میں بغداد، شام، جزیرہ کی لٹی ہوئی کتابیں رکھی گئیں، اور اون کی تعداد چار لاکھ سے زائد تھی، اگر بچی کھچی کتابوں کی یہ تعداد تھی، تو معلوم نہیں کہ غارت شدہ کا شمار کیا ہوگا!!

ان ممالک کا تو یہ حال ہوا، اسپین میں باوجود انقلاب سلطنت کے بہت کچھ ذخیرہ موجود تھا، لیکن وہ سب عیسائیوں کے نذر ہوا، جنھوں نے کتابوں کے برباد و تباہ کرنے میں وہ ناموری حاصل کی جو کبھی کسی قوم کو نہ ہوئی ہوگی، خود یورپ کے مورخین علانیہ اس کا اعتراف کرتے ہیں، اور اون کے بیان سے ثابت ہے کہ کئی لاکھ کتابیں اس انقلاب میں ضائع ہوئیں، بلکہ قصداً برباد کی گئیں،

اگرچہ ان انقلابات پر بھی اسلامی ممالک خصوصاً قسطنطنیہ اور مصر میں بڑے بڑے کتبخانے موجود ہیں، اور میں انشاء اللہ اپنے سفرنامہ میں ان کے حالات تفصیل کے ساتھ لکھوں گا، لیکن افسوس اور سخت افسوس یہ ہے کہ قدما کی تصنیفات جن سے اصول فن کی تحقیق ہو سکتی تھی

قدیم تصنیفات کا ضائع ہو جانا

اکثر ناپید ہیں، جو کچھ موجود ہے زیادہ تر اخیر زمانہ کی پیداوار ہے، یا قدیم زمانہ کی وہ تصنیفات ہیں جو زیادہ تر عام قسم کی کتابیں کہی جا سکتی ہیں، یہ عام قاعدہ ہے کہ جو کتابیں عام مذاق کے موافق ہوتی ہیں، انہی کو زیادہ رواج ہوتا ہے، اور تمام ممالک میں پھیل جاتی ہیں، اس قسم کی کتابوں پر کسی خاص شہر یا سلطنت کے فنا ہونے سے چنداں اثر نہیں پڑتا، کیونکہ ان کے بیشمار نسخے ہر جگہ موجود ہوتے ہیں اور وہ سب فنا نہیں ہو سکتے،

مسلمانوں نے فلسفہ اور علوم قدیمہ میں اگرچہ بہت کمال حاصل کیا، لیکن ان علوم کی تعلیم عام نہ تھی بلکہ وہ ایک خاص دائرہ تک محدود تھے، یہانتک کہ اسپین میں عین اس زمانہ میں جب فلسفہ اوج کمال

پر تھا، عوام کے سامنے فلسفہ کا نام نہیں لیا جا سکتا تھا، اس سبب سے فلسفیانہ تصنیفات کے نسخے کثرت سے متداول نہ تھے، جس کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ جب کسی بڑے دار العلم پر زوال آیا تو اس قسم کا ذخیرہ بالکل ناپید ہو گیا، غیر قوموں کی ترجمہ شدہ کتابیں بھی اسی وجہ سے اکثر ضائع ہو گئیں، فلسفہ و علوم قدیمہ پر موقوف نہیں، اسلامی علوم کی وہ کتابیں بھی جو مذاقِ عام کے موافق نہ تھیں، اور جن کو دقتِ مضامین کی وجہ سے قبولِ عام حاصل نہ تھا، اکثر برباد گئیں، حالانکہ یہی کتابیں تھیں جو علم وفن کی جان تھیں، میں نے خود قسطنطنیہ اور مصر میں متعدد کتابیں دیکھیں جو مسلمانوں کے لئے مایۂ ناز ہیں، اور جن کے نسخے تمام دنیا میں ایک دو سے زیادہ موجود ہیں، اگر خدانخواستہ یہ نسخے معدوم ہو جائیں تو ان کتابوں کا نام ونشان دنیا میں جاتا رہے، میں نے قسطنطنیہ میں اکثر لوگوں سے پوچھا کہ "ان کتابوں کو چھپوا کر شائع کیوں نہیں کیا جاتا" جواب ملا کہ بازار میں ان کتابوں کی مانگ نہیں ہندوستان میں بھی نادر اور عمدہ کتابوں کا یہی حال ہے، کاش خدا قوم کو توفیق دیتا کہ یورپ کی طرح، ایک انجمن قائم ہوتی، اور ان کتابوں کے چھاپے جانے اور شائع کئے جانے کا انتظام ہوتا کہ جو کچھ بچا بچایا رہ گیا ہے، وہ تو برباد نہ ہونے پائے،

(رسائل شبلی)

اسلامی محکوبیں اور شفاخانے

ایشیائی قوموں میں کسی سلطنت کی عظمت وشان یا پستی وتنزل کا اندازہ ہمیشہ فتوحات ملکی اور فوجی طاقت سے کیا جاتا تھا، اور غالباً یورپ کا بھی آج سے دوسو برس پہلے یہی حال تھا، اس کا یہ اثر تھا کہ اوس عہد کی تاریخی تصنیفات میں کسی سلطنت اور حکومت کے متعلق جو واقعات لکھے جاتے تھے وہ زیادہ تر فتوحات اور خانہ جنگیوں کے واقعات ہوتے تھے، اسلامی تاریخیں بھی اس الزام سے بری نہیں، اور یہی وجہ ہے کہ آج کل یورپ نے اسلامی تاریخوں کا نام "قصاب کی دوکان" رکھا ہے، یورپ کے طعنہ دینے کی بہ نسبت ہم کو زیادہ افسوس یہ ہے کہ اس طرزِ تحریر نے مسلمانوں کے بہت سے عجیب وغریب کارنامے گمنامی کی خاک میں دفن کردیئے، ہم نہایت قوی دلیلوں سے اس بات پر یقین رکھتے ہیں، کہ مسلمانوں کی حکومت کا زمانہ، مہذب حکومت کا زمانہ تھا، انتظام کے جدا جدا صیغے قائم تھے، اور ہر صیغہ کا وزیر یا سکریٹری الگ تھا، ہمیشہ تیسویں برس تمام آراضی کی پیمایش ہوتی تھی، اور زمین کی افزایش اور لیاقت کے لحاظ سے دفتر خراج کی اصلاح وترمیم ہوتی تھی، پبلک ورکس یعنی منافعِ عامہ کا وسیع محکمہ تھا، جو سڑکوں کی درستی، پلوں کی مرمت، شہر کی صفائی، حفظانِ صحت، اور اس قسم کے تمام امور کا متکفل تھا، غرض ایک مہذب سلطنت کے جو جو لوازمات ہیں سب تھے، لیکن آج ہم ان کی تفصیل بتانے سے بالکل عاجز ہیں اور

یہی عجز ہے جو ہم کو اپنی قدیم تاریخوں کی شکایت پر مجبور کرتا ہے،

بہر حال یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی حکومت کی تہذیب و تمدن کے متعلق جدا جدا عنوان قائم کئے جائیں، اور جہاں تک ممکن ہو ان کے متعلق نہایت تفصیلی مضامین لکھے جائیں، اگر اس طریقہ میں ہم کو کامیابی ہوئی تو اُن مضامین کا مجموعہ جو وقتاً فوقتاً ہمارے میگزین میں شائع ہوتے رہیں گے مسلمانوں کی تہذیب و تمدن کی مکمل تاریخ بن جائیگا، اور اوس وقت ہم اوس کو ایک مستقل کتاب کی صورت میں شائع کر سکیں گے،

یہ آرٹکل پبلک ورکس کی ایک خاص شاخ یعنی شفاخانوں کے متعلق ہے،

اس قسم کی خود رو طبابت جو لازمۂ زندگی ہے، ہر قوم میں ہمیشہ پائی جاتی ہے، اور عرب میں بھی ہمیشہ سے موجود تھی، لیکن علمی طبابت جو کسب و تعلم کی محتاج ہے اس کا پتہ بھی عرب میں مدت سے چلتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت سے پہلے حارث بن کلدہ نے جو طائف کا رہنے والا تھا، فارس میں جا کر طب کی تحصیل کی، اور وہاں سے واپس آکر قوم کی زبان سے طبیب العرب کا خطاب حاصل کیا، طبابت کے تعلق سے اس نے نوشیرواں کے دربار میں بھی رسائی حاصل کی تھی اس کا بیٹا نضر بن حارث اس سے زیادہ نامور ہوا، اور اس کی بدولت علم طب کو عرب میں زیادہ ترقی ہوئی، یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے جب فارس پر لشکر کشی کی تو فوج کے ساتھ بہت سے طبیب و جراح بھی بھیجے،

حارث بن کل

امیر معاویہؓ نے عرب کو چھوڑ کر دمشق کو پایہ تخت بنایا، اور سلطنت اور دربار کے ٹھاٹھ جمائے، چنانچہ ایک عیسائی طبیب جس کا نام ابن آثال تھا خاص دربار کا طبیب مقرر ہوا، اس کے سوا اور بہت سے طبیب دربار سے تعلق رکھتے تھے،

تمدن کی وسعت کے ساتھ اس صیغہ کو بھی برابر ترقی ہوتی گئی، اور ملک میں بہت سے

جراح وطبیب پیدا ہو گئے، جو بطور خود اپنے گھروں پر علاج کرتے تھے، کیونکہ اس وقت تک شفاخانوں کا طریقہ نہیں قائم ہوا تھا، سب سے پہلے جس نے اس کی بنیاد ڈالی وہ حکومت بنی امیہ کا تیسرا تاجدار ولید بن عبد الملک تھا، ولید کو رفاہِ عام کے کاموں سے طبعی لگاؤ تھا، اور اس صیغہ میں بہت سے کام ہیں جو اوسی کے ہاتھوں سے عمل میں آئے، اوّل اسی نے مہمان خانہ قائم کیا، ملک میں جس قدر اندھے اور مفلوج تھے سب کی فہرست مرتب کراکے اون کے وظیفے مقرر کر دیئے، اور ہر ایک کے ساتھ ایک ایک خادم متعین کیا، جذامیوں کے روزینے مقرر کر دیئے اور حکم دیا کہ گھر سے نہ نکلنے پائیں، اسی سلسلہ میں شفاخانہ کی بنیاد ڈالی، جو ۸۸ھ ہجری میں بن کر طیار ہوا، اور بہت سے طبیب وجراح علاج کے لئے متعین ہوئے[۱]،

سب سے پہلا شفاخانہ

محکمۂ طبابت کے قائم ہونے سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ یہودی وعیسائی علما کثرت سے دربار میں باریاب ہوئے، اور یونانی علوم وفنون سے واقف ہونے کا راستہ کھلا، کیونکہ طب کی عمدہ تصنیفات یونانی ہی زبان میں تھیں، اور اون کے ترجمہ کے بغیر علاج اور دواسازی وغیرہ میں ترقی نہیں ہوسکتی تھی، چنانچہ اسی زمانہ میں ماسرجویہ یہودی نے اہرن قس کی کتاب کا سریانی زبان سے ترجمہ کیا، اور یہ کتاب شاہی کتب خانہ میں داخل کی گئی، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے عہدِ حکومت میں اس ترجمہ کو کتب خانہ سے نکلوا کر نقلیں کرائیں، اور بہت سے نسخے تمام لوگوں کے استعمال کے لئے شائع اور مشتہر کئے[۲]،

رفتہ رفتہ تمام ملک میں کثرت سے شفاخانے قائم ہو گئے، دولتِ عباسیہ کے آغاز میں جندیساپور کے شفاخانہ نے جس کا مہتمم اور معالج جارجیس تھا، نہایت شہرت پائی، جارجیس یونانی زبان کا بہت بڑا ماہر تھا، اور فنِ طب میں اجتہاد کا منصب رکھتا تھا، اس نے شفاخانوں

[۱] مقریزی جلد دوم ص ۴۰۵، [۲] طبقات الاطبا صفحہ ۱۶۳ جلد اول،

کے استعمال کے لئے سریانی زبان میں ایک نہایت عمدہ قرابادین تیار کی، جس کا ترجمہ زمانۂ بعد میں حنین بن اسحٰق نے عربی میں کیا، ۱۴۸ھ میں خلیفہ منصور عباسی بیمار ہو کر زندگی سے مایوس ہو گیا تو جارجس کے نام طلبی کا فرمان بھیجا، جارجس نے شفاخانہ کا اہتمام بیٹے کے سپرد کیا، اور دربارِ خلافت میں حاضر ہوا، اس کے علاج سے منصور کو شفا ہو گئی، منصور کی فرمائش سے اوس نے یونانی زبان کی بہت سی کتابیں عربی زبان میں ترجمہ کیں، اس مشہور شفاخانہ کا دوسرا ڈاکٹر سابور بن سہل تھا جو متوکل کے زمانہ میں تھا، اور ۲۵۵ھ ہجری میں وفات پائی، اس نے ایک نہایت مفصل قرابادین تیار کی جس میں سترہ باب تھے، کئی سو برس تک تمام شفاخانوں میں اسی قرابادین پر عمل درآمد رہا، ماسویہ جو ایک نامی طبیب گذرا ہے، اور جس کے حالات علامہ ابن ابی اصیبعہ نے کسی قدر تفصیل سے لکھے ہیں، اسی ہسپتال میں تیس برس تک دواسازی اور مرہم پٹی کا کام کرتا رہا،

ویدک کا داخل ہونا

عباسیوں کے ابتدائی زمانہ تک تمام شفاخانوں میں یونانی و فارسی طبابت کے اصول کے موافق علاج ہوتا تھا، لیکن رفتہ رفتہ برامکہ کے طفیل سے ویدک بھی شامل ہو گئی،

یحیٰی بن خالد برمکی نے جو ہارون الرشید کا وزیر اعظم اور دولتِ عباسیہ کا دست و بازو تھا، ایک شخص کو ہندوستان بھیجا کہ وہاں جو دوائیں اور نباتات علاج میں برتی جاتی ہیں انکو بہم پہنچا کر ساتھ لائے،[۱] یحیٰی نے ہندوستان کے نامی طبیبوں اور ویدکوں کو بھی دربار میں طلب کیا، چنانچہ منکہ، سالے اور ابن دہن، بغداد میں آئے، منکہ نے بہت سی سنسکرت کتابوں کا جو طب کے متعلق تھیں عربی زبان میں ترجمہ کرایا، ابن دہن اس شفاخانہ کا افسر مقرر ہوا جو خاندانِ برامکہ نے بغداد میں تعمیر کرایا تھا، بغداد میں اس وقت اگرچہ بہت سے شفاخانے موجود تھے،

---

[۱] فہرست ابن الندیم صفحہ ۲۴۵،

مگر یہ جدت برامکہ ہی کے ہسپتال کو حاصل تھی کہ اُس کا افسر اور ڈاکٹر ایک ہندو حکیم تھا، اس واقعہ سے ہم مسلمانوں کی بے تعصبی اور علمی قدردانی کا بھی اندازہ کر سکتے ہیں **ششرت** جو ہندوستان کا ایک مشہور حکیم گذرا ہے، فن طب میں اس کی ایک نہایت عمدہ تصنیف دس مقالوں میں تھی یحییٰ نے منکہ کو اس کے ترجمہ پر مامور کیا[1]، اور جب ترجمہ تیار ہوگیا تو حکم دیا کہ شفاخانوں میں قرابادین کے طور پر کام میں لایا جائے،

ہرون الرشید نے ایک خاص ہسپتال اور تعمیر کرایا، اور ماسویہ کو جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے اس کا مہتمم اور ڈاکٹر مقرر کیا، رشید کے زمانہ میں طبابت کا مستقل اور وسیع سر رشتہ قائم ہوگیا، متعدد شفاخانے ایک ایک ڈاکٹر کی نگرانی میں تھے، اور ایک شخص تمام شفاخانوں کا انسپکٹر جنرل ہوتا تھا، جو **رئیس الاطبا** کے لقب سے پکارا جاتا تھا، یہ عہدہ اول بختیشوع کو سنہ ۱۷۱ھ میں اور اس کے بعد اس کے بیٹے جبریل کو سنہ ۱۷۵ ہجری میں ملا، جبریل کی تنخواہ دس ہزار درہم ماہوار تھی، اور پانچ ہزار ماہوار بھتہ تھا[2]، یہ تو خاص عہدہ کی تنخواہ تھی، دربار خلافت، زبیدہ خاتون اور برامکہ وغیرہ کے ہاں سے جو سالانہ مقرر تھا اس کی تعداد کئی لاکھ تھی جس کی تفصیل خود جبریل کے کاغذات حساب سے علامہ ابن ابی اصیبعہ نے نقل کی ہے، بختیشوع اور جبریل دونوں باپ بیٹے عیسائی تھے، اور باوجود اس کے ہارون اور مامون کے دربار میں اون کو یہ عزت حاصل تھی کہ وزرار اور امرار اون کے دست نگر رہتے تھے، یہاں تک کہ جبریل کا بیٹا بختیشوع لباس ہوا سواری ساز و سامان، حشمت و شوکت میں خود خلیفۂ وقت کا مقابلہ کرتا تھا،

انسپکٹر جنرل شفاخانہ جات کی تنخواہ،

یہ تعجب ہے کہ باوجود اس کے کہ تمام ممالک اسلامی میں ہر جگہ شفاخانوں کا رواج ہوگیا تھا، مصر میں ایک مدت تک اس مقصد کے لئے کوئی خاص عمارت نہیں تعمیر ہوئی، علامہ مقریزی

---

[1] فہرست، ص ۳۰۳، [2] طبقات ص ۱۳۶ و ۱۷۳،

نے مخافر کے ایک شفاخانہ کا ذکر کیا ہے، جو فتح بن خاقان وزیر خلیفہ المتوکل باللہ کے حکم سے تعمیر ہوا تھا، لیکن اس کی بنا کی تاریخ یا اور کسی قسم کی تفصیل نہیں لکھی، اس سے زیادہ یہ کہ ابن طولون کے ہسپتال کے ذکر میں لکھا ہے کہ اس سے پہلے مصر میں کوئی شفاخانہ موجود نہ تھا، ہماری دانست میں اس کی یہ وجہ ہے کہ اسلام سے پہلے مصر فن طب کا مشہور درس گاہ تھا۔ اور بہت بڑے بڑے حکیم و طبیب موجود تھے، جو یونانی حکمار کے ہم پلہ سمجھے جاتے تھے، ان حکمار کی وجہ سے مطب اور علاج کو نہایت ترقی تھی، ہر حکیم کا گھر گویا ایک مستقل شفاخانہ تھا، اور ممکن بلکہ غالب احتمال یہ ہے، کہ باقاعدہ شفاخانے بھی موجود رہے ہوں، اسلام کے بعد ولید کے زمانہ سے شفاخانوں کی بنیاد پڑی اور رفتہ رفتہ اس کا وسیع سررشتہ قائم ہو گیا، لیکن اس صیغہ کا تمام اہتمام مدت تک عیسائیوں کے ہاتھ میں رہا اور وہی انسپکٹر جنرل اور ڈاکٹر وغیرہ مقرر ہوتے تھے، اس حالت میں چنداں ضرورت نہ تھی کہ جو مطب گاہیں یا شفاخانے، نہایت عمدگی کے ساتھ پہلے سے قائم تھے، اون کو بے رونق کر دیا جائے، اور نئی عمارتیں قائم کی جائیں، بہر حال وجہ جو کچھ ہو، احمد بن طولون کے زمانہ تک مصر میں کوئی اسلامی شفاخانہ موجود نہ تھا،

احمد بن طولون دولت عباسیہ کی طرف سے مصر و مغرب و شام کا گورنر تھا اور چونکہ سلطنت عباسیہ کو روز بروز ضعف ہوتا جاتا تھا اس کی حالت مستقل سلطنت تک پہنچ گئی تھی، ۲۶۱ھ میں اس نے ایک نہایت عظیم الشان شفاخانہ کی بنیاد ڈالی، اور تیاری کے بعد بہت سی جائداد اس کے مصارف کے لئے وقف کی، صرف کا تخمینہ ساٹھ ہزار دینار ہوا، جس کے کم سے کم تین لاکھ روپئے ہوتے ہیں، اس میں علاج کا دستور یہ تھا کہ جب بیمار علاج کے لئے آتا تھا، تو اس کے کپڑے اور جو کچھ اس کے پاس نقدی ہوتی تھی، لے لی جاتی تھی، اور شفاخانہ کے خزانچی کے پاس امانت رہتی تھی، شفاخانہ کی طرف سے اوس کو نیا کپڑا اور بچھانے کے لئے بستر ملتا تھا،

صبح اور شام دونوں وقت جراح اور ڈاکٹر اس کے دیکھنے اور دوا و خوراک وغیرہ میں کمی بیشی کرنے کی غرض سے آتے تھے، جب صحیح ہوکر اتنی طاقت آجاتی تھی کہ روٹی اور مرغ کا شوربا کھانے لگتا تھا تب اوس کو اس کی امانت واپس کردی جاتی تھی اور ہسپتال سے چلے جانے کی اجازت ملتی تھی، احمد بن طولون ہمیشہ ہر جمعہ کو خود ملاحظہ کے لئے آتا تھا، اور دواخانہ وغیرہ کی جانچ کرتا تھا، اس کے ساتھ ایک ایک مریض کے پاس جاکر دیکھتا تھا، اور اون کا حال دریافت کرتا تھا،[۱]

پاگلوں کے علاج کے لئے الگ کمرے تھے، اور نہایت خبرگیری سے ان کا علاج ہوتا تھا،

ایک جدت

احمد بن طولون نے اس صیغہ میں ایک اور جدت کی جو اور کہیں نہ تھی ۲۶۳ھ ہجری میں اس نے جو بہت بڑی عظیم الشان جامع مسجد ایک لاکھ دینار کے صرف سے بنوائی، اس میں ایک طرف ایک وسیع مکان بنوایا جس میں ہر وقت ہر قسم کی دوائیں اور شربت موجود رہتے تھے، ایک طبیب مقرر تھا، جو ہمیشہ جمعہ کے دن وہاں نماز کے اول وقت سے اخیر تک بیٹھا رہتا تھا، مسجد میں اتفاقیہ کوئی شخص کسی عارضہ میں مبتلا ہوجاتا تھا تو طبیب کے پاس لایا جاتا تھا اور اس کا علاج ہوتا تھا،

خلیفہ مقتدر باللہ کے عہد میں شفاخانے

خلیفہ مقتدر باللہ کے زمانہ میں اس صیغہ کو نہایت ترقی ہوئی اور بہت سی نئی باتیں ایجاد ہوئیں، علی بن عیسیٰ وزارت کا منصب رکھتا تھا اور اوس کو رفاہِ عام کے کاموں پر نہایت توجہ تھی، اتفاق یہ کہ اس زمانہ میں کثرت سے وبائی امراض پھیلے، سنان بن ثابت بن قرہ جو بہت بڑا مشہور طبیب اور صابی المذہب تھا، شفاخانوں کا انسپکٹر جنرل تھا، علی نے اوس کو متعدد فرمان اس بارہ میں لکھے اور شفاخانوں کے متعلق نئے نئے کارخانے قائم کئے، سب سے پہلے یہ کیا کہ چونکہ

جیل خانہ کا ہسپتال

اس وقت تک جیل خانوں کے لئے علحدہ ڈاکٹر نہیں ہوتا تھا، اس نے سنان کو حکم دیا کہ چند

[۱] یہ تمام تفصیل علامہ مقریزی نے کتاب الخطط والآثار میں لکھی ہے، دیکھو کتاب مذکور ص ۴۰۵، جلد دوم،

عارضی شفاخانے

طبیب خاص جیلخانوں میں علاج کرنے کے لئے مقرر کئے جائیں، ٹیمپریری ڈسپنسری یعنی عارضی ہسپتالوں کا صیغہ قائم کیا، بہت سے طبیب مقرر ہوئے کہ چھوٹے چھوٹے قصبات میں جہاں طبیب اور شفاخانے نہیں ہیں دورہ کریں، اور ہر جگہ دو دو چار چار دن ضرورت کے موافق قیام کرکے بیماروں کا علاج کریں ان طبیبوں کے ساتھ ایک مختصر دواخانہ ہوتا تھا، اور قصبات اور دیہات میں علاج کرتے پھرتے تھے،

امتحان کا طریقہ قائم ہوا

ایک نئی بات یہ ہوئی کہ امتحان کا طریقہ قائم ہوا جو اس سے پہلے بالکل مروج نہ تھا، اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ ۳۱۹ھ میں ایک نیم حکیم نے ایک بیمار کا غلط علاج کیا، اور وہ مرگیا، خلیفہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو یہ حکم صادر ہوا کہ کوئی شخص باقاعدہ جب تک امتحان نہ دے مطب اور علاج نہ کرنے پائے، سنان بن ثابت ممتحن مقرر ہوا اور ہزاروں طبیبوں نے امتحان دیا،

جراح وطبیب سند یافتہ تھے

بغداد کی وسعت اور تمدن کا اس سے اندازہ کرنا چاہیے، کہ آٹھ سو ساٹھ آدمی امتحان میں پورے اترے، اور اون کو سند عطا کی گئی، حالانکہ امتحان میں وہ لوگ شامل نہ تھے، جن کا کمال پہلے سے مسلّم تھا، یا جو لوگ دربار سے تعلق رکھتے تھے، سند میں تصریح ہوتی تھی کہ کس درجہ کا امتحان دیا ہے اور کس قسم کے علاج کی اس کو اجازت دی گئی ہے،

مقتدر نے ان انتظامات کے علاوہ متعدد بڑے بڑے شفاخانے قائم کئے، ایک شفاخانہ اپنی ماں کے نام سے قائم کیا جس کا سالانہ خرچ سات ہزار دینار تھا، جس کے اوّل مرتبہ بتیس ہزار روپئے ہوئے، یہ شفاخانہ آب وہوا اور منظر کی خوبی کے لحاظ سے دجلہ کے کنارے تعمیر کیا گیا، محرم ۳۰۶ھ ہجری میں افتتاح کی رسم عمل میں آئی اور بہت سے طبیب وجراح معقول مشاہرہ پر متعین ہوئے، اسی سنہ میں ایک اور شفاخانہ اپنے نام سے قائم کیا، جس کا ماہانہ خرچ دو سو دینار یعنی ہزار روپیہ ماہانہ تھا،[1]

[1] یہ تمام تفصیل طبقات الاطبا ص ۲۲۱ و ۲۲۲ اور المنتقی فی اخبار ام القری ص ۱۶۱ میں ہے،

علی بن عیسیٰ وزیر سلطنت نے اپنے صرف سے محلہ حربیہ میں ۳۰۲ھ ہجری میں ایک شفاخانہ قائم کیا، اور مشہور طبیب ابو سعید بن یعقوب اس کا ڈاکٹر مقرر ہوا، اس زمانے کے قریب یعنی ۳۱۳ھ میں محلہ درب المفضل میں ابن الفرات نے ایک ہسپتال قائم کیا، اور ثابت بن سنان کو اس کے اہتمام کی خدمت دی گئی، یہ وہ شفاخانے ہیں جو خاص بغداد میں تعمیر ہوئے، اور جن کے حالات ہم کسی قدر تفصیل کے ساتھ معلوم کر سکے، لیکن اسلامی فیاضیوں نے تمام ممالک میں جس کثرت سے اس قسم کی مفید یادگاریں قائم کی ہوں گی اون کا شمار کون کر سکتا ہے،

بغداد، اگرچہ شفاخانوں سے معمور تھا تاہم آبادی کی کثرت کے لحاظ سے ابھی اور ضرورت تھی، اسی ضرورت کے لحاظ سے عضدالدولہ نے ایک اور شفاخانہ قائم کیا جس کی وسعت خوبی عمارت کثرتِ آلات، ترتیب اور درستی کے لحاظ سے مورخین نے تسلیم کیا ہے، کہ تمام دنیا میں کوئی شفاخانہ اس کے مثل تعمیر نہیں ہوا،

علامہ ابن خلکان کے خاص الفاظ یہ ہیں، الیس فی الدنیا مثل ترتیبه، واعد له من الآلات ما یقصر الشرح عن وصفه[1] عضدالدولہ دنیا کے مشہور بادشاہوں میں سے ہے، اسلام کی تاریخ میں وہ سب سے پہلا فرماں روا ہے، جو بادشاہ کے نام سے پکارا گیا، بغداد میں خلفاے عباسیہ کے سوا خطبہ میں کسی کا نام نہیں پڑھا گیا تھا، یہ فخر سب سے پہلے عضدالدولہ ہی کو حاصل ہوا، اس کی سلطنت نہایت وسیع اور منتظم تھی، وہ خود نہایت علم دوست اور خاص کر رفاہِ عام کے کاموں کا نہایت دلدادہ تھا، اس نے اپنے عہد میں حفظانِ صحت کے صیغے کو نہایت ترقی دی، تمام اضلاع اور قصبات میں نئے شفاخانے قائم کئے، اور ویرانوں کی اصلاح و مرمت کرائی، جس عظیم الشان شفاخانہ کا ہم نے اوپر ذکر کیا اوس کی عمارت ۳۶۸ھ

---

[1] طبقات صفحہ ۲۲۲،

میں انجام کو پہنچی، یہ شفاخانہ درحقیقت ایک میڈیکل یونیورسٹی تھا، نہایت کثرت سے ہر قسم کے آلات مہیا کئے گئے تھے، اور بہت سے مشہور طبیب لکچر دینے کے لئے مقرر تھے، علاج کے لئے دور دور سے مشہور طبیب بلوا کر متعین کئے گئے تھے، ان سب کی تعداد اول ۵۰ تھی، انتخاب کے بعد گھٹ کر ۲۴ رہ گئے، جن میں، ابن بکس، ابویعقوب، ابن کشکرایا، ابوعیسیٰ، بنوحسنو جیسے نامور اطبا داخل تھے،

جراحوں میں سے ابوالخیر، ابوالحسن نفاح زیادہ نامور تھے، پٹی باندھنے والوں کا افسر ابوالصلت تھا جو اس فن میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا،

بہت سے کحال تھے جن میں زیادہ مشہور ابوالنصر بن الدحلی تھا، فزیکل سائنس کے بہت سے اساتذہ تھے، غرض فن طب کی جس قدر شاخیں ہیں سب کے مشہور ماہر اور استاد اس میں لکچر دینے اور علاج کرنے کے لئے مقرر تھے، اور ہر صیغہ میں متعدد لکچرار اور پروفیسر تھے، آگے چل کر ایک مناسب موقع پر ہم بعض کے حالات بھی لکھیں گے،

چوتھی صدی میں سلطنتِ اسلام کی وسعت نے بہت سے صاحب تاج و تخت پیدا کر دیئے، یہاں تک کہ رفتہ رفتہ سامانیہ، سلجوقیہ، غزنویہ، فاطمیہ، نوریہ، ایوبیہ، اتابکیہ وغیرہ بڑی بڑی پرزور اور وسیع سلطنتیں قائم ہوگئیں، اگرچہ اس تفرقِ اجزا سے مجموعی قوت کو صدمہ پہنچا، لیکن رفاہِ عام کے صیغہ کو بہت ترقی ہوئی، جس کی وجہ یہ تھی کہ جو نئی حکومت قائم ہوتی تھی اس کو قبولِ عام حاصل کرنے کے لئے اس سے بڑا کوئی آلہ نہ تھا، اس سلسلہ نے طبابت کو بھی بہت فروغ دیا، اور ہر جگہ نہایت کثرت سے شفاخانے قائم ہوئے، چھٹی صدی میں جب علامہ ابن جبیر نے حج کی تقریب سے عراق و شام کا سفر کیا تو بغداد، موصل، حران، حلب، حماۃ، دمشق میں اس کثرت سے شفاخانے دیکھے کہ حیران رہ گیا، چنانچہ اس نے اپنے

سفرنامے میں ان شہروں کے شفاخانوں کا ذکر تفصیل اور اجمال کے ساتھ کیا ہے، اس عہد میں سلطان نورالدین اور صلاح الدین نے تمام ممالک میں کثرت سے جو شفاخانے قائم کئے ان میں سے بعض مشہور شفاخانوں کا ذکر ہم اس مقام پر کرتے ہیں،

نوریہ یہ شفاخانہ نورالدین زنگی نے دمشق میں تعمیر کرایا تھا، کروسیڈ (یعنی جنگِ صلیبی) کے معرکوں میں یورپ کا ایک فرماں روا نورالدین کی قید میں آگیا تھا، اس نے ایک بیش قرار رقم اپنی رہائی کے لئے پیش کی، اور نورالدین نے اوس کو رہا کر دیا، شفاخانہ مذکور اسی رقم سے تیار ہوا، اور اس سے اس کی لاگت کی مقدار کا اندازہ ہوسکتا ہے، اس کے خوبصورت اور بلند دروازے مؤیدالدین نے تیار کئے تھے جو نجاری میں نہایت کمال رکھتا تھا، اور جس نے محض فن نجاری کی تکمیل کے لئے اقلیدس اور مجسطی کی تکمیل کی تھی[1]،

شفاخانوں کا اب تک یہ دستور تھا کہ امرا اور دولت مندوں کو اس میں علاج کرانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی، لیکن نورالدین نے جو وقف نامہ لکھا اس میں یہ اجازت دی کہ "جو نایاب دوائیں یہاں کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتیں اُن کے استعمال میں غریب اور امیر سب یکساں ہیں،" علامہ ابن جبیر نے دوران سیاحت میں اسکو دیکھا تھا، وہ لکھتے ہیں کہ اس میں بہت سے محرر، منشی، طبیب، خدام نوکر ہیں، بیماروں کا رجسٹر منشیوں کے پاس رہتا ہے، اور اس میں بیماروں کے نام و نشان کے علاوہ ان کے مصارف اور ضروریات کی تفصیل لکھی جاتی ہے، اطبا صبح کے وقت ہمیشہ ہر روز بیماروں کو دیکھتے ہیں، اور اون کی دوا اور غذا کی خبر گیری کرتے ہیں، روزانہ خرچ کم و بیش سو روپیہ ہے، علامہ مذکور نے لکھا ہے، کہ دمشق میں اسی قسم کا ایک اور شفاخانہ ہے لیکن یہ نیا ہے، اور زیادہ پرشان و شوکت ہے،

---

[1] طبقات الاطبا صفحہ ۱۹۰،

سلطان صلاح الدین نے جب **فاطمیین** کی سلطنت کو برباد کیا تو شاہی ایوانوں میں سے ایک نہایت شاندار ایوان تھا جس کی دیواروں پر پورا قرآن مجید لکھا ہوا تھا سلطان نے اس کو دیکھ کر کہا کہ یہ مکان شفاخانہ کے لئے موزوں ہے، چنانچہ ۵۶۷ھ میں اس کو تھوڑے سے تغیر اور اصلاح کے بعد شفاخانہ بنایا، اور بہت سے طبیب و جراح، علمائے طبعیات، مشرف، عامل، خدام مقرر کئے[1]،

علامہ ابن جبیر نے اس کی نسبت یہ الفاظ لکھے ہیں "**قاہرہ** کا یہ شفاخانہ، صلاح الدین کے مفاخر میں سے ہے، وہ ایک نہایت خوبصورت اور شاندار ایوان ہے، بہت سے کمرے ہیں، ہر کمرہ میں پلنگ بچھے ہیں، جن پر سلیقہ سے بچھونے اور تکیے لگے ہیں، دواؤں کے لئے الگ کمرہ ہے اور اس کے لئے دواساز اور منشی وغیرہ مقرر ہیں، عورتوں کے علاج کے لئے اسی سلسلہ میں ایک جداگانہ قطعہ ہے، اور اُن کی خدمت، خبر گیری اور علاج کے لئے عورتیں مامور ہیں، پاگلوں کے علاج کے لئے الگ مکانات ہیں جن کا احاطہ نہایت وسیع ہے اور دریچوں میں لوہے کی جالیاں ہیں، شفاخانہ کا اہتمام ایک طبیب سکریٹری کے متعلق ہیں، اس کے ماتحت بہت سے نوکر ہیں، جو صبح و شام دونوں وقت بیماروں کا ملاحظہ کرتے ہیں، اور اون کی غذا اور دوا میں تبدیلی اور اصلاح کرتے رہتے ہیں، سلطان ہمیشہ خود شفاخانہ کے ملاحظہ کے لئے آتا ہے، اور بیماروں کے معالجہ اور خبر گیری کی سخت تاکید رکھتا ہے" علامۂ مذکور نے لکھا ہے کہ "قاہرہ میں بعینہ اسی درجہ کا ایک اور شفاخانہ ہے"، سلطانِ مذکور نے **اسکندریہ** میں جو شفاخانہ قائم کیا وہ بھی نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا، اور ایک خاص بات میں تمام اور شفاخانوں سے ممتاز تھا، یعنی جو لوگ شفاخانہ کے علاج کو خلافِ شان سمجھتے تھے، ان کے علاج کے لئے الگ طبیب و جراح

---

[1] مقریزی صفحہ ۴۰۷، جلد دوم،

مقرر تھے، جو اُن کے گھروں پر جا کر علاج کر آتے تھے، البتہ یہ تخصیص تھی کہ یہ فیاضی صرف اون لوگوں کے لئے مخصوص تھی جو مسافر اور اجنبی ہوتے تھے،

نور الدین اور صلاح الدین کی تقلید نے شفاخانوں کے رواج کو اور ترقی دی، ۶۷۳ھ میں ملک منصور قلاؤں جو اس زمانہ تک فوجی افسر تھا، ایک سفر میں دمشق پہنچکر قولنج کے عارضہ میں مبتلا ہوا، چونکہ مرض نہایت شدید تھا اور اطبا نے جو کمیاب دوائیں تجویز کیں، وہ اور کہیں نہیں مل سکتی تھیں، اس لئے نور الدین کے شفاخانہ سے دوائیں منگوائی گئیں قلاؤن کو جب شفا ہوگئی تو شفاخانہ کے ملاحظہ کے لئے گیا، اور دیکھکر متعجب رہ گیا، دل میں نیت کی کہ سلطنت حاصل ہوگی تو اس سے بڑھ کر شفاخانہ بنواؤں گا، ۶۸۰ھ ہجری میں جب تخت نشین ہوا تو شفاخانہ کی تعمیر شروع کی، جہاں تک ہمکو معلوم ہے شفاخانہ عضدیہ کے سوا تمام ممالک اسلامی میں اس عظمت کا کوئی شفاخانہ کبھی تعمیر نہیں ہوا، اور بعض خصوصیتوں کے لحاظ سے تو اس کو عضدیہ پر بھی ترجیح حاصل تھی،

فاطمین کے شاہی مکانات میں سے ایک بڑا وسیع محل تھا جس کو خلیفہ العزیز باللہ کے بیٹے نے تعمیر کرایا تھا، ان کی حکومت کی بربادی کے بعد سلطان صلاح الدین کے قبضہ میں آیا، اور اسی کے خاندان میں وراثۃً چلا آتا تھا، قلاؤن نے شفاخانہ بنانے کا ارادہ کیا تو اس سے زیادہ موزوں کوئی عمارت نہیں مل سکتی تھی، چنانچہ مالکِ مکان سے اوس کو خریدا، اور ۶۸۳ھ میں شفاخانہ کی بنیاد ڈالی، اس مکان کی قدیم صورت یہ تھی کہ چار بڑے بڑے ایوان تھے، اور مکان کا کل احاطہ ۱۰۶۰۰ گز تھا، احاطہ ہی میں ایک نہر تھی جس کے ذریعہ سے ایوانوں میں پانی آتا تھا، قلاؤن نے ایوانات بدستور رہنے دیئے، اور بہت سی نئی عمارتیں اضافہ کیں، تین سو قیدی اور بہت سے مزدور روزانہ کام کرتے تھے، مصر و قاہرہ میں جس قدر راج

اور معمار تھے عام حکم تھا کہ شفاخانہ کے سوا اور کہیں کام نہ کرنے پائیں، ستون جس قدر تھے عموماً سنگِ مرمر یا سنگِ رخام کے تھے، قلاؤن خود روزانہ عمارت کے ملاحظہ کے لئے جاتا تھا، غرض اس اہتمام اور سروسامان سے پورے گیارہ مہینے میں عمارت بن کر تیار ہوئی، علامہ سخاوی نے لکھا ہے، کہ یہ شفاخانہ قاہرہ کی نامی اور عظیم الشان عمارتوں میں سے شمار کیا جاتا ہے، قلاؤن نے اس کے مصارف کے لئے بہت سی جائدادیں وقف کیں جن کی سالانہ آمدنی دس لاکھ درہم تھی، وقف نامہ میں لکھا کہ یہ شفاخانہ امیر، غریب، غلام، آقا، بادشاہ، رعیت سب کے لئے عام ہے، بلکہ جو لوگ شفاخانہ میں نہ آئیں وہ بھی اس کی دوائیں استعمال کرسکتے ہیں؛

ایک خاص التزام یہ تھا کہ ہر مرض کے علاج کے لئے جدا جدا کمرے تھے، چنانچہ بخار والوں کے لئے قدیم کے چاروں ایوان تھے، آشوبِ چشم، لرزہ، اسہال وغیرہ بیماریوں کے لئے الگ الگ مکانات تھے، مردوں اور عورتوں کی تفریق الگ تھی، یعنی دونوں کیلئے جدا جدا قطعے تھے، ان کے علاوہ اور بہت سے کمرے تھے، جو کھانا پکانے، دوا بنانے، بیماریوں کے رجسٹر رکھنے، طب کے درس دینے اور اسی قسم کے کاموں کے لئے مخصوص تھے، لطف یہ کہ ان تمام کمروں میں نہر کے ذریعہ سے پانی آتا تھا، اور ہر وقت پانی کی جدولیں جاری رہتی تھیں؛

شفاخانہ کے ساتھ ایک مدرسہ بھی تھا جس میں چاروں مذہب کے فقیہ تعلیم دیتے تھے، انتظام کی درستی اور ترتیب کے لئے شفاخانہ کو متعدد صیغوں میں تقسیم کیا تھا، اور ہر صیغہ کا سکریٹری الگ تھا، جس کثرت سے لوگ اس میں علاج کو آتے تھے ان کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ معمولی شربت چھوڑ کر شربتِ انار وغیرہ کے روزانہ پانسو رطل صرف ہوتے تھے،

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بھی بہت سے شفاخانے قائم ہوئے، ۶۲۸ھ ہجری میں خلیفہ مستنصر نے مکہ معظمہ میں جو عالیشان شفاخانہ بنوایا تھا، شریف مکہ حسن بن عجلان نے ۸۱۶ھ

میں چالیس ہزار کے صرف سے اس کی مرمت کی، سلطان ظاہر بیبرس المتوفی ۶۷۶ھ نے
مدینہ منورہ کے قدیم شفاخانہ کی مرمت کی، اور مصر سے ایک طبیب اور ہر قسم کی معجون اور دوائیں بھجوائیں،
ہندوستان میں بھی کثرت سے شفاخانے موجود تھے، اور اگر ہم مقریزی کی روایت کا
اعتبار کریں تو صرف ایک شہر دہلی میں محمد تغلق کے زمانہ میں ستر شفاخانے جاری تھے،
جہانگیر نے ۱۰۱۴ھ ہجری میں تخت نشین ہونے کے ساتھ جو بارہ احکام صادر کئے ان میں
ایک یہ تھا "در شہرہائے کلاں دار الشفاہا ساختہ اطبا بجہت معالجہ بیماراں تعین نمایند و آنچہ
صرف و خرچ می شدہ باشد از سرکار خالصہ شریفہ می دادہ باشند"
شفاخانوں کی تاریخ میں چند امور لحاظ کے قابل ہیں :-
(۱) شفاخانوں کی کثرت کی بڑی وجہ یہ تھی کہ جو شفاخانے کسی بادشاہ کے دورِ حکومت
میں قائم ہوتے تھے وہ اس وجہ سے آیندہ برباد نہیں ہونے پاتے تھے کہ شفاخانہ اور اس کے
متعلق جو جائداد ہوتی تھی، وقف میں داخل تھی اور وقف میں شرعاً کسی کو تصرف کا اختیار نہیں
ہے، نیا حکمراں جو حکومت کے تخت پر بیٹھتا تھا، وہ قدیم یادگاروں پر خواہ مخواہ کچھ اضافہ کرنا چاہتا تھا،
(۲) شفاخانہ کی کوئی قسم اور کوئی نوع ایسی نہ تھی جو موجود نہ تھی، سفری شفاخانے اور
جمعہ مسجد کے شفاخانہ کا ذکر اوپر گذر چکا ہے، فوجی شفاخانہ کا بھی نہایت معقول انتظام تھا،
طبیبوں اور دواؤں کا انتظام تو خود صحابہؓ کے زمانہ میں موجود تھا، لیکن فوجی شفاخانہ کی
باقاعدہ بنیاد سب سے اول سلطان محمود نے ڈالی، سلجوقیوں کا فوجی شفاخانہ دو سو اونٹوں پر چلتا تھا[1]
(۳) ایک خاص امر قابلِ لحاظ ہے، کہ وقتاً فوقتاً جو اطبا، شفاخانوں کے افسر یا انسپکٹر
جنرل مقرر ہوتے تھے، وہ عموماً مجتہد الفن اور استاد الفن ہوتے تھے، ابوبکر رازی جو فنِ طب

[1] تاریخ سلجوق،

کا ایک رکن ہے، اور جس کی تصنیفات (جو سو سے متجاوز ہیں) سے ابن سینا نے فائدہ اٹھایا ہے،
رے کے شفاخانہ کا ڈاکٹر تھا، سعید بن یعقوب دمشقی جو ۳۰۲ھ ہجری میں بغداد، مکہ و مدینہ کے شفاخانوں
کا افسر مقرر ہوا، مشہور حکیم گذرا ہے، اس نے عربی زبان میں یونانی وغیرہ سے بہت سی کتابیں
ترجمہ کیں، **سنان** بن ثابت جو مقتدر باللہ کے زمانہ میں شفاخانوں کا انسپکٹر جنرل تھا، فن
طب کے ارکان میں سے شمار کیا جاتا ہے، طبقات الاطباء میں اس کے حالات پڑھنے سے اسکی
وقعت کا اندازہ ہو سکتا ہے،

عضدیہ شفاخانہ میں ۲۴ طبیب کام کرتے تھے اور ہر ایک اپنے فن کا استاد ہوتا تھا، ان میں
سے بعض کا حال ہم نہایت اختصار کے ساتھ لکھتے ہیں،

ابو الحسن کشکرایا، یہ مشہور حکیم تھا اور پہلے سیف الدولہ کے دربار میں نوکر تھا، سنان بن ثابت
کے تمام شاگردوں میں نہایت ممتاز تھا،

نظیف القس، عیسائی تھا اور بہت سی زبانیں جانتا تھا، یونانی سے بہت سی کتابیں
عربی زبان میں ترجمہ کیں،

ابو الفرج، یہ حکیم اور فلاسفر تھا، اور عیسائی مذہب رکھتا تھا، اس نے ارسطو اور
بقراط و جالینوس کی کتابوں پر بہت سی مفید شرحیں اور حاشیے لکھے، ابن سینا نے اپنی تصنیفات
میں اس کا ذکر کیا ہے، اور اس کے کمال کا اعتراف کیا ہے، وہ شفاخانہ میں علاج کے علاوہ طب
پر لکچر بھی دیتا تھا، اس کی تصنیفات کی مطول فہرست طبقات الاطباء میں مذکور ہے،

ابراہیم بن بکس مختلف زبانیں جانتا تھا، عربی زبان میں یونانی وغیرہ کی بہت سی
کتابیں ترجمہ کیں، یہ طب پر لکچر دیا کرتا تھا،

سعید بن ہبۃ اللہ، خلیفہ مستظہر باللہ کا طبیب تھا، اس کی تصنیفات میں سے مغنی،

کتاب الاقناع وغیرہ ہیں،

امین الدولہ بن تلمیذ، مشہور عیسائی حکیم تھا، سریانی، فارسی، عربی زبانیں جانتا تھا، خلیفۂ وقت نے اوس کو بغداد کے محکمۂ طبابت کا افسر مقرر کیا تھا، اور تمام اطبا اس کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، عضدیہ شفاخانہ بھی اسی کی ماتحتی میں تھا، اس کی بہت سی مفید تصنیفات یادگار ہیں،

عمدہ دواؤں کے بہم پہنچنے کا اہتمام

(۳) شفاخانوں کے ساتھ دواؤں کے عمدہ بہم پہونچنے کا بھی نہایت اہتمام تھا عطار جو دوائیں بیچتے تھے اون کی جانچ اور امتحان کے لئے ایک خاص محکمہ تھا جس کے افسر کا لقب رئیس العشابین ہوتا تھا، اس عہدہ پر ہمیشہ وہ اطبا مقرر ہوتے تھے، جو نباتات کے فن میں کمال رکھتے تھے، چنانچہ ساتویں صدی میں اس عہدہ پر ضیا بن بیطار المتوفی سنہ ۶۴۶ھ کا تقرر ہوا جو اس فن میں اس درجہ کا کمال رکھتا تھا کہ مسلمانوں میں کوئی شخص اس کا ہمسر پیدا نہیں ہوا، نباتات اور ادویہ پر یونان میں جو کتابیں لکھی گئیں، اور اون پر مسلمانوں نے جو کچھ اضافہ کیا تھا، اوس کو حفظ یاد تھیں، لیکن اس نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ خود دور دور دراز ملکوں کا سفر کیا، یونان، اٹلی، جزائر بحر روم میں نباتات کی تحقیقات کی، مصورین سے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے تھے، گھاسوں اور بوٹیوں کی تصویریں کھچواتا تھا اور اون کی مختلف حالتوں کی تاثیریں جداگانہ قلم بند کرتا تھا، اس نے یونانیوں کی بہت سی غلطیاں ظاہر کیں، اور بہت سی نئی نباتات اور بوٹیاں دریافت کیں، جو یونانیوں کو معلوم نہ تھیں،

(۴) شفاخانوں میں جو لوگ اعمالِ ید مثلاً جراحی، کحالی، فصادی وغیرہ کاموں پر مامور ہوتے تھے، وہ فن طب کے پورے ماہر ہوتے تھے، آج کل کے ہندوستانی اطبا کا سا حال نہ تھا، کہ جراحی و فصادی کو ہاتھ نہیں لگاتے، قاہرہ میں سلطان صلاح الدین

نے جو شفاخانہ قائم کیا تھا، اس میں کحال کی خدمت قاضی نفیس الدین المتوفی سنہ ۶۳۶ھ کے سپرد تھی جو تمام مملکت مصر کے افسر الاطبا رتھے، شفاخانہ عضدیہ میں ابوالخیر اور ابوالحسن بن نفاح جراحی کا کام کرتے تھے، ہڈیوں کے جوڑنے اور مرہم پٹی کرنے پر حکیم ابوالصلت مقرر تھا،

اسلامی شفاخانوں کی یہ نہایت مختصر تاریخ ہے، اسلام میں اس صیغہ کو اس قدر وسعت ہوئی تھی کہ شفاخانوں کے حالات اور شفاخانوں کے تجربوں پر بہت سے اطبا مثل ابوبکر رازی امین الدولہ بن تلمیذ، ابوسعید زاہد العلما نے مستقل کتابیں لکھیں، مگر افسوس ہے کہ وہ کتابیں آج دنیا سے ناپید ہیں، اس لئے ناظرین کو مجبوراً ہماری محدود اور ناکافی معلومات پر قناعت کرنی چاہیے،

(رسائل شبلی مطبوعہ)



ہندوستان میں اسلامی حکومت کے تمدن کا اثر

کسی غیر قوم کا کسی غیر ملک پر قبضہ کرنا کوئی جرم نہیں، ورنہ دنیا کے سب سے بڑے فاتح سب سے بڑے مجرم ہوں گے، لیکن یہ دیکھنا چاہیے کہ فاتح قوم نے ملک کی تہذیب و تمدن پر کیا اثر پیدا کیا، چنگیز خاں فتوحات کے لحاظ سے دنیا کا فاتحِ اعظم ہے لیکن اس کی داستان کا ایک ایک حرف خون سے رنگیں ہے، مرہٹے ایک زمانے میں تمام ہندوستان پر چھا گئے، لیکن اس طرح کہ آندھی کی طرح اٹھے، لوٹا مارا، چوتھ وصول کی اور نکل گئے، بخلاف اس کے متمدن قوم جب کسی ملک پر قبضہ کرتی ہے تو وہاں کی تہذیب و تمدن دفعۃً بدل جاتی ہے، سفر کے وسائل، رہنے سہنے کا طور، کھانے پینے کے طریقے، وضع و لباس کا انداز، مکانوں کی سجاوٹ، گھروں کی صفائی، تجارت کے سامان، صنعت و حرفت کی حالت، ہر چیز پر ایک نیا عالم نظر آتا ہے، اور گو مفتوح قوم ضد سے احسان نہ مانے، لیکن در و دیوار سے شکرگذاری کی صدائیں آتی ہیں،

اسی معیار سے ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ مسلمان جو ہندوستان میں آئے کس شان سے آئے اور ملک پر ان کا کیا اثر ہوا، لیکن اس مسئلہ پر گفتگو کرنے سے پہلے ہم کو بتانا چاہیے، کہ ہندوستان کی قدیم تہذیب و تمدن کی حالت کیا تھی، چونکہ ہم اس مضمون میں صرف تیموری حکومت کے

ندور سے بحث کرنی چاہتے ہیں، اس لئے اسی زمانے سے پہلے کی حالت کا دکھانا کافی ہوگا
اگرچہ یہ ظاہر ہے کہ اس سے قبل کی اسلامی حکومتوں نے بھی ہندوستان کی تہذیب
تمدن کو کچھ نہ کچھ ضرور ترقی دی تھی، تاہم بابر نے ترکستان سے آکر ہندوستان کو جس حالت
میں دیکھا اس کی تصویر اسی کے لفظوں میں یہ تھے[1]،

اسپ خوب نے، گوشت خوب نے
انگور و خربزہ و میوہ‌ہائے خوب نے
یخ و آب سرد نے، حمام و مدرسہ نے
شمع و مشعل نے، شمعدان نے۔
بجائے شمع و مشعل جمع کثیر چرکینے
می باشد دیوی میگویند در دست
چپ خود سہ پایہ چوبی گرفتہ
اند کہ ازین سہ پایہ در کنار یک پایہ
مشعل سر شمعدان یک آہنے را بہ چوب
بہ ہمین سہ پایہ مضبوط کردہ اند و
یک فتیلہ ستبری را کہ برابر انگشت
بودہ باشد بہ چوب آہنین دار پایہ
دیگر بستہ اند، در دست راست

ہندوستان میں اچھے گھوڑے نہیں اچھا
گوشت نہیں، انگور نہیں، خربزہ نہیں، بہت
نہیں آب سرد نہیں، حمام نہیں، مدرسہ
نہیں، شمع نہیں، مشعل نہیں، شمعدان نہیں
شمع کے بجائے دیوٹ ہوتا ہے، یہ تین
پایہ کا ہوتا ہے، ایک پایہ میں چراغدان
کے منہ کی شکل کا ایک لوہا کگرمی
میں وصل کر کے لگا دیتے ہیں، ایک
دھیمی بتی دوسرے پایہ میں لگی
ہوتی ہے، داہنے ہاتھ میں کدو
کی ایک تونبی ہوتی ہے جس کا
سوراخ تنگ ہوتا ہے
راہ سے تیل کی پتلی سی دھار

[1] بابر نے اپنے حالات ترکی زبان میں لکھے تھے جو تزک بابری کے نام سے موسوم ہے، عبدالرحیم خانخاناں نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا، جو بمبئی میں چھپ گیا ہے، یہ عبارت فارسی ترجمہ کی ہے،

ایشاں یک کردوے ست کہ سوراخ آنرا	گرتی ہے، راجوں اور مہاراجوں
تنگ گذاشتہ اندکہ روغن ازاں جا باریک	کو رات کے وقت روشنی
شدہ میریزد، بادشاہان و امرائے ایشاں شبہا	کا جب کچھ کام پڑتا ہے،
اگر کاری کہ احتیاج بہ شمع داشتہ باشند ہمیں	تو نوکر چاکر، یہی کثیف
دیوٹ ہاے چرکیں این چراغ آوردہ نزدیک	دیوٹ لے کر ان کے پاس کھڑے
گرفتہ می ایستند،	ہوتے ہیں،
درباغ و عمارت ہا آب ہاے	باغوں اور عمارتوں میں آب رواں
رواں نے، در عمارات او صفا و ہوا	نہیں، عمارتوں میں نہ صفائی ہے
و اندام و سیاق نے، رعیت و مردم	نہ موزونی، نہ ہوا، نہ تناسب، عام
ریزہ تمام پاے برہنہ می گردند لنگوتہ	آدمی ننگے پاؤں ایک لنگوٹی
گفتہ یک چیز می بندند، زنان آنہا	لگائے پھرتے ہیں، عورتیں لنگی
خود یک لنگے بستہ اند، نصف آنرا	باندھتی ہیں، جس کا آدھا حصہ کمر سے
در کمر بستہ اند و نصف دیگر را بر سر خود	لپیٹ لیتی ہیں، اور آدھا سر پہ
انداختہ اند، (تزک بابری صفحہ ۲۰۴)	ڈال لیتی ہیں،

بابر کو قریباً چار سو برس ہوئے، لیکن آج بھی ہندوستان اس کے بیان کی عینی شہادت دینے کو موجود ہے،

اب دیکھو تیموریوں نے ہندوستان میں اگر تہذیب و تمدن کو کہاں سے کہاں پہونچا دیا، تہذیب و تمدن کی سینکڑوں جزئیات ہیں، ان میں سے مختصراً ہم بعض بعض کی تفصیل لکھتے ہیں،

زمین کی پیداوار ہندوستان اگرچہ زراعتی ملک ہے، اس لئے نباتات اور ثمرات کی قسم سے تمام چیزیں یہاں پیدا ہونی چاہیئے تھیں لیکن ہندو چونکہ ملک سے کبھی نکلتے نہ تھے، اس لئے ان کو دنیا کے ثمرات اور مزروعات کی خبر نہ تھی، اس کے سوا، اون کی قناعت پسند طبیعت کیلئے بڑہل، کٹہل اور پھوٹ کیا کم تھی، تیموریوں نے یہاں آنے کے ساتھ اس طرف توجہ کی، اور ایران و خراسان کے لطیف پھول اور پھل لاکر تمام ہندوستان میں پھیلا دیئے، قلم اور پیوند لگانے سے ہندو مطلقاً واقف نہ تھے، سب سے پہلے اکبر کے زمانے میں محمد قلی افشار نے جو کشمیر میں داروغۂ باغات تھا، کابل سے شاہ آلو منگواکر، پیوند لگایا، اور پھر عام رواج ہوگیا، تاہم اکبر کے زمانے تک آم کی قلم نہیں لگ سکتی تھی، خافی خاں واقعات سنہ ۱۰۳۹ ہجری (جلد ۱ ص ۳۰۳) میں لکھتا ہے،

"پیوند دادن اشجار میوہ دار در کشمیر و تمام ہندوستان نہ بود، محمد قلی افشار داروغۂ باغات کشمیر در عہد عرش آشیانی اول نہال شاہ آلو از کابل طلبیدہ پیوند نمودہ بہ آب و ہوائے آں جا موافق آمد، از آں ایام رواج یافت و سال بہ سال در ہمہ بلاد ہندوستان ازیں پیوند میوہ ہائے شاداب و شیریں بالیدہ گردیدند، الّا درخت انبہ را پیوند نتوانستند نمود۔"

اسی زمانہ میں اور بہت سے میوے، ولایت سے آئے انناس بھی اسی زمانے میں یورپ سے آیا، جہانگیر تزک میں لکھتا ہے، (ص ۳)

در ایام دولت حضرت عرش آشیانی (یعنی اکبر) اکثر میوہ ہائے ولایت کہ در ہند نبود، بہم رسید، اقسام انگور ہا از صاحبے و حبشی و کشمشی در شہر ہائے مقرر شائع گشت از جملہ میوہ ہا میوہ ایست کہ آں را انناس می نامند و در بنا در فرنگ می شود

درغایت خوشبوئی و راست مزگی ست درباغ گل افشان آگرہ ہرسال چندین ہزار بر می آید۔۔۔ درختاں سرو و صنوبر، و چنار، و سفیدار، و بید مولہ کہ ہرگز در ہندوستان خیال نکردہ بودند بہم رسیدہ و بسیار شدہ و درخت صندل کہ خاصۂ جزائر بود در باغ نشو و نما یافتہ"

اس سے ثابت ہوتا ہے، کہ اوس زمانے میں صندل کے درخت عموماً باغوں میں ہوتے تھے، حالانکہ آج اس ترقی کے زمانے میں بھی یہاں صندل کا نام ونشان نہیں، پستہ بھی آج کل ہندوستان میں پیدا نہیں ہوتا ہے لیکن اکبر کے زمانہ میں پستہ کا درخت لگایا گیا، اور بارآور ہوا، آئین اکبری میں ہے،

"ہمچناں تربز و شفتالو، و بادام و پستہ و انار و جز آں پیدائے گرفت"

پھول، ہندوستان میں یوں بھی کثرت سے تھے، یہاں تک کہ جہانگیر جب کشمیر گیا تو استاد منصور کو جو شاہی مصور تھا حکم دیا کہ خاص کشمیر کے پھولوں کی تصویریں کھینچے چنانچہ سو سے زیادہ پھولوں کی تصویریں لی گئیں، تزک میں جہانگیر خود لکھتا ہے،

"آنچہ نادر العصری استاد منصور نقاش شبیہ کشیدہ از یک صد گل متجاوز است"

لیکن تیموریوں کی خوش مذاقی نے اس پر قناعت نہ کی، بلکہ ایران اور توران کے پھول منگوا کر ہندوستان کو ایران کا چمن زار بنا دیا، آئین اکبری میں ہے،

"وگلہاے ایرانی و تورانی از گل سرخ و نرگس و بنفشہ، و یاسمن، کبود و سوسن و ریحان، و رعنا و زیبا و شقائق و تاج خروس و قلغہ و نافرمان و خطمی و جز آں بسیار شود"

ہندوستان کے گنوار مالی، باغ میں یوں ہی بے ترتیب درخت لگاتے تھے، چمن بندی

خیابان، ج۔ د ل، تختہ بندی کا نام بھی کسی نے نہیں سنا تھا نہ باغوں میں کسی قسم کی عمارت اور آبشار ہوتے تھے، بابر نے ہندوستان میں آکر ان چیزوں کو رواج دیا ابوالفضل لکھتا ہے،

"پیشتر در بستان ہا در سیم می کشتند، ازاں باز کہ قدوم فردوس مکانے (بابر) ہندوستان را فروغ افزود خیابان بندی و طرح آرائی پدید آمد و عمارت ہائے دلکشا و آبشار ہائے سامعہ افروز دیدہ دراں آفاق را بہ شگفت آورد"

صنعت اور مصنوعات تیموریوں نے سینکڑوں قسم کی صنعتیں جاری کیں جن سے یہاں کے اصلی باشندے ناواقف تھے، ان سب کی تفصیل کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے، ہم صرف بعض کے نام اور مختصر کیفیت لکھتے ہیں،

پارچہ جات، ہندو ہمیشہ سے نہایت سادہ لباس پہنتے تھے، اور غالباً اون کو گزہی گاڑھے کے سوا اور کچھ بُنا نہ آتا ہوگا، اکبر نے دلی، لاہور، آگرہ، فتح پور، احمد آباد، گجرات میں پارچہ بافی کے بڑے بڑے کارخانے جاری کیے اور ایران اور چین سے کاریگر بلوا کر ہر قسم کے قیمتی کپڑے تیار کرائے ابوالفضل لکھتا ہے،

از توجہ گیتی خداوند گوناگوں قماش چہرہ بر افروخت و ایرانی و فرنگی، و خطائی فراواں شد و استادان کارپرداز و ہنرمندان نادرہ آئین آمدہ ہنگامہ آموزش (تعلیم) گرم ساختند، در پیش گاہ حضور و شہر لاہور، و فتحپور و احمد آباد و گجرات کارنامہا پدید آمد، بہ گوناگوں تصویر نقش دگرہ و شگرف طرح ہاروائی (رواج) گرفت، و عالم نوردان کالا شناس (سیاح) بہ شگفت افتادند، + از قدر دانی نادرہ کاران زود دیاب این مرز (ملک) نیز آموختند"

ابوالفضل نے ان میں سے جن کپڑوں کے نام اور ان کی قیمتیں لکھی ہیں ان میں سے بعض کی تفصیل حسب ذیل ہے،

"مخمل زربفت[1]، فرنگی[2]، گجراتی[3]، کاشی[4]، ہردی[5]، طاس گجراتی[6]، دارائی[7]، مقیش[8]، شروانی[9]، مشجر فرنگی[10]، دیبائے فرنگی[11]، دیبائے یزدی[12]، خارا[13]، اطلس خطائی[14]، نوار خطائی[15]، خز[16]، مخمل فرنگی[17]، خاتی[18]، سہ رنگ[19]، قطنی[20]، کتان فرنگی[21]، تافتہ[22]، ابتری[23]، مسطبق[24]،

یہ سب ریشمی کپڑوں کے نام ہیں، سوتی کپڑوں کی تفصیل حسب ذیل ہے،

چوتار[1]، ململ[2]، نین سکھ[3]، سری صاف[4]، گنگاجل[5]، بھیروں[6]، ساتور[7]، بہادر شاہی[8]، گرہ سوتی[9]، شیلہ دکنی[10]، تھرکل[11]، سہن[12]، جبونہ[13]، اساولی[14]، محمودی[15]، پنچتولیہ[16]، جیولہ[17]، چھینٹ[18] وغیرہ وغیرہ"

شال جو کشمیر میں بنتی تھی اکبر نے اوس کو بھی بہت ترقی دی، پہلے صرف تین چار رنگ کی شالیں ہوتی تھیں، اکبر نے طرح طرح کے نئے رنگ ایجاد کئے، مثلاً نارنجی، ترنجی، قرمزی، کاہی، ارغوانی، عنابی، عسلی، سوسنی، جگری، زمردی وغیرہ وغیرہ، پوری تفصیل آئین اکبری میں ہے، اس کے علاوہ پہلے سادی شال بنتی تھی، اکبر نے اور بہت سی قسمیں ایجاد کیں، ابوالفضل لکھتا ہے،

"و نیز زردوزی، و کلابتوں، و کشیدہ، و قلغہ، و باندھنوں، و چھینٹ، و الچہ، و پرزدار، از فروغ خاطر والا ست"

پہلے شال کا کارخانہ صرف کشمیر میں تھا، اکبر کے زمانے میں خاص لاہور میں ہزار سے زیادہ کارخانے جاری ہوگئے،

بندوبست آراضی اور پیمائش ہندوؤں کے زمانے میں تشخیص مالگذاری کا صرف یہ طریقہ تھا کہ

ہل پیچھے کچھ رقم مقرر کر دیتے تھے، زمین کی پیمائش اور مختلف لیاقتوں کے لحاظ سے جمع کی تشخیص نہیں جانتے تھے، خافی خاں لکھتا ہے،

مخفی نماند کہ ولایت پر وسعت شش صوبہ دکن از قدیم ملک بود زرخیز میر حاصل کہ دستور تشخیص جمع مال برسر بیگہ وشمار پیمودن زمین بہ جریب وتقسیم غلہ نمودہ گرفتن درمیاں نہ بود، چناں مقرر بود کہ ہر یکے از دہاقین ومزارعان کہ بیک قلبہ ویک جفت گاؤ آنچہ می توانست، کشت کاری نمود وہر جنسے از حبوبات وبقولات کہ می خواست می کاشت، برسر قلبہ، قلیلے بہ اختلاف بلاد وپرگنات درسرکار می داد، باز پرس کمیت بہم رسیدن غلہ وغیرہ درمیان نمی آید[1]"

خافی خاں نے دکن کے ذکر کی خصوصیت کی وجہ سے دکن کا نام لیا، ورنہ کل ہندوستان کا یہی حال تھا، سب سے پہلے اکبر کے عہد سنہ ۲۷ جلوس شاہی میں راجہ ٹوڈرمل نے زمین کی پیمائش کرائی، اس کے مختلف درجے قائم کیے، اور اختلافِ درجات کے لحاظ سے مختلف شرحیں مقرر کیں، لیکن دکن میں اب تک وہی قدیم طریقہ جاری تھا، شاہجہاں کے عہد میں مرشد قلی خاں نے جو دکن کا صوبہ دار تھا حسب ذیل انتظامات کیے[2]

(۱) زمین کی پیمائش کرائی،

(۲) قابلِ زراعت اور ناقابلِ زراعت کی تفریق کی،

(۳) تقاوی دینے کا قاعدہ جاری کیا،

(۴) تشخیص جمع کے متعدد طریقے مقرر کیے، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے،

اسٹبائی، اس میں زمین کی تین قسمیں کیں،

---

[1] خافی خاں صفحہ ۷۳۲، [2] ایضاً صفحہ ۷۳۲، و ۷۳۳، میں یہ تفصیل ہے، میں نے اسی کا ترجمہ کر دیا ہے،

باراؤلی، اسمیں نصف بٹائی مقرر کی لیتی جس قدر غلہ پیدا ہو اس میں آدھا سرکاری حق ہے،

چاہی، یعنی وہ زمین جو آب پاشی کے ذریعہ سے کام میں لائی جائے، اس میں صرف ایک تہائی سرکار کا حق تھا، اکھ، انگور، کیلہ، پوست، زیرہ، اسپغول، ان چیزوں میں نویں حصے سے لیکر چہارم تک، سرکاری مالگذاری میں داخل ہوتا تھا،

نہری، یعنی وہ زمین جسمیں نہروں سے آب پاشی کی جاتی تھی،

۲۔ جریب، اس طریقہ میں فی بیگہ، چوتھائی پیداوار لیجاتی تھی،

شاید ایک نکتہ چیں بول اٹھے کہ زمین کا بندوبست وغیرہ جو کچھ کیا تھا، ٹوڈرمل نے کیا تھا، جو ہندو تھا لیکن یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں، ہر سلطنت میں دوسری قوموں سے بھی کام لیا جاتا ہے، لیکن وہ سلطنت ہی کے کارناموں میں محسوب ہوتا ہے، اس کے علاوہ یہ بات بھی لحاظ رکھنے کے قابل ہے کہ ٹوڈرمل کے اکثر کارناموں میں امیر فتح اللہ شیرازی کی شرکت تھی، جس کے فضل و کمال کا تمام ہندوستان اور ایران میں جواب نہ تھا، ابوالفضل اس کی نسبت کہا کرتا تھا، کہ "اگر کہن نامہ ہاے دانش مفقود شوند او اساس نو برنہد" سنہ جلوس اکبری میں وہ امین الملک مقرر ہوا، اور حکم ہوا کہ ٹوڈرمل اس کے مشورہ سے ملکی اور مالی کاموں کو انجام دے، چنانچہ مآثر الامرا میں ہے،

حکم شد کہ راجہ ٹوڈرمل مہات ملکی، و مالی بہ صواب دید امیر رو براہ کند، کہن سعاملہا کہ از زمان مظفر خاں تشخیص نیافتہ بہ انجام رساند امیر فصلی چند کہ متضمن کفایت سرکار و رفاہ رعایا بود برگذارد پذیرفتہ شد (صفحہ ۱۰۱ جلد اول)

افزائش و ترقی حیوانات، کسی ملک کے تمدن کی ترقی کا ایک بڑا لازمہ یہ ہے کہ غیر ملک کے حیوانات کی نسلیں اضافہ کی جائیں، ملکی جانوروں کی نسلوں کی ترقی و تربیت اور وسعت

کا انتظام کیا جائے، تیموریوں نے اس صیغہ کو بے انتہا ترقی دی،

اونٹ اس ملک میں بالکل نہیں ہوتے تھے، ضرورت کے لیئے باہر سے منگوائے جاتے تھے، اور اس وجہ سے ہر شخص کو میسر نہیں آسکتے تھے، اکبر نے اس کے لئے ایک خاص محکمہ قائم کیا، اور چند روز میں نہایت عمدہ نسلیں تیار ہوگئیں، ابوالفضل آئینِ اکبری میں لکھتا ہے،

وبہ شاہی خواہش راجیاں نتاج برگرفتند کہ از عراقی بختیاں برگذشت،

(صفحہ ۲ جلد سوم مطبوعہ نولکشور)

اجمیر، جودھ پور، ناگور، بیکانیر، جیلمیر، بھنڈا میں کثرت سے نسلیں پھیلیں، ابوالفضل نے لکھا ہے، کہ ایک ایک شخص کے پاس دس دس ہزار اونٹ تک ہوتے تھے،

ہندوستان کے اصلی گھوڑے پست قد ہوتے تھے جن کو اس زمانے میں گوٹ یا ٹانگن کہتے تھے، اکبر کے زمانے میں سوداگر عراق، عرب، روم، ترکستان، بدخشاں، تبت وغیرہ سے گھوڑے لاتے تھے، لیکن اکبر نے نئی نسلوں کے پیدا کرنے کا انتظام کیا، اور نہایت اعلیٰ درجے کے گھوڑوں کی نسلیں تیار ہوئیں، جہانگیر تزک میں لکھتا ہے،

پیش از عہد دولت حضرت عرش آشیانی (یعنی اکبر) مدار سواری مردم اینجا برگونٹ بود، اسپ کلاں نمی داشتند، مگر از خارج اسپ عراقی و ترکی رسم تحفہ جہت حکام آوردندی گونٹ عبارت از یابوئی ست چہار شانہ بزمین نزدیک در سایہ کوہستان ہند فراواں می باشد + بعد ازاں کہ ایں گلشن خدا آفریں بہ تائید دولت ویمن تربیت خاقان سکندر آئین، رونق جاوید یافت، بسیارے از ایماقات را دریں صوبہ جاگیر مرحمت فرمودہ گلہ ہائے اسپ عراقی و ترکی حوالہ شد کہ کرہ (بچھیرے) بگیرند + در اندک فرصت

اسپاں بہم رسیدہ (صفحہ ۳۰۱)

ابوالفضل آئینِ اکبری میں لکھتا ہے،

"کارشناسان دیدہ ور در نتایج ایں ہوش پذیر آدمی خود دل بستند۔ در اندک فرصتے ہندوستان با جستانِ عرب آمد، و بسیارے از عربی و عراقی جدا نتوانند کرد"

(جلد اول صفحہ ۹۴)

اس کے بعد گھوڑوں کی خرید و فروخت اور ترقی اور نمایش کے لئے اکبر نے جو انتظامات کئے تھے، اوس کو ابوالفضل نے بہ تفصیل لکھا ہے،

خچر صرف پکھلی کے علاقہ میں ہوتے تھے، لیکن سواری کے قابل نہیں ہوتے تھے، اور لوگ اس کی سواری کو گدھے کی طرح ننگ سمجھتے تھے، اکبر نے اوس کی نسل کو اس قدر ترقی دی کہ ہزار روپیہ تک اس کی قیمت پہونچی، اور لوگوں کو اس کی سواری سے عار نہ رہا[1]،

اکثر جانور ایسے ہیں جو جنگل کے سوا بچے نہیں جنتے، مثلاً ہاتھی، شیر، چیتے، چکور، سارس وغیرہ، لیکن تربیت کے ذریعہ سے اس قدر اون کے اخلاق اور عادات میں تغیر پیدا کیا گیا کہ گھروں میں اون سے بچے اور انڈے پیدا ہوئے، اکبر نے ایک زمانے میں ہزار چیتوں کو یکجا کیا، اور چاہا کہ نر مادہ سے جفت ہو، لیکن ناکامیابی ہوئی، جہانگیر کے عہد میں اس قدر تغیر ہوا، کہ ہاتھی اور چیتے، مادہ سے جفت ہوئے اور بچے جنے، جہانگیر تزک میں لکھتا ہے،

یوز مقرر است کہ در غیر جاہائے کہ می باشد بہ مادہ خود جفت نمی شود، چنانچہ والد بزرگوارم یک مدتے تا ہزار یوز جمع کردہ بودند بسیار خواہاں آں بودند کہ آنہا با یک دگر جفت شوند اصلا نمی شد و بارہا یوز ہائے نر و مادہ در باغات قلادہ بر آوردہ سر داد

---

[1] آئین اکبری جلد اول صفحہ ۹۴،

در آنجا ہم نہ شد، دریں ایام یوز نرے قلادہ خود را گسیختہ بہ سر مادہ بوزے می رود ۔۔۔

می شود، بعد از دو نیم ماہ سہ بچہ زائیدہ و کلاں شدہ"

جہانگیر نے فخریہ لکھا ہے کہ میرے زمانے میں صحرائی جانور اس قدر رام ہو گئے ہیں کہ شیر اور چیتے قطار در قطار بے قید و زنجیر شہر میں چھوٹے پھرتے ہیں اور کسی کو نہیں ستاتے، ہتھنی، شیرنی، چکور کے بچہ جننے اور انڈے دینے کا حال جہانگیر نے تزک میں لکھا ہے،

جہانگیر نے ایک عظیم الشان جانور خانہ تیار کرایا تھا، اوس کو حیوانات کا اس قدر شوق تھا کہ اپنے ایجنٹوں کو دور دراز مقامات پر نئے نئے جانوروں کے مہیا کرنے کے لیے بھیجا تھا، ایک دفعہ مقرب خاں کو گووا میں بھیجا کہ وہاں سے یورپ وغیرہ کے نادر جانور خرید کر کے لائے، مقرب خاں بے شمار روپیہ خرچ کر کے بہت سے عجیب و غریب جانور لایا، انہی میں پیرو بھی تھا، جس کو انگریزی مرغی کہتے ہیں، چنانچہ اس واقعہ کو جہانگیر نے نہایت تفصیل سے لکھا ہے، اس کا اقتباس یہ ہے،

"حسب الحکم بہ استعداد تمام بہ گووا رفت و مدتے دراں جا بودہ نفایسے کہ دراں بندر بدست افتاد اصلا روے زر نہ دید، بہ ہر قیمتے کہ فرنگیاں خواستند زر دادہ گرفت ۔۔ از ہر جنس چیزہا و تحفہا داشت ازاں جملہ جانورے چند آوردہ بود، بسیار عجیب و غریب چنانچہ تا حال ندیدہ بودم، بلکہ نام او را کسے نمی دانست"

جہانگیر نے ان تمام جانوروں کی تصویریں بھی کھچوائیں، چنانچہ تفصیل اس کی آگے آئے گی، ان میں سے ایک جانور کا حال ان لفظوں میں لکھا ہے،

میمونے آوردہ بود بہ ہیأت غریب ۔ دست و پا و گوش و سر او بعینہ میمون ست و روے او بہ شبے روباہ می ماند، رنگ چشمہائے او برنگ چشم باز لیکن چشم او از چشم باز

کلاں تر ست، از سر او تا سر دم یک درع معمول بوده است، از میمون پست تر واز روباہ بلند تر ست پشم او بطریق پشم گوسفند ورنگ آں خاکستری ست، از بنا گوش تا زنخ سرخ ست می گوں + وگاہے آوازے از وظاہر می شود بطریق آواز آہو برہ مجملاً خیلے غرائب دارد،،

جانوروں کی پرورش، پرداخت، تربیت، علاج وغیرہ کے متعلق اس قدر سامان فراہم کئے گئے تھے، کہ اون کی تفصیل اس مضمون میں نہیں آسکتی، آئین اکبری اور تزک جہانگیری دیکھنی چاہئے،

سنہ ۱۰۲۳ ہجری میں ولایت زیر باد سے ایک عجیب وغریب پرند، چڑیا خانہ میں داخل ہوا، جس کی کیفیت جہانگیر نے ان الفاظ میں لکھی ہے،

یکے از خصوصیات ایں جانور آں ست کہ تمام شب پاے خود را بر سر شاخ درختے یا چوبی کہ او را بر آں نشاینده باشند بند کردہ خود را سر شیب (الٹا) می سازد و باخود زمزمہ می کند + آب مطلق نمی خورد و در طبیعت او کار زہر می کند، تا آں کہ بقاے حیوانات بر آب ست[1]،

رفاہ عام کے کام عمارات اور سڑک وغیرہ

اس محکمہ کو تیموریوں نے بے انتہا ترقی دی، لیکن انصاف یہ ہے کہ اس کا سنگ بنیاد **شیر شاہ** نے رکھا تھا، تیموری اس کے مقلد تھے، شیر شاہ نے بنگالہ سے آگرہ، مانڈو اور سونپت تک راستہ میں مسجدیں، پختہ کنوئیں اور سرائیں بنوائیں اور حکم دیا کہ ہندو اور مسلمان سب کے لئے سراؤں میں کھانا مہیا رہے، سڑکوں کے دونوں طرف سایہ دار درخت لگائے، چنانچہ خافی خاں اس واقعہ کو ان الفاظ میں لکھتا ہے،

---

[1] تزک جہانگیری صفحہ (۱۴۳)

"مابین راہ بنگالہ تا اکبرآباد و ماندو و سلہٹ کہ مسافت بعید است برائے مسافراں مسجد و چاہ پختہ ساختہ، و در مساجد موذن و جاروب کش، ہمہ وظیفہ مقرر نمود، و در سراہا، طعام پختہ و خام برائے مسافرین و متر ددین مسلمین و ہنود قرار دادہ جہت پختن آں غلاماں و نوکراں نگاہ داشتہ بود، گویند آتش پز اں سراہا کہ ہند کہ بھٹیارہ و بھٹیاری زبان زد، مردم ہند گردیدہ انداز اولاد ہماں ہا ماندہ اند، و مقرر نمودن اسپان سرکار در سراہا برائے زود رسیدن اخبار مختلفہ روزگار بہ دربار بہ طریق ڈاک از اختراع اوست و مابین راہ ہا اشجار میوہ دار و درختان سایہ دار برائے آرام مسافراں نشاندہ[1]"

جہانگیر نے اپنی تخت نشینی کے پہلے ہی سال اس محکمہ کی طرف توجہ کی، چنانچہ احکام دوازدہ گانہ میں سے دوسرا حکم یہ تھا کہ راستوں میں مسجدیں، کنویں اور سرائیں تیار کیجائیں اس کے ساتھ یہ حکم دیا کہ جو شخص لاوارث مرے اس کے متروکہ سے مسجدیں اور سرائیں، کنویں اور تالاب تعمیر کئے جائیں، اور پلوں کی مرمت کرائی جائے، انہی احکام دوازدہ گانہ میں یہ بھی تھا کہ تمام بڑے بڑے شہروں میں اسپتال بنائے جائیں جن میں سرکاری طبیب علاج کے لئے مقرر ہوں اور دوا وغیرہ کا صرف سرکار سے دیا جائے[2]،

سال اول جلوس میں جہانگیر نے حکم دیا کہ تمام شہروں میں غلہ خانے قائم کئے جائیں جہاں راہ گیروں اور مسافروں کو کھانا تقسیم کیا جائے چنانچہ تزک میں لکھتا ہے،

در تمام ملک محروسہ خواہ در محال خالصہ و خواہ جاگیر دار حکم فرمودم کہ غلور خانہ ہا ترتیب دادہ بجہت فقرا فراخور گنجائش آں محل، طعام درویشانہ طبخ می نمودہ باشند تا مجاوراں و مسافراں بہ فیض رسند[3]"

---

[1] خافی خاں جلد اول صفحہ ۲۰۱، واقعات ۹۱۵ھ [2] تزک جہانگیری صفحہ ۳، [3] ایضاً ص ۳۵،

۲۰۱۹ھ ہجری میں اس صیغہ کو اور وسعت دی یعنی عام طور پر فقرا کے لئے لنگر خانے بنوائے، چنانچہ تزک میں لکھتا ہے۔

"بفدہم ذی قعدہ حکم کردم کہ در شہرہائے کلانِ ممالکِ محروسہ مثل احمد آباد و الہ آباد، و لاہور و آگرہ و دہلی وغیرہ غلور خانہ بجہت فقرا ترتیب دہند"

۱۰۲۰ھ ہجری میں اس پر اور اضافہ کیا، چنانچہ اس کی تفصیل **خافی خاں** ان الفاظ میں لکھتا ہے،

"درہمیں سال کہ مراد از سنہ ہزار و بست و ہشت باشد حکم فرمودند کہ ما بین راہ از لاہور تا تعلقہ سرحد مالوا، بہ فاصلہ یک کروہ جریبے یک میل و ما بین دو میل یک چاہ بسازند، و ہمہ جا دو رستہ درختان سایہ دار نشانند و بہ زمینداران و حکام، احکام ترتیب اشجار صادر فرمودند ہر جا محال خالصہ (یعنی شاہی جاگیر) برائے ساختن سرا حکم نمودند و بہ امرا حکم فرمودند کہ در تعلقہ محال جاگیر خود ہر مکانے کہ قابل سرا ساختن باشد برائے نزول مسافرین دمتردین سرائے پختہ و مسجد و چاہ بسازند، و اکثر جاگیرداران بموجب اشارہ بادشاہ و ہم چشمی یک دیگر بنائے خیر احداث سرا ما بین ہر چہار پنج کردہ گذاشتند"[1]

غور کرو ایک ایک کوس پر میل دو دو میل کے بیچ میں ایک ایک کنواں چار چار میل کے بیچ میں سرائیں بنوانا کس قدر مصارفِ کثیر کا کام ہے، اور جس ملک میں یہ انتظام ہو وہاں سفر کرنا کس قدر آسان ہوگا،

جہانگیر نے سڑک پر جو میل بنوائے تھے، وہ بڑے بڑے چوڑے مینار کی شکل کے تھے اور آج بھی پنجاب کی راہ میں موجود ہیں، اور ریل پر سے نظر آتے ہیں،

راستے کے امن و امان اور سفر کی آسانی کا یہ نتیجہ تھا کہ ایران اور بغداد اور شام

[1] خافی خاں ص ۲۹۰

کی چیزیں ہندوستان کے بازاروں میں اس کثرت سے ملتی تھیں کہ خود ان ملکوں میں نہیں مل سکتی تھیں، دیر پا چیزیں ایک طرف پھل اور میوے تین تین مہینہ کے راستہ سے تازہ بتازہ پہونچتے تھے، جہانگیر نے ایک موقع پر خود اس انتظام پر استعجاب کے ساتھ خدا کا شکر کیا ہے، سالہ جلوس میں جب اس کے دستر خوان پر مختلف ملکوں کے تازہ میوے ایک ساتھ چنے گئے تو اوس کو بھی حیرت ہوئی، اور بول اٹھا کہ اس نعمت کا شکریہ کس زبان سے ادا کیا جائے، چنانچہ لکھتا ہے،

"دریک خوان چندیں قسم میوہ حاضر آوردند خربزہ کاریز و خربزہ بدخشاں وکابل وانگور سمرقند و بدخشاں، وسیب سمرقند وکشمیر وجلال آباد + وانناس کہ از میوہ ہائے بنادر فرنگ ست + وکولہ کہ در شکل واندام خورد از نارنج ست + و درصوبہ بنگالہ خوب می شود، شکر ایں نعمت بکدام زبان اداتواند نمود،" (صفحہ ۱۷۳)

یہ نہیں خیال کرنا چاہیئے، کہ یہ انتظام بادشاہوں کے لئے مخصوص تھا، بلکہ ہر کس و ناکس کو یہ چیزیں بازار میں میسر آسکتی تھیں، آئینِ اکبری میں تفصیل سے لکھا ہے کہ کہاں کہاں سے میوہ جات آتے تھے، اور تمام بازاروں میں بکتے تھے[1]،

آج اس وسعت اس انتظام، اس ترقی کے زمانے میں ہم کو بلوچستان اور کابل سے ادھر کے میوے نصیب نہیں ہوسکتے،

راستوں کے انتظام اور ڈاک کے بیان میں یہ بات بھی لکھنے کے قابل ہے کہ معمولی طریقے کے علاوہ نامہ بر کبوتر بھی تیار کئے گئے، اور اون سے کام لیا گیا، چنانچہ جہانگیر تزک میں لکھتا ہے،

"بہ کبوتر بازاں فرمودم کہ ایں بار را آموختہ کنند و ایں کبوتر بازاں چند جفتے را

[1] آئین اکبری جلد اول ص ۴۳،

چناں آموختہ کردند کہ در اول روز کہ انہ مانند پرواز آں ہا می نمودیم اگر کثرت باراں بسیار می شد نہایتش تا دو نیم پہر بلکہ تا یک و نیم پہر بہ برہان پور می رسیدند و اگر ہوا بغایت صاف می بود اکثرشے در یک پہر می رسیدند (صفحہ ۱۹۱)

ایجادات و اختراعات تمدن کی ترقی کا ایک ضروری نتیجہ ایجادات اور اختراعات ہیں، تیموریوں کے زمانے میں ہر شاخ میں طرح طرح کی چیزیں ایجاد ہوئیں، ان میں سے جو علمی ایجادات تھے، ان میں سے بعض کا حال ہم لکھتے ہیں،

ایک عجیب و غریب حوض یہ حوض، فن عمارت کی ایسی بوالعجبی تھی جس کی نظیر آج بھی مشکل سے ملے گی، اس کا موجد حکیم علی تھا، جو اکبر کے دربار کا مشہور حکیم اور موجد تھا، یہ حوض حکیم موصوف نے سنہ ۲۹ جلوسِ اکبری میں بنایا تھا، جس کی یہ کیفیت تھی کہ حوض کے اندر ایک مختصر سا کمرہ تھا، جس میں دس بارہ آدمی بیٹھ سکتے تھے، کمرہ میں ہر طرف سے روشنی آتی تھی، لیکن ہوا کا رخ اس طرح قائم کیا تھا کہ پانی نہیں آسکتا تھا، کمرہ فرش فروش سے آراستہ رہتا تھا، کھانا بھی تیار ملتا تھا، مآثر الامرا میں اس کا حال اور اکبر کے سیر کرنے کی کیفیت حسب ذیل لکھی ہے،

"در کنج حوض سرے بہ آب فرو بردہ دو سہ زینہ پائیں رفتہ بداں خانہ درآمد بسیار بہ تکلف آراستہ در غایت روشنی، جاے دہ دوازدہ کس است، فرش خواب درخت پوشش مہیا و حاضری طعام موجود، چند جلد کتاب در طاقہا گذاشتہ ہوا می گذاشت کہ یک قطرۂ آب اندرون درآید، و چوں بادشاہ لختے درنگ فرمود عزیب حالتے بر مردم بیروں رو آورد"[۱]

سنہ ۱۰۱۸ ہجری میں جہانگیر نے اس کی سیر کی چنانچہ تزک میں اس کا حال لکھا ہے،

---

[۱] مآثر الامراء جلد اول صفحہ ۵۷۰،

"حوض مذکور شش گز در شش گز ست و در پہلوے حوض خانہ ساختہ شدہ در غایت روشنی کہ راہ بہ آں خانہ ہم از درون آب ست و آب ازاں راہ درون در نمی آید دہ دوازدہ کس دراں خانہ صحبت می داشتند"[۵۱]

کل کی چکی | یہ چکی امیر فتح اللہ شیرازی نے ایجاد کی تھی، جو ۹۹۱ھ میں اکبر کے حسب الحکم فتحپور میں آیا، اور امین الملک کے عہدہ پر ممتاز ہوا تھا، یہ چکی پانی اور ہوا وغیرہ کے زور سے نہیں بلکہ خود بخود چلتی تھی، مآثر الامرا میں لکھا ہے،

آسیاے ساختہ کہ خود حرکت می کرد، و آرد می ساخت[۵۲]،

آج تو یہ ایجاد ایک معمولی بات ہے، لیکن اس زمانے میں یورپ میں بھی عجیب سمجھی جاتی ہوگی،

توپ کی مختلف قسمیں | اکبر کے صناعوں نے مختلف طرح کی توپیں ایجاد کیں، ان میں سے ایک سترہ نال کی تھی، اور ایک ہی دفعہ سب نالیں سر ہوتی تھیں، ایک ایسی تھی کہ چوڑیوں کے حلقے کی طرح الگ الگ ہو جاتی تھی، اور ضرورت کے وقت حلقے ملا دیتے تو ایک توپ بن جاتی تھی، چنانچہ ابو الفضل آئینِ اکبری میں لکھتا ہے،

"گوناگوں اختراع فرمودہ جہانے بشگفت زار افتاد، یکے بروے کار آوردہ در یورشہا از ہم جدا کردہ بہ آسانی برند، و نیز ہفدہ را چناں یکتائی داد کہ یک فتیلہ ہمہ کشادہ دہد، و نیز چناں برساخت کہ یک فیل بہ آسانی کشد و آں را گج نال نامند"

گوے آتشیں، | اکبر کبھی کبھی راتوں کو گیند کھیلتا تھا، اس لئے اس قسم کے گیند ایجاد کئے کہ رات کو شعلہ کی طرح روشن نظر آئیں،

---

۵۱ تزک جہانگیری صفحہ ۳، ۵۲ مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۱۰۳،

اس قسم کی بہت سی ایجادیں ہوئیں جن کی تفصیل ایک مضمون میں سما نہیں سکتی

نفاست پسندی ضروریات کی وسعت آسایش کے سامان

تمدن کا سب سے مقدم اثر یہ ہوتا ہے، کہ ضروریاتِ معاشرت بڑھتے جاتے ہیں، مثلاً سادہ زندگی یہ ہے کہ زمین پر بیٹھے اور کیلہ کے پتہ پر کھانا رکھکر کھالیا، تمدن آتا ہے تو یہ سامان ساتھ لاتا ہے، کہ چاندنی کا فرش ہے اس پر زیر انداز، زیر انداز پر طشت یا سیلابچی، آدمی نے آفتابہ ہاتھ میں لیکر ہاتھ دھلوائے پھر دسترخوان بچھایا گیا، رنگ برنگ کے مختلف برتنوں میں کھانے آئے کھانوں کی مناسبت سے ہر ہر برتن کا رنگ اور صورت شکل مختلف ہے، کھانا کھاچکے، تو طشت، سیلابچی، آفتابہ وغیرہ آیا، اب کی ہاتھ دھونے کے لئے بیسن بھی ہے، ہاتھ دھوکر رومال سے صاف کیا، یہ تو قدیم تہذیب تھی، نئے فیشن نے اس پر اور بھی نئے نئے حاشیے چڑھائے،

ہندوستان میں مسلمان آئے تو یا وہ حالت تھی جس کو تصویر بابر نے کھینچی ہے کہ لنگوٹی لگائے پھرتے تھے، یا مسلمانوں نے ایک ایک چیز میں تہذیب و تمدن کی ہزاروں شاخیں پیدا کر دیں، مثلاً پہلے گھوڑوں پر ننگی پیٹھ سوار ہوتے تھے، یا کمل وغیرہ ڈال لیتے تھے، تیموریوں کے عہد میں گھوڑے کے لئے جو سامان پیدا ہوئے اس کی یہ تفصیل ہے،

زین

ارتک

یال پوش

پشمین رکاب

جل

تختہ بند

پشت تنگ

تکس راں

نکمتہ

قیزہ

دست مال

خرخرہ

رکاب

آئین اکبری میں ان سب کی تصویریں بھی دی ہیں،

گھوڑوں کی تربیت، خدمت اور نگہداشت کے لئے جن نوکروں کی ضرورت ہوتی تھی اون کی تفصیل یہ ہے،

داروغہ، مشرف، دیدہ ور، چابک سوار، نعلڈا، مردھہ، بیطار، نقیب، شائیں

جلودار، نعل بند، زین دار، آب کش، فراش، سپند سوز، خاک روب،

آئین اکبری میں ان سب کے کام اور اون کے مشاہرے بہ تفصیل لکھے ہیں،

لنگوٹہ اور دھوتی کے بجائے کپڑوں کے یہ اقسام پیدا ہوئے،

دوتاہی، پیشواز، شاہ آجیدہ، شوزنی قلمی، قبا، فرجی، فرغل، چکن، شلوار، جامہ، کلاہ، صدری، قمیص، عبا، نیم تنہ، شلوکہ، کمربند،

ان میں آج بہت سے متروک ہیں،

زنانہ لباس اور زیور اور آرایش کے متعلق نورجہاں بیگم نے جو جو اختراعات کئے تہذیب و تمدن قیامت تک اوس کے احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتے ہندو

کا کیا ذکر ہے، مسلمانوں میں بھی نورجہاں سے پہلے زیورات بھدے اور ناموزوں ہوتے تھے، جیسے آج کل ہندوؤں کے ہوتے ہیں، لباس، اور وضع قطع میں بھی نازک ادائیاں نہ تھیں، آج دلی اور لکھنؤ کی بیگمات کے لباس اور وضع کی تمام تراش خراش سب نورجہاں کے عہد کی یادگاریں ہیں، جن میں خفیف تغیرات ہوتے گئے، خود جہانگیر کہا کرتا تھا کہ جب تک نورجہاں میرے گھر میں نہیں آئی، میں گھر کی زیب و زینت سے واقف نہ ہوا، مآثر الامرا میں ہے،

"اکثر زیور و لباس و اسباب تزئین و تقطیع کہ معمول ہند ست اختراعی و ابداعی اوست، مثل دو دامنی، جہت پشواز، پنج تولیہ، جہت اوڑھنی، بادلہ و کناری وعطر و گلاب و فرش چاندنی ہمہ وضع اوست[1]"

خافی خاں کہتا ہے،

"اقسام زیور و لباس زنان ہند کہ در محل بادشاہی و امرائے مغلیہ تا حال رواج دارد ہمہ وضع کردۂ اوست۔ و زیور و پیرایۂ سابق کہ بسیار کلفت و بدنما بود منسوخ ساخت، چاندنی کہ بنفس الامر عجب فرش عیب پوش خانۂ نامراد و گرد پوش دولت مندان ست و در شبہائے مہتاب نمود خاص دارد، وضع کردۂ ہمان ست، و اقسام جنس بادلہ قسم سنگین آنرا بنام بادشاہ و کارخانہ موسوم ساخت و جنس بک کہ ازاں تمام خلعت عروس و داماد مردم نامراد بہ پانزدہ و بست روپیہ تمام شود، و دیگر تصرفت ہائے بجائے او کہ بدلے او و بہ برائے شاہ و گدا بہ کار آید زیادہ

---

[1] تزک جہانگیری جلد اول صفحہ ۱۳

ازاں ست کہ بہ تفصیل آں تواں پرداخت" (صفحہ ۲۶۹)

آسایش اور آرام اور راحت کے جو ہزاروں سامان پیدا ہوئے اون کا شمار نہیں کیا جا سکتا، ہندوستان میں قدرتی تمام اشیاء پیدا ہوتی تھیں لیکن لوگوں کو اون سے کام لینا نہیں آتا تھا، مسلمانوں کی خوش مذاقی اور جدت طلبی سے ہزاروں چیزیں کام میں آئیں۔ اور ایک نئی دنیا پیدا ہوگئی، شورہ خاص یہاں کی پیداوار ہے، لیکن کسی کو ہزاروں برس تک یہ خیال نہ آیا کہ اس سے پانی ٹھنڈا کیا جا سکتا ہے، حالانکہ ٹھنڈے پانی کی ضرورت جس قدر ایسے گرم ملک میں ہوسکتی تھی محتاج بیان نہیں، برف بھی پہاڑوں سے آسکتی تھی، لیکن یہاں کے لوگوں کو اپنی وحشیانہ زندگی میں آب سرد کی ضرورت کیا تھی، لیکن مسلمان عجم سے آئے، تو وہ ایسی زندگی کیونکر بسر کر سکتے تھے، اکبر نے شورہ سے پانی سرد کرنے کو رواج دیا، پہاڑوں سے برف آکر بازاروں میں بکنے لگی، خس کی ٹٹی بھی اکبر ہی کی ایجاد ہے، ابوالفضل آئین اکبری میں لکھتا ہے،

"بہ شورہ سرد کردن رواے گرفت، واز شمالی کوہ برف و یخ آوردن کہ و مہ دانست، بیخے است بویا و بس خنک آں راخس گویند، بہ فرمایش گیتی خدیو ازاں نے بست خانہا ساختن رواج یافت،" (صفحہ ۲ جلد ۳)

عمارت، فن عمارت میں جو نفاستیں اور ایجادیں پیدا ہوئیں اون کا بیان **تاج گنج** اور **جامع مسجد دہلی** کی زبان سے ہر شخص سن سکتا ہے، ہندوؤں کے مکانات کی جو اصلی وضع تھی اس کی زندہ مثالیں بنارس میں آج ہزاروں موجود ہیں، یہ مکانات کروڑپتیوں کے ہیں، جن پر لاکھوں روپئے خرچ ہوئے ہیں، لیکن دروازے

اتنے اونچے ہیں کہ سرکش سے سرکش آدمی کو اون کے آگے سر جھکانا پڑتا ہے، ہوا کو تو کبھی کبھی ان میں آنے کی اجازت مل جاتی ہے، لیکن روشنی کو مشکل سے بار مل سکتا ہے، بلند دروازے، وسیع دالان، شاندار شہ نشین، مسلمانوں کی بدولت ملک میں رواج پائے،

فنون لطیفہ یا فائن آرٹس | یعنی موسیقی، مصوری وغیرہ، ان پر مستقل علیحدہ مضمون لکھوں گا،

(مقالات شبلی، مطبوعہ لکھنؤ)

مسلمانوں کی علمی تعصبی بے

اور

ہمارے ہندو بھائیوں کی ناسپاسی

چند روز ہوئے اردوئے معلی میں ملاسیحی کی رامائن پر ایک ہندو مضمون نگار کا ایک مضمون شائع ہوا تھا مضمون کا مقصد بظاہر کتاب پر تقریظ لکھنا تھا لیکن مضمون نگار نے تقریظ کے پردہ میں جن فیاضانہ خیالات کا اظہار کیا، اس کے اقتباسات حسب ذیل ہیں۔

"صدیوں سے ایک ایسی کتاب گمنامی کے ظلمات میں پڑی ہوئی تھی، وجہ شاید یہ ہو کہ مسلمانوں نے اسے پسند نہ کیا ہو"

"مسلمانوں نے صدیوں اس ملک پر مسلسل حکومت کی، اور اس کا خاتمہ بھی ہوگیا مگر اس ملک کے علم ادب کی طرف اونھوں نے بہت کم توجہ کی، + + + ہندو جب اون کی رعایا تھے تب بھی وہ ہندوں کے علم ادب سے بے خبر تھے، + + + امیر خسرو نے یہاں کی زبان کی طرف توجہ کی تھی، مگر محض تفریح کے طور پر وہ ہندی زبان میں کچھ کہہ لیا کرتے تھے، ہندو کی کتابوں کے مطالعہ کی طرف کبھی اون کا خیال نہیں ہوا، نہ وہ کچھ ان کی خبر رکھتے تھے،"

"مگر عہد اکبری میں جو کچھ ہوا وہ بہت محدود تھا"

"داراشکوہ نے البتہ ہندوؤں کی اونچے درجہ کی کتابوں کی طرف بھی توجہ کی تھی۔۔
اس کوشش کی بدولت جو آپ نے ہندوؤں کی کتابوں کا مطلب جاننے کے لئے کی تھی آپ
کو کفر کا فتویٰ ملا اور جان دینا پڑی"

"ملا مسیح کے نام تک کا پتہ نہیں چلتا، صرف اتنا معلوم ہوا کہ وہ پانی پت کے رہنے والے تھے"
"اس زمانہ میں کوئی ہندوانہ قصہ لکھنا مسلمانوں کے لئے آفت سے کم نہ تھا ہندوؤں
کی کوئی بات اپنے قلم سے لکھنے میں مسلمان مصنف کو کافر بننے کا خوف اتنا تنگ کرتا تھا کہ وہ
ایک دم گھبرا جاتا تھا، ملا مسیح نے رامائن تو لکھی ہے، مگر غریب کو بہت کچھ ثبوت دینا پڑا کہ میں
پکا دیندار مسلمان ہوں، کافر نہیں ہوگیا ہوں، شاید ان کو لوگوں نے رامائن لکھنے پر آمادہ
دیکھ کر کافر کہا ہوگا"

"آپ کے عذر گناہ سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ جہانگیر کے وقت تک بھی
ہندوؤں کی باتوں کی طرف متوجہ ہونے سے مسلمان لوگ کافر سمجھے جاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ
مسلمانوں کو ہندوؤں کے لٹریچر سے سدا محرومی حاصل رہی، اور اس کا سلسلہ آج تک ویسا
ہی چلا آتا ہے"!!

یہ مضمون اس شخص کے قلم سے نکلا ہے، جو کلکتہ کے مشہور اخبار. بھارت مترکا اڈیٹر
ہے، اردوئے معلیٰ نے اس کو بغیر کسی قسم کے ریمارک کے شائع کیا ہے، اور ہندوؤں کے مشہور
اردو رسالوں میں بڑی قدردانی کے ساتھ گردش کرتا رہا ہے،

سب سے پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو لوگ ہندو مسلمانوں کے اتحاد کی خواہش
ظاہر کرتے ہیں، یا جو لوگ ان دونوں فرقوں میں سے کسی فرقہ کے ممتاز اور مسلم لیڈر ہیں،
کیا اُن کے قلم سے اسی قسم کے خیالات ظاہر ہونے چاہئیں ؟

لیکن اس سے قطع نظر کرکے کیا درحقیقت یہ واقعات صحیح ہیں ؟ کیا مسلمان ہندوں کے ادب و تاریخ جاننے کو کفر سمجھتے تھے ؟ کیا دارا شکوہ اسی جرم کا شہید ہے ؟ کیا امیر خسرو کو ہندوں کی کتابوں کی مطلق خبر نہ تھی ؟ کیا مسیح کی رامائن مسلمانوں کے تعصب کی وجہ سے گوشہ گمنامی میں پڑی رہی ؟ کیا تاریخ کے صفحوں میں مسیح کا کہیں پتہ نہیں چلتا ؟

اخیر سوال اگرچہ تمام سوالوں کی بہ نسبت کم درجہ کا سوال ہے، لیکن ہم کو سب سے پہلے اسی کا جواب دینا چاہیئے، کیونکہ اس سے اس بات کے اندازہ کرنے کا موقع ملے گا کہ ہمارے مضمون نگار دوست کو مسلمانوں کے لٹریچر اور تاریخ سے کس حد تک واقفیت ہے، مسیح کی نسبت وہ تحریر فرماتے ہیں،

"ملا مسیح کے نام تک کا پتہ نہیں چلتا"

لیکن فارسی شعرا کا کوئی تذکرہ ایسا نہیں، جس میں مسیح کا نام اور اسکے حالات نہ ہوں، امرائے جہانگیری میں مقرب خاں ایک مشہور امیر تھا، جو اصل میں پانی پت کا رہنے والا تھا، لیکن کرانہ میں سکونت اختیار کرلی تھی، مسیح اسی کا پروردہ تھا، وہ دراصل کرانہ کا رہنے والا تھا لیکن چونکہ مقرب خاں کے دامنِ تربیت میں پلا تھا، آقا کی طرح وہ بھی پانی پت کے انتساب سے مشہور ہوگیا، تذکروں میں اس کی رامائن کا عموماً ذکر ہے، مآثر الامرا میں رامائن کے چند منتخب اشعار بھی نقل کیے ہیں[۲]،

مسلمانوں نے ہندوں کے علوم و فنون کو جس ذوق و شوق سے سیکھا اور ان میں جو مہارت حاصل کی، اوس کو ہم نے اپنی کتاب تراجم (مندرجۂ رسائل شبلی) میں تفصیل سے لکھا ہے، افسوس ہمارے ہندو دوست نے اس داستان کا ایک حرف بھی نہیں سنا ہے، ابو معشر فلکی

---

[۱] تزک جہانگیری میں لکھا ہے کہ اس کا اصلی وطن کرانہ تھا، [۲] مآثر الامرا حالات مقرب خاں،

نے دس برس ہندوستان میں رہ کر جس طرح سنسکرت کے علوم و فنون حاصل کیے، ابوریحان بیرونی نے سولہ برس کی مدت میں جس طرح سنسکرت میں کمال پیدا کیا، اور ہندؤں کے علوم و فنون پر مبسوط کتاب لکھی، (یہ کتاب معہ ترجمہ انگریزی لندن میں چھپ گئی ہے) فیروز شاہ نے جن کتابوں کا ترجمہ کرایا، اکبر کے دربار نے سنسکرت کتابوں کے ترجمہ کرانے میں جو شاہانہ فیاضیاں دکھائیں، شہزادہ دانیال کو ہندی زبان کے ساتھ جو شغف تھا، آزاد بلگرامی نے ہندی صنائع و بدائع پر جو مضامین لکھے، قاسم فرشتہ نے اختیارات قاسمی لکھکر ہندوں کے علم طب کو جس طرح فارسی زبان میں منتقل کیا۔ یہ واقعات اگرچہ ہمارے ہندو دوستوں کے کانوں تک نہیں پہونچے لیکن مسلمانوں کی علمی انجمن کے پارینہ افسانہ ہیں۔ اور اس لئے ہم ان کو دہرانا نہیں چاہتے لیکن ایک عام غلطی کا رفع کر دینا ضروری ہے، عام خیال ہے کہ بادشاہان ہندوستان میں سے سب سے پہلے جس نے ہندو پنڈتوں کو دربار میں دخل دیا، اور سنسکرت کی کتابوں کے ترجمے کرائے وہ شہنشاہ اعظم اکبر تھا، لیکن یہ ایک سخت تاریخی غلطی ہے، اکبر سے سیکڑوں برس پہلے سلطان زین العابدین فرماں روائے کشمیر نے اس علمی صیغہ کی بنیاد ڈالی تھی، ہندوں سے جزیہ لینا بھی اول اسی نے موقوف کر دیا تھا، اور گاؤکشی بھی اوس نے بند کرا دی تھی،

تاریخ فرشتہ میں سلطان زین العابدین کے حالات میں ہے،

" در معابد مقررۂ ہنود اوقات تعین نمود، جزیہ را مانع گشتت و گاؤکشی برطرف ساخت، و شاہ بر جمیع زبانہا، فارسی ہندی و تبتی وغیرآں بر وجہ کمال مہارت درست داشت، و بہمہ آنہا حرف می زد، و فرمود، تا اکثرے از کتب عربی و فارسی بہ زبان ہندی ترجمہ کردند، و بدیں دستور کتاب ہندوی بفارسی ترجمہ کردند و کتاب مہابھارت کہ از کتب مشہورۂ ہند است نیز فرمود تا ترجمہ کردند، و کتاب راج ترنگنی کہ عبارت

از تاریخ بادشاہان کشمیر است، در عہد او تصنیف شدہ، در زمان اکبر شاہ ترجمۂ مہا بھارت راکہ بد عبارت بود، باد دیگر بہ عبارت فصیح آوردند، و تاریخ کشمیر رانیز بہ فارسی ترجمہ کردند"

ہندوں کو کاروبار سلطنت میں دخل دینا بھی، اکبر کی ایجاد نہیں، ابراہیم عادل شاہ جو دکن کا مشہور بادشاہ گذرا ہے، اور اکبر سے بیس بائیس برس پہلے یعنی ۹۴۲ھ ہجری میں تخت نشین ہوا، اس نے تمام کاروبار سلطنت ہندوؤں کے ہاتھ میں دیدیا تھا، یہاں تک کہ دفتر کی زبان بھی بدل دی تھی، یعنی فارسی کے بجائے ہندی کر دی تھی، تاریخ فرشتہ میں اس کے حالات میں لکھا ہے،

"دفتر فارسی برطرف ساختہ، بہامنہ (یعنی برہمن) را صاحب دخل گردانید"

اس موقع پر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ ابراہیم عادل، اکبر کی طرح ضعیف المذہب نہ تھا، بلکہ سخت مذہبی آدمی تھا، اس کا خاندان ایک مدت سے شیعی مذہب تھا لیکن اوس نے مذہب حنفی اختیار کیا، اور تمام ملک میں اسکو رواج دیا،

اس قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں، لیکن ہم اس وقت ان جزئیات سے بحث کرنی نہیں چاہتے، اکبر، ابراہیم عادل، فیروز شاہ، ابومعشر فلکی، ابوریحان بیرونی، فیضی، غلام علی آزاد نے جو کچھ کیا گو بہت کیا، لیکن اس سے اصل بحث کا فیصلہ نہیں ہوتا، اکبر وغیرہ فرماں روا تھے، اس لئے اونھوں نے جو کچھ کیا، ممکن ہے کہ ملکی مصلحتوں کے لحاظ سے ایسا کرنے پر مجبور تھے، ابوریحان بیرونی وغیرہ کے کارنامے بھی علمی مذاق کے جوش کی طرف منسوب ہو سکتے ہیں، اس سے اس بات کا ثبوت نہیں ہوتا کہ وہ ہندوؤں کے علوم و فنون کے مداح و معترف بھی تھے،

آج یورپ والے ادنی قوموں کی زبان اور اون کے علوم و فنون سیکھتے ہیں لیکن مدح و تحسین کے لئے نہیں بلکہ محض واقفیت کے لئے، بلکہ کبھی کبھی صرف ہنسی اڑانے کے لئے،

اصل سوال یہ ہے کہ کیا مسلمان ہندؤں کے علوم و فنون کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے، ؟ کیا اون کو ہندوں کی سرزمین سے، مذہب سے، زبان سے کسی قسم کا مذہبی تعصب نہیں تھا ؟ ہمارے ہندو مضمون نگار نے اس سوال کا جواب صاف لفظوں میں یہ دیا ہے، کہ ہندوں کے علوم اور زبان کی طرف متوجہ ہونے کو مسلمان کفر خیال کرتے تھے،

ہمارے ہندو دوست کی تاریخ دانی سے اسی جواب کی توقع ہوسکتی تھی، لیکن حقیقتِ حال یہ ہے کہ مسلمانوں نے نہ صرف ہندوں کے علوم و فنون کو بلکہ ہندوستان کی سرزمین کو بھی اس وقعت کی نگاہ سے دیکھا کہ کسی اجنبی قوم سے کبھی توقع نہیں کی جا سکتی،

اس سے زیادہ کیا ہوسکتا ہے کہ ہندوستان کی فضیلت نے مذہبی حیثیت پیدا کی، اور حدیث و تفسیر کی مقدس کتابوں میں اس قسم کی روایتیں درج کی گئیں،

مولوی غلام علی آزاد بلگرامی نے اپنی کتاب "غزلان الہند" کے دیباچہ میں اپنی کتاب کی تصنیف کی غرض یہ بیان کی ہے،

"اول این کہ ذکر ہندوستان بہشت نشان از کتب تفسیر و حدیث رقم باید ساخت"

علامہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر در منثور میں ابن جریر، حاکم، بیہقی اور ابن عساکر سے حضرت علیؓ کا یہ قول نقل کیا ہے،

اطیب ریحا ارض الھند — سب سے زیادہ خوش ہوا ہندوستان کی سرزمین ہے؛

اسی کتاب میں متعدد روایتیں اس مضمون کی نقل کی ہیں، کہ حضرت آدمؑ بہشت سے نکل کر ہندوستان میں آئے اور اپنے ساتھ وہاں کی خوشبودار ریاحین بھی لیتے آئے ایک شاعر نے اسی مضمون کو اس پیرایہ میں ادا کیا ہے،

ہنداست کہ نعم البدل فردوس است — آدم ز بہشت ہیں کہ افتاد بہ ہند

اگرچہ یہ حدیثیں اور روایتیں قطعاً موضوع اور جعلی ہیں، لیکن اس سے اس قدر ضرور ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان کی خوبی اور لطافت کے متعلق مسلمانوں کا کیا خیال تھا؛

ہندوستان کے علوم وفنون کو مسلمانوں نے جس نگاہ سے دیکھا، اس کی یہ کیفیت ہے؛ کہ آزاد بلگرامی نے اپنی کتاب غزلان الہند میں شیخ علی رومی کی کتاب محاضرۃ الاوائل و مسافرۃ الاواخر سے یہ فقرہ نقل کیا ہے،

اول موضع وضعت فیہ	سب سے پہلے جس سرزمین میں کتابیں
الکتب و انفجرت منہ ینابیع	تصنیف کی گئیں، اور جہاں سے حکمت کا
الحکمۃ کان الھند،	چشمہ نکلا، وہ ہندوستان ہے،

ملا محب اللہ بہاری نے مسلم الثبوت میں لکھا ہے،

"بعض بزرگوں نے مجھ سے بیان کیا، کہ ہندوستان کے شمالی پہاڑوں میں میں نے ایک برہمن کو دیکھا، جس کو ایسے کلیات معلوم تھے جن کے ذریعہ سے وہ ہر زبان کو سمجھ لیتا تھا"

آزاد بلگرامی غزلان الہند میں لکھتے ہیں،

"جمہور اتفاق دارند کہ حکمائے یونان در علوم ریاضی قصب السبق از دانایان جہاں

ربوده اند الآحساب و موسیقی که دریں دو فن ہندیاں پیش قدم اند، و ایں دو فن را
بجائے رسانیده اند که فوق آں متصور نیست، و علمائے ولایات دیگر، گرچه قواعد علم حساب
را از ہندیاں برگرفته اند اما قواعد علم موسیقی را احدی از دانایانِ ولایت دیگر تا ایں
زمان از نغمه سرایانِ ہند اخذ نه کرده، و اختصاص ایں فن تا حال به اہلِ ہند مسلّم"

اسی کتاب میں، ایک موقع پر لکھتے ہیں،

"آدم بریں که دانایانِ ہند در اختراع فن بدیع بسرِ خود اند، نه از خرمن عرب
خوشه چیده اند نه از ساغر فرس قطره چشیده، به زمانهٔ علم و علمائے ایشاں قدمے دارد که
در جانب ازل حد آں معلوم است"

علامہ آزاد نے غزلان الہند کے دیباچہ میں تالیفِ کتاب کے جو اسباب لکھے ہیں ان
میں دو سبب یہ ہیں۔

"سوم ایں که بعضے صنائع علم ہندی را تعریب باید نمود"

"چہارم ایں که فن نائکا بھید را که ماہیتش بجائے خود بیان شود، از ہندی به عربی
باید برد، و ایں ارمغانِ شگرف را که مخصوص ہندیان ست به خدمت عرب عربا
باید سپرد"

سلطان فیروز شاہ جو سلطان محمد تغلق شاہ کا برادرِ عم زاد، ۷۵۲ھ ہجری میں تخت نشین
ہوا تھا، جب کانگڑہ کی تسخیر کے لئے گیا اور جوالا مکھی کی سیر کی، تو وہاں کے کتب خانہ کو بھی دیکھا"
تاریخ سیر المتاخرین میں جہاں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے، لکھا ہے،

"و نیز دراں مکان کتب بسیارے از براہمهٔ سلف یافتند، سلطان
علمائے آں طائفه را بحضور خویش طلب داشته مضامین آں را شنیده محفوظ گردید"

وفرمود بعضے از آن کتب را بہ فارسی ترجمہ کنند، تا مطلب آن دست و بہ آسانی فہمیدہ آید، مولانا عزالدین خالد خانی کتابے در حکمت طبیعی از آن کتب چیدہ مطالب آن را در سلکِ نظم کشید و بکتاب فیروز شاہی موسوم گردانید، سلطان بغایت پسندیدہ بہ صلہ آں نقود بسیارے از طلا و نقرہ بہ اضافہ جاگیر مرحمت کرد، و مضمون آں کتاب اکثر اوقات مذکور محفلِ سلطانی می شد۔

ہمارے ہندو دوست فرماتے ہیں کہ ہندوؤں کے علوم و فنون کی طرف توجہ کرنے سے مسلمان معرضِ خطر میں پڑجاتا تھا، اور کافر خیال کیا جاتا تھا، لیکن عبارتِ مذکورۂ بالا سے معلوم ہوا کہ خطرے کے بجائے ہندی تصنیفات کے ترجمہ کرنے سے انعام اور منصب و جاگیریں ملتی تھیں، ع

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

یہ بھی ملحوظ رہے کہ فیروزشاہ اکبر کی طرح دنیا ساز اور ظاہر دار نہیں تھا، بلکہ ٹھیٹ مسلمان اور سخت پابند مذہب، اور ان باتوں کے ساتھ نہایت عادل اور انصاف پرور تھا۔

حضرت امیر خسرو دہلوی نے ایک مثنوی نو بحر دوں میں نہ سپہر نام لکھی ہے، اس میں ایک مستقل باب ہندوستان کے فضائل کا قائم کیا ہے، اور فضیلت کے مختلف وجوہ قرار دیئے ہیں، ان وجوہ میں سے ایک وجہ فضیلتِ علمی قرار دی ہے، اور اس پر دس دلیلیں قائم کی ہیں، جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں،

۱۔ یہاں تمام دنیا کی بہ نسبت علم نے زیادہ وسعت حاصل کی،

۲۔ ہندوستان کے آدمی دنیا کی تمام زبانیں حاصل کر سکتے ہیں، لیکن اور کسی

لہ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ ۱۳۰۰ کتابیں تھیں، جن میں سے بعض کتابوں کا ترجمہ بھی ہوا،

کا آدمی ہندی زبان نہیں بول سکتا،

۳- ہندوستان میں دنیا کے ہر حصہ کے لوگ علم کی تحصیل کے لئے آئے، لیکن کوئی ہندی تحصیلِ علم کے لئے ہندوستان سے باہر نہیں گیا،

۴- علم حساب میں صفر، ہندوستان کی ایجاد ہے،

۵- کلیلہ دمنہ جو تمام دنیا کی زبانوں میں ترجمہ ہوئی، ہندوستان کی تصنیف ہے،

۶- شطرنج ہندوستان کی ایجاد ہے،

۷- موسیقی کو جو ترقی ہندوستان میں ہوئی کہیں نہیں ہوئی،

ناظرین کی دلچسپی اور مزید اطمینان کے لئے ہم کتابِ مذکور کے اصل اشعار حاشیہ میں نقل کر دیتے ہیں[1]،

---

[1] تا نہ بود در سخن بندہ شکے | حجت ایں گفت دہ آرم نہ یکے
اولش آں شد کہ دریں ملک بروں | علم ہمہ جاست ز اندازہ فزوں
ہست دوم آں کہ ز ہند آدمیاں | جملہ بگویند زباں ہا بہ بیاں
لیک از اقصائے دگر ہر کسے، | گفت نیارد سخن ہند بسے،
ہست خطا و مغل و ترک و عرب | در سخن ہندوی ما دوختہ لب
حجت سوم نگر از من بہ خرد | کاں زرہِ عقل، قبول است نہ رد
کیں طرف از ہر طرفے اہل ہنر | در طلبِ علم و ہنر کرد گذر
لیک بہ تحصیل حکم بہر شرف | برہمن از ہند نہ شد ہیچ طرف
نیست نہاں آں کہ سوئے ہند مگر | کرد ابو معشر داندہ گذرا
آمدہ دہ سال در آموخت سخن | در حد بنارسی آں شہرِ کہن،

حضرت امیر خسرو نے صرف ہندوں کی علمی فضیلت ہی ثابت کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اون کے مذہب کا بھی اسلام کے علاوہ، اور تمام مذاہب سے مقابلہ کیا ہے اور ترجیح دی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۶)

پس فن تنجیم در آموخت جہاں ۔۔۔ کز حکما برد دریں شیوہ عناں

ہست یقیں آں کہ دریں علم کسے ۔۔۔ نیست چو او، تجربہ کردم بسے

او رقم خود کہ ہنود ست ہمہ ۔۔۔ آں ز سیاہی ہنود است ہمہ،

حجت[۴] چارم رقم ہندسہ ہیں ۔۔۔ کاہل جہاں وضع ندید ند چنیں

ہم بہ یکے صفر کہ نقشے است تہی ۔۔۔ ہیں چہ رموز است چو خطیش دہی

واضع ایں تختہ اسا نام یکے ۔۔۔ بود برہمن کہ دریں نیست شکے

ہند اسا شد چو از و نام عدد ۔۔۔ ہندسہ تخفیف شد از اہل خرد

وضع وی از برہمن نادرہ ہیں ۔۔۔ حکمت یوناں شدہ محتاج بریں

حجت پنجم بہ بیاں شرح کنم، ۔۔۔ مدعیاں را بہ جنوں دجرح کنم

دمنہ کلیلہ ز ددو دام سخن ۔۔۔ آنکہ ہم از ہند متاے است کہن

گشت چو بو دست بہ معنی ہنرے ۔۔۔ پارسی و ترکی و تازی درے

حکمت ازیں بہ چہ بود، کز ہمہ سو ۔۔۔ سوے وے آرند حکیماں ہمہ رو

حجت ششم، بازی شطرنج شنو ۔۔۔ انچہ کہ از سینہ بر در رنج شنو

ہست ہم از ہند یکے وضع گراں ۔۔۔ ایں فن طرفہ کہ دروغیت کراں

ز دحد و اندازہ بجستند بسے ۔۔۔ غایت و پایانش ندانست کسے

برہمن از ہستی او راندہ نفس — از ثنوی کش بہ دوی رفتہ و بس

عیسویاں از زوج و ولد جستہ برو — ہندو ازیں جنس نہ پیوستہ برو

قوم مجسم رقم جسم زدہ، — برہمناں نے دم ازیں قسم زدہ

اختریاں ہفت خدا بردہ گماں — گفتہ یکے ہندو و ثابت ہماں

قوم مشبہ سوی تشبیہ شدہ — ہندو ازیں ہا نش بہ تنزیہ شدہ

خلق دگر نور و ظلم خواندہ بدل — ہندو ازیں ہا ہمہ پیوند گسل،

ان اشعار میں ہندو مذہب کی ترجیح کے وجوہ یہ بیان کئے ہیں کہ ثنوی فرقہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۷)

چوں ہمہ گشتند بہ اجماع زبوں — کیں چنیں از صورت امکان ست بروں

برتری از ہند بجستند ہمہ — معترف عجز نشستند ہمہ

حجت ہشت آں کہ سر دو خوش ما — کوست بسوز دل و جاں آتش ما

ہر ہمہ دانستہ کہ در جہاں جہاں — نیست بریں گونہ داین نیست نہاں

اسی باب میں اس سے پہلے ہندوؤں کے علوم و فنون کی عام طور پر تعریف کی ہے، چنانچہ کہتے ہیں،

منطق و تنجیم و کلام است درو — ہرچہ کہ جز فقہ، تمام ست دو

برہمنے ہست کہ در علم و خرد — دفتر قانون ارسطو بدرد

علم دگر ہرچہ ز معقول سخن — بیشتر ازیں ہست برآئین کہن

وانچہ طبیعی و ریاضی ست ہمہ — ہیأت مستقبل و ماضی است ہمہ

رومی ازاں گونہ کہ افگند بروں — ہندوگاں راست ازاں پایہ فزوں

خدا کو دو مانتا ہے، بخلاف اس کے ہندو ایک مانتے ہیں، عیسائی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں، لیکن ہندو اس قسم کے عقائد کے قائل نہیں، فرقہ مجسمہ خدا کو صاحب جسم مانتا ہے، لیکن ہندو ایسا اعتقاد نہیں رکھتے، ستارہ پرست سات خدا مانتے ہیں لیکن ہندو اس قسم کے عقائد کے قائل نہیں، فرقہ مشبہہ خدا کو ممکنات سے تشبیہ دیتے ہیں ہندو اس کے خلاف ہیں، پارسی نور و ظلمت، دو خدا مانتے ہیں، لیکن ہندو اس خیال سے بری ہیں،

اسی کتاب میں حضرت امیر خسرو نے سنسکرت سیکھنے کا بھی ذکر کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں،

من قدرے بر سر ایں کار شدم	در دل شاں محرم اسرار شدم
ہر چہ باندازۂ خود رمز خرد	جستم ازاں قوم و نہ بود از خرد[1]،

ہمارے ہندو دوست تحریر فرماتے ہیں، کہ

"جہانگیر کے وقت تک بھی ہندوؤں کی باتوں کی طرف متوجہ ہونے سے مسلمان لوگ کافر سمجھے جاتے تھے"،

لیکن خود جہانگیر کا یہ حال تھا کہ اوس زمانے میں جو بڑے بڑے پنڈت اور سنیاسی موجود تھے، اور جنگلوں یا کھوؤں میں زندگی بسر کرتے تھے، دشوار گذار راستہ طے کرکے اون کے پاس جاتا تھا، اور نہایت خوش اعتقادی کے ساتھ اون سے ہندو

---

[1] امیر خسرو کے ان اشعار کے پڑھنے کے بعد مضمون نگار صاحب کی اس رائے پر نظر ڈالو کہ "امیر خسرو نے یہاں کی زبان پہ توجہ کی تھی، مگر محض تفریح کے طور پر، ہندوؤں کی کتابوں کے مطالعہ کی طرف کبھی اون کا خیال نہیں ہوا، نہ وہ اون کی خبر رکھتے تھے"، یہ ہے ہمارے نامہربان بھائیوں کی تحقیقات،

مذہب کے حقائق و معارف سیکھتا تھا،

جہانگیر کے زمانہ میں سب سے زیادہ مشہور سنیاسی اور ویدانت کا عالم جدروپ تھا، جہانگیر جس شوق سے اس سے ملنے گیا ہے، اور جس خلوص و اعتقاد سے اس کی باتیں سنی ہیں، اس کا حال خود تزک جہانگیری میں لکھتا ہے،

"مکرر شنیدہ بودم کہ سنیاسی مرتاضی جدروپ نام کہ چندیں سال است کہ نزدیک بہ معمورۂ اجین در گوشۂ صحرا از آبادانی دور متوجہ و مشغول پرستش معبود حقیقی ست، خواہش صحبت او بسیار داشتم، وقتیکہ در دار الخلافت آگرہ بودم می خواستم کہ او را طلبیدہ بہ بینم، غایۃ ملاحظۂ تصدیع او کردہ نہ طلبیدم چوں بحوالی شہر مذکور رسیدم، از کشتی برآمدہ نیم پاؤ کردہ پیادہ بہ دیدن او متوجہ گشتم"

"علم بیدانت را کہ علم تصوف باشد، خوب ورزیدہ، تا شش گھڑی بہ او صحبت داشتم، سخنان خوب مذکور ساخت، چنانچہ خیلے درمن اثر کرد"[1]

اسی کتاب میں ایک دوسرے موقع پر لکھتا ہے،

"بازخاطر را بہ ملاقات گشائیں جدروپ رغبت افزود، بے تکلفانہ بہ کلبۂ او شتافتہ صحبت داشتہ شد، سخناں بلند درمیان آمد، حق جل و علی عزیب توفیقے کرامت فرمودہ، فہم عالی و فطرت بلند و مدرکۂ تندرا با دانش خداداد جمع، و دل از تعلقات آزاد ساختہ، پشت پا بر عالم و ما فیہا زدہ، در گوشۂ تجرید مستغنی و بے نیاز نشستہ، روز یک شنبہ چہاردہم باز بہ ملاقات گشائیں

---

[1] تزک جہانگیری صفحہ ۱۷۶ و ۱۷۵،

رفتہ از وداع شدم، بے تکلف، جدائی از صحبت او بر خاطر حقیقت گزیں گرانی نمود[1]،

ان الفاظ کو پڑھو، اور انصاف کرو کہ کیا کسی شخص کے ساتھ اس سے زیادہ خوش اعتقادی، اخلاص اور گرویدگی کا اظہار کیا جا سکتا ہے، ایک ایسے باعظمت شہنشاہ کا ایک ہندو فقیر بے نوا کے پاس پاؤ کوس زمین پاپیادہ چل کر جانا، چھ چھ گھڑی تک اوس کی خدمت میں حاضر رہنا، اوس کی باتوں سے کمال درجہ متاثر ہونا، اوس کے فضائل و کمالات، اور قطع تعلقات دنیاوی پر حیرت ظاہر کرنا، چلتے وقت اوس کی جدائی کا سخت افسوس ہونا، کیا اسی کا نام تعصب ہے؟، کیا ایک ہندو بھی کسی اپنے ہم مذہب پیشوا کے ساتھ اس سے زیادہ خلوص اور عقیدت ظاہر کر سکتا ہے،؟

جہانگیر کی یہ حالت جدروپ کے ساتھ مخصوص نہ تھی، وہ عموماً ہندو علما و فضلا کی صحبت پسند کرتا تھا، تزک میں اس قسم کے بہت سے واقعات درج کئے ہیں، ایک موقع پر لکھتا ہے،

"در ہمیں منزل شب شیورات واقع شد، جوگی بسیار جمع آمدہ بودند، و لوازم ایں شب بہ فعل آمدہ و با دانایان ایں طائفہ صحبتہا داشتہ شد"

جہانگیر کے زمانے میں ایک اور سنیاسی صاحب کمال تھا، جہانگیر اوس کی خدمت میں بھی حاضر ہوا، چنانچہ خود تزک جہانگیری میں لکھتا ہے،

"در کنار تال کاکریہ، سنیاسی کہ از مرتاضان طائفہ ہنود اند، کلبۂ درو ینچ

---

[1] تزک جہانگیری صفحہ ۲۷۹ و ۲۸۰،

ساختہ منزوی بود، چوں خاطر ہموارہ بہ صحبت دہ ایشاں نا انسب است، بیے تکلفانہ بہ ملاقات او شتافتم و زمانے ممتد صحبت اورا دریافتم، عاری از آگہی و معقولیت نیست، و بہ آئین دین خود، از مقدمات صوفیہ وقوف تمام دارد"

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے، کہ یہ وہی جہانگیر ہے، جس کی نسبت ہمارے ہندو دوست نے اسی مضمون میں لکھا ہے،

"جہانگیر کی توجہ اس طرف (یعنی ہندوں کی باتوں کی طرف) نہ تھی، اپنی رام رنگی سے (شراب کا نام ہے) حضرت کو فرصت ہی کہاں تھی، جو ادہر طرف متوجہ ہوتے"

اس امر کا بھی لحاظ رکھنا چاہیئے کہ جہانگیر اپنے باپ کی طرح ضعیف المذہب اور سست عقیدہ نہ تھا، بلکہ مذہبی باتوں میں نہایت تعصب رکھتا تھا، وہ اکبر کی طرح ہندؤں کے عقائد کا معترف نہ تھا، بلکہ اون سے مذہبی مباحثہ کیا کرتا تھا، ایک مناظرہ کا ذکر خود اپنی تزک میں کیا ہے، اور فخر کے لہجے میں لکھا ہے کہ ہندو آخر ساکت ہوگئے صوبہ بہار کا راجہ جس کا نام روز افزوں تھا، اُسی کی فیض صحبت سے اسلام لایا، چنانچہ تزک میں لکھتا ہے،

"روز افزوں کہ از راجہ زادہاے معتبر صوبہ بہار بود، و از خوردی باز بخدمت حضور قیام می نمود، اورا بشرف اسلام، مشرف ساختہ، الخ

بااین ہمہ اوس کی بے تعصبی کا یہ حال تھا، کہ جب کسی شخص کو مرید کرتا تھا، (سلاطین تیموریہ لوگوں کو مرید بھی کیا کرتے تھے اور اون سے بیعت بھی لیتے تھے) تو اوس سے یہ

---

[1] صفحہ ۲۳۷ مطبوعہ علی گڈھ،

اقرار لیتا تھا، کہ کسی مذہب و ملت سے عداوت نہ رکھے گا، چنانچہ خود لکھتا ہے،

"در وقت ارادت آوردن مریداں، چند کلمہ بطور نصیحت مذکور می گردد؛

باید کہ وقتِ خود را بہ دشمنی ملتے، از ملت ہا تیرہ و مکدر نسازند، با جمیع ارباب ملل، طریق

صلح کل مرعی دارند[1]"

ملا مسیح اور اون کی رامائن کے متعلق، جو خیالات ہمارے ہندو دوست نے ظاہر کیے ہیں اس کی یہ کیفیت ہے، کہ بے شبہہ رامائن کو قبولِ عام نہیں حاصل ہوا، لیکن اس کی وجہ تعصب نہیں ہے، مسیح ایک معمولی درجہ کا شاعر تھا، اس کے کلام میں فارسیت کا مزہ بالکل نہیں، اساتذۂ فن میں وہ کبھی شمار نہیں کیا گیا، وہ رامائن کے بجائے اگر صحابہ کے حالات بھی لکھتا تب بھی کوئی نہ پوچھتا، رامائن کو اس قدر مقبولیت بھی ہوئی تو صرف اس وجہ سے کہ ایک نیا مضمون تھا، فردوسی نے شاہنامہ میں گبرون کے قصے لکھے، صولت ترکستانی نے صولتِ فاروقی میں حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے فتوحات نظم کیے اور فردوسی کو گالیاں دیں کہ اوس نے کافروں کے نام کو کیوں زندہ کیا، چنانچہ فرماتے ہیں،

ازیں پیش شاید سخن گوی طوس	بہ دروغ سخن آبش از جوی طوس
مغ مغ نسب گبر آتش پرست	بہ بیعت، بہر موبدے دادہ دست
دلش گبر و جاں گبر و گبری زباں	زگبراں بگبری زباں قصہ خواں

لیکن نتیجہ کیا ہوا؟ فردوسی کا شاہنامہ بچے بچے کی زبان پر ہے، اور صولت فاروقی کا کوئی نام بھی نہیں جانتا، اگر مسلمانوں میں تعصب ہوتا تو نتیجہ اس کے برعکس ہونا چاہیئے تھا، ملا مسیح صاحب اگر خود بانیِ اسلام کے حالات لکھتے تب بھی مقبول

[1] تزکِ جہانگیری صفحہ ۲،

نہ ہوسکتی،

علاوہ مسیح کے جو اشعار ہمارے ہندو دوست نے نقل کئے ہیں، بے شبہہ وہ تعصب سے لبریز ہیں، لیکن مسلمانوں کے تعصب کا اندازہ حضرت امیر خسرو، ابو معشر فلکی، ابو ریحان بیرونی، عبدالجلیل بلگرامی، فیضی، ملک محمد جائسی، آزاد بلگرامی، سلطان فیروز شاہ، ابراہیم عادل شاہ، اکبر، جہانگیر، دانیال، عبدالرحیم خانخاناں سے کرنا چاہئے؟ یا بیچارے مسیح پانی پتی، اور دولت ترکستانی سے، جن کو کوئی جانتا بھی نہیں،

(مقالات شبلی مطبوعہ لکھنؤ)



مکینکس اور مسلمان

مکینکس یونانی لفظ ہے، انگریزی میں یہی لفظ مشین بن گیا ہے، جس کو ہماری زبان میں کل سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ فن آج کل اگرچہ بے انتہا ترقی کر گیا ہے، لیکن اس کا وجود بہت قدیم زمانہ سے ہے، یونان میں وہ علمی حیثیت سے حاصل کیا جاتا تھا، اور مسلمانوں نے جب یونان کے علوم و فنون سیکھے تو صرف علم پر قناعت نہیں کی، بلکہ اس فن سے عملی کام بھی لئے عربی زبان میں اس کا نام علم الحرکات اور علم الحیل ہے، لیکن یونان کا اصلی لفظ بھی صورت بدل کر مستعمل ہے، لفظ منجنیق جو عربی و فارسی میں کثرت سے مستعمل ہے، اور جس کے اشتقاق کے بیان میں ہمارے علمائے لغت نے سخت غلطیاں کی ہیں، دراصل اسی یونانی لفظ مکانک کا معرب ہے، البتہ اس قدر فرق ہے کہ منجنیق کا استعمال اب عام حیثیت سے نہیں رہا، بلکہ ایک خاص آلہ کا نام رکھدیا گیا ہے،

مسلمانوں میں اس فن کی ابتدا اوس وقت سے ہوئی جب دولت عباسیہ میں یونانی تصنیفات ترجمہ ہونے شروع ہوئیں، چنانچہ اور علوم و فنون کے ساتھ اس فن کی بھی تمام کتابوں کا ترجمہ ہو گیا، ان میں سے ہم کو جن کتابوں کے نام معلوم ہو سکے ان کی تفصیل ذیل میں ہے،

کتاب عمل الآلۃ التی تطرح البنادق تصنیف ارشمیدس:

کتاب الدوائر والدوالیب تصنیف ہرقل نجار،

کتاب فی الاشیاء المتحرکۃ من ذاتہا تصنیف ایرن،

کتاب آلۃ الزمر البوقی، کتاب آلۃ الزمر الزمی،

کتاب الدوالیب تصنیف مارطس،

کتاب الارغنون[۱]،

کتاب ایرن فی الجرالثقیل،

ان کتابوں میں سے اور آخر کتاب آج بھی لندن کے کتب خانہ برٹش میوزیم میں موجود ہے، پہلی کتاب میں تصویریں بھی بنی ہوئی ہیں[۲]، یونانی تصنیفات سے مطلع ہوکر مسلمانوں نے خود اس فن میں نئی نئی باتیں اختراع کیں، اور مستقل اور جدید کتابیں لکھیں، بنوموسیٰ نے جو مامون کے دربار کے مشہور فلاسفر تھے اس فن میں جو کتاب لکھی، اور جس کا نام غلطی سے کتاب الحیل مشہور ہوگیا، نہایت محققانہ اور ایجادانہ کتاب ہے، مورخ ابن الندیم نے لکھا ہے کہ اس کتاب میں کئی طرح کے مکانیکل عمل کا بیان ہے[۳]، مورخ ابن خلکان نے جو ساتویں صدی ہجری میں موجود تھا، لکھا ہے کہ میں نے اس کتاب کو پڑھا ہے اس میں عجیب عجیب نادر باتیں ہیں، اور اس فن کی تمام کتابوں سے افضل ہے،

پروفیسر سیدیو (SEDIU AT) جو فرانس کا مشہور مصنف ہے، اپنی کتاب (HISTOIREGENERATODI SARA BES) صفحہ ۲۴۹، جلد دوم میں لکھتا ہے، کہ ہمکو اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ مسلمانوں کے عہد میں میکینکس کا فن کمال کی

---

[۱] دیکھو کتاب الفہرست مطبوعۂ یورپ صفحہ ۲۰۵، [۲] دیکھو فہرست کتب عربی موجودہ کتب خانہ برٹش میوزیم بزبان لاطین صفحہ ۲۱۹، [۳] کتاب الفہرست صفحہ ۲۰۵،

کس حد تک پہنچ گیا تھا"

پروفیسر لیبان فرانسیسی (LE BON) اپنی کتاب (LA CIVILISATION DES ARABES)

میں لکھتا ہے کہ "عربوں کو مکینیکس کی اور خصوصاً علمی مکینکس کی بہت واقفیت حاصل تھی، وہ آلات جو ان کے بنائے ہوئے آج بھی ہم کو مل سکتے ہیں، اور وہ واقعات جو اون کے متعلق قدیم مورخوں نے لکھے ہیں اون سے عربوں کی لیاقت کا ایک بلند خیال پیدا ہوتا ہے، یہ امر یقینی ہے کہ عرب کے پاس پنڈلم (لنگر) والی گھڑیاں تھیں جو پانی کی گھڑیوں سے بالکل مختلف تھیں، یہ بات ان بیانات سے جو چند مصنفوں نے لکھے ہیں ثابت ہوتی ہے، خصوصاً طالید (TOLEDO) (ETA) بنجمن صاحب کے بیان سے جو بارہویں صدی عیسوی میں فلسطین گیا تھا، اور جس نے دمشق کی مسجد کی گھڑی کا حال لکھا ہے[۱]۔

سب سے پہلی ایجاد اس فن کے متعلق جو بیان کی جاتی ہے، "وہ گھڑی ہے جو ہرون الرشید نے شارلمین شہنشاہ فرانس کو بھیجی تھی، یورپ کے اکثر مورخوں نے اس کا ذکر کیا ہے، اور پروفیسر سیدیو نے مکانکس کی ترقی کے ثبوت میں اسی گھڑی کا نام لیا ہے، ان مورخوں کا بیان ہے کہ اس گھڑی میں چھوٹے چھوٹے بارہ دروازے تھے، ہر گھنٹہ کے گذرنے پر گھنٹوں کی تعداد کے موافق دروازے کھلتے تھے، اور اوسی تعداد کے موافق تانبے کی گولیاں ایک آہنی توے پر گر کر آواز دیتی تھیں، یہ دروازے برابر کھلے رہتے تھے یہاں تک کہ جب دورہ پورا ہوجاتا تھا تو بارہ سوار دروازوں سے نکل کر گھڑی کی بالائی سطح پر چکر لگاتے تھے،

مسٹر پامر نے اس گھڑی کے وجود سے اس بنا پر انکار کیا ہے کہ عرب کے مورخ اس واقعہ کا ذکر نہیں کرتے لیکن مسٹر پامر کو معلوم نہیں کہ مورخین عرب نے سیکڑوں ہزاروں واقعات قلم انداز کر دیئے ہیں

---

[۱] دمشق کی مسجد کی گھڑی کا حال آگے کسی قدر تفصیل کے ساتھ آتا ہے،

جن کا ثبوت اور اور طریقہ سے قطعاً معلوم ہے، مورخین عرب نے تو سرے سے شارلمین کی سفارت ہی کا ذکر نہیں کیا ہے، کیا مسٹر پامر کو اس سے بھی انکار ہوگا، یورپ کے مورخوں نے جو اس واقعہ کا ذکر کیا ہے انہایت قوی حوالوں کے ساتھ کیا ہے مثلاً پروفیسر سیدیو نے ماریخنی (MARIGNY) اور ایجی نارٹ (EGINHART) کی تصنیفات کی شہادت پیش کی ہے، اور آخرالذکر شخص خود شہنشاہ شارلمین کے زمانہ میں موجود تھا،

البتہ یہ تعجب ہے کہ ہارون الرشید نے شارلمین کو جو تحفے بھیجے تھے، وہ اب تک فرانس کے معبد پانلیتوں میں موجود ہیں، لیکن گھڑی کا پتہ نہیں، احمد زکی مصری جس نے ۱۸۹۲ء میں یورپ کا سفر کیا وہ اس عمارت کے ذکر میں لکھتا ہے کہ "یہاں ایک مشرقی سیاح کے لئے جو چیز زیادہ دلچسپی کا سبب ہو سکتی ہے، وہ، وہ کمرہ ہے جس کی دیواروں پر شارلمین کی تصویر اس ہیئت سے بنائی ہے کہ وہ ہارون الرشید کی سفارت کا استقبال کر رہا ہے، اور سفارت کے ہاتھ میں بیت المقدس کی کنجیاں ہیں جو ہارون الرشید نے شارلمین کو تحفہ میں بھیجی ہیں، یہاں دو ریشمی پردے بھی ہیں جن کی قیمت ۴۰ ہزار روپیہ ہیں"

بہرحال اس گھڑی کا وجود ثابت ہو یا نہ ہو، لیکن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ مسلمانوں کے عہد میں اور بہت سی گھڑیاں اور مکانیکل آلات تیار ہوئے جنمیں سے بعض کا ذکر ہم اس موقع پر لکھتے ہیں،

علامہ ابن جبیر نے ۵۸۰ھ میں شام و حجاز کا سفر کیا تھا، اپنے سفر نامہ میں دمشق کی جامع مسجد کے ذکر میں ایک گھڑی کا حال ان الفاظ میں لکھتا ہے کہ "باب جیرون کی دیوار میں طاق کی شکل کا ایک دریچہ ہے اور اوس میں بارہ چھوٹے پیتل کے طاقچے ہیں، ان طاقچوں میں بارہ بارہ چھوٹے چھوٹے دروازے ہیں، پہلے اور اخیر طاقچے کے نیچے دو باز بنے ہوئے ہیں، جو پیتل کی تھالیوں پر کھڑے ہیں، جب ایک گھنٹہ گذرتا ہے، تو دونوں باز اپنی گردنیں بڑھاتے ہیں اور اپنی چونچ سے اون تھالیوں میں اس انداز سے پیتل کی گولیاں گراتے ہیں کہ جادو معلوم ہوتا ہے، گولیوں کے گرنے سے گونج پیدا ہوتی

ہے، اور طاقچہ کا دروازہ جو اس گھنٹہ کے لئے بنا ہے خود بخود بند ہوجاتا ہے، اسی طرح جب ایک دورہ پورا ہوجاتا ہے، تو تمام دروازے بند ہوجاتے ہیں[1]۔

دنیا میں اوّل اوّل جب گھڑی کی ایجاد ہوئی تو اس سے صرف گھنٹہ کا حال معلوم ہوسکتا تھا لیکن جتنے گھنٹے گذر چکتے تھے، اُن کی تعداد معلوم نہیں ہوسکتی تھی، مسلمانوں میں بھی اول اول اسی قسم کی گھڑیاں رائج ہوئیں، دمشق کی اس گھڑی میں دونوں باتیں[2] دو مختلف ذریعوں سے معلوم ہوتی تھیں، یعنی گھنٹے کے گذرنے کی اطلاع گولیوں سے ہوتی تھی، جو مصنوعی بازوں کے منہ سے گرتی تھیں، اور گھنٹوں کی تعداد دروازوں سے معلوم ہوتی تھی، کیونکہ جتنے گھنٹے گذرتے تھے اسی تعداد کے موافق دروازے خود بخود بند ہوجاتے تھے،

اس گھڑی میں رات کے لئے اور تدبیر تھی اور وہ یہ کہ جو دائرہ ان طاقچوں کے گرد تھا اس میں تانبے کے بارہ حلقے بنے ہوئے تھے، ہر حلقہ میں دیوار کی طرف شیشہ لگا ہوا تھا، شیشوں کے پیچھے شمع تھی جو پانی کے ذریعہ سے حرکت کرتی تھی، شمع گھنٹوں کی ترتیب کے موافق ان حلقوں کے سامنے آتی جاتی تھی، اور جس حلقے کے سامنے آتی تھی وہ سرخ دکھائی دینے لگتا تھا یہانتک کہ صبح ہوتے ہوتے تمام حلقے سرخ ہوجاتے تھے[1]،

خلیفہ المستنصر باللہ عباسی المتوفی ۶۴۰ھ نے بغداد میں جو مشہور مدرسہ قائم کیا تھا اور جس کا نام مستنصریہ تھا، اس کے لئے ایک نہایت عجیب وغریب گھڑی تیار کرائی تھی، اس گھڑی کی صورت یہ تھی، کہ لاجورد کا ایک حلقہ آسمان کی شکل کا بنایا تھا، اور اسمیں ایک آفتاب تھا جو برابر حرکت کرتا رہتا تھا، علامہ ابن جوزی نے اس گھڑی کی تعریف میں یہ چند اشعار لکھے ہیں،

تهدى الى الطاعات ساعات — الناس وبالنجوم هم يهتدون

---

[1] سفرنامہ ابن جبیر مطبوعہ یورپ صفحہ ۲۷۱ و ۲۷۲، [2] یہ تمام تفصیل آثار البلاد قزوینی میں ہے، دیکھو کتاب مذکور مطبوعہ ۱۲۸۴ء مقام جرمن صفحہ ۱۸۱

وصورٌ فیہ فلک دائر — والشمس تجری ما لہا من سکون

دائرۃ من لازورد حلت — نقطۃ تبر فیہ سر مصون

گھڑیوں کے سوا اس قسم کے اور آلات کا بھی پتہ لگتا ہے، سلطان عبد المومن، جو مراکش کا مشہور بادشاہ گذرا ہے، اوس کو حضرت عثمانؓ کے اون قرآنوں میں سے ایک قرآن مجید ہاتھ آگیا تھا جو اونھوں نے اپنے اہتمام سے لکھوا کر مصر و شام و بصرہ و کوفہ میں بھجوائے تھے، عبد المومن نے اس قرآن کی نہایت قدر کی اور اس کے لئے ایک کل کا صندوق تیار کرایا جس کی کیفیت علامہ مقری نے اس طرح لکھی ہے "یہ صندوق عجیب حکمت سے بنایا گیا تھا جب اس میں کنجی ڈال کر پھراتے تھے، تو اوس کے پٹ کھل جاتے تھے، اور اندر سے ایک خانہ نکلتا تھا جس میں ایک رحل ایک کرسی پر رکھی ہوئی تھی، رحل بغیر کسی کے ہاتھ لگائے خود کھلتی تھی، جب رحل اور چوکی بالکل باہر آجاتی تھی تو خانہ از خود بند ہو جاتا تھا، کنجی کو جب الٹی طرف پھیرتے تھے، تو خانہ پھر کھل جاتا تھا، اور چوکی و رحل خود صندوق میں جا کر بند ہو جاتی تھیں[1]،

البتہ یہ افسوس ہے کہ اس فن سے کوئی بڑا کام نہیں لیا گیا، نہ عام پبلک کاموں میں اس سے کچھ مدد لی گئی، علم جر ثقیل پر مسلمانوں کی مستقل تصنیفات موجود ہیں، لیکن ہم کو معلوم نہیں کہ مسلمانوں نے دنیا کے ہر حصہ میں جو بڑی بڑی عمارتیں بنوائیں ان میں کبھی جر ثقیل سے کام لیا گیا، خلیفہ المتوکل علی اللہ عباسی کے عہد میں کچھ خفیف سا پتہ چلتا ہے، لیکن وہ اس قدر غیر معین اور مشتبہ ہے کہ ہم اس موقع پر اس کا ذکر نہیں کر سکتے،



(رسائل شبلی مطبوعہ)

[1] نفح الطیب مطبوعہ یورپ جلد اول صفحہ ۵۰۴،

سلسلۂ مقالاتِ شبلیؒ

یعنی مولٰنا شبلیؒ کے مقالات کے مجموعے، جو مذہبی، ادبی، تعلیمی، تنقیدی اور تاریخی عنوانات کے تحت اب تک شائع ہو چکے ہیں

احیاء علوم اور ریڈیکل،

حجم ۷۰ صفحے، قیمت :- عہ ر

فہرست مضامین جلد چہارم

(تنقیدی)

طبقات ابن سعد،

مناقب عمر بن عبدالعزیز،

بلاغات النساء،

عمر خیام کا جبر و مقابلہ،

تجارب الامم ابن مسکویہ،

لغت فرس،

الفصل فی الملل والنحل ابن حزم۔

تفسیر کبیر امام رازی،

کتاب الکافی فی الکحل،

ہمایون نامہ،

مآثر رحیمی،

تزک جہانگیری،

النظر فی السفر الی المؤتمر،

تلفیق الاخبار،

تمدن اسلام جرجی زیدان،

معرکۂ مذہب و سائنس،

ہومر کے ایلیڈ کا عربی ترجمہ

حجم ۱۹۰ صفحے،

قیمت :- عہر

فہرست مضامین جلد پنجم

(تاریخی)

حصہ اول

حضرت اسماءؓ،

المعتزلہ والاعتزال،

ابن رشد،

علامہ ابن تیمیہ حرانی،

متنبی،

موبدان مجوس،

زیب النساء،

مولوی غلام علی آزاد بلگرامی،

فرید وجدی بک،

دو اور نئی کتابین

ہماری بادشاہی - یعنی آغاز اسلام سے لیکر عرب، مصر و شام و عراق و ایران و ترکستان و افغانستان و ہندوستان و روم و اندلس کی پوری مختصر اسلامی تاریخ، حجم ۸۳ صفحے، قیمت :- عہر

مختصر تاریخ ہند، یہ کتاب مدرسون اور طلبہ کے لئے لکھی گئی ہے تاکہ انکو معلوم ہو جائے کہ ہندو اور مسلمان فرمانروائون نے ہندوستان کے بنانے مین کیا کیا کام کئے ہین،

حجم ۲۰۰ صفحے، قیمت :- عہ ر

(مینیجر دارالمصنفین اعظم گڈھ)

(طابع و ناشر محمد اویس وارثی)

ہمکو پتہ نہین ملتا جو عربی زبان مین ترجمہ کی گئی ہو، البتہ اس دور کے بعد جن حکمار نے اس فن کو ترقی دی، ان کی کتابون کے ترجمے عربی مین موجود ہین، ان مین سب سے مقدم اور نامور ارسترخوس تھا جو ارشمیدس کا ہمسر تھا،

ارسترخوس

ارسترخوس یونانی الاصل اور حضرت عیسیٰؑ سے ۲۸۰ برس پہلے تھا، یہ اس بات کا قائل تھا کہ زمین آفتاب کے گرد حرکت کرتی ہی، اس کی تصنیفات مین سے جس کتاب کا ترجمہ موجود ہے اس کا نام جرم الشمس والقمر ہے، اس مین آفتاب و ماہتاب کی جسامت اور مقدار اور فاصلہ کا بیان ہے، یہ عجیب بات ہے کہ یورپ کو بھی باوجود انتہاے تلاش کے یہی ایک کتاب مل سکی، چنانچہ اصل کتاب ۱۶۸۸ء اور اس کا فرنچ ترجمہ ۱۸۱۰ء مین چھاپا گیا[۱]،

اسی دور کا دوسرا مشہور فاضل ابرخس ([illegible]) ہے، جو حضرت عیسیٰؑ سے ۱۴۰ برس قبل تھا،

ابرخس

ابرخس نے اس فن مین بہت کچھ اضافہ کیا، علم ہیئت مین جبر و مقابلہ سے اول اسی مصنف نے کام لیا، اس مصنف کی تصنیفات عربی زبان مین ترجمہ کی گئین، لیکن یہ تعجب ہے کہ علامہ ابن الندیم نے جن کتابون کا نام لکھا ہے، وہ جبر و مقابلہ کے متعلق ہین، ہیئت کی کسی کتاب کا نام نہین لکھا،

بطلیموس

بطلیموس یہ پہلا شخص ہے جس نے اصطرلاب بنایا، اور آلاتِ نجوم طیار کئے، اس کے زمانہ مین بہت بڑے سامان سے رصدخانہ بنا اور اجرام فلکی کے حالات تحقیق کئے گئے، مسلمانون نے اس کی ہیئت کے ساتھ زیادہ اعتنا کیا، چنانچہ اس کی کتاب مجسطی کا ترجمہ بڑے اہتمام اور جدوجہد سے ہوا، سب سے پہلے یحییٰ بن خالد برمکی نے اس کے ترجمہ کی طرف توجہ کی، چنانچہ بہت سے مترجمین نے اس کی فرمائش سے ترجمے کئے، اور تفسیرین لکھین، لیکن وہ سب مبہم اور غیر مفہوم

[۱] دائرۃ المعارف مرتبہ زمانہ حال و فہرست ابن الندیم صفحہ ۲۷۰،